کہانی ۰۰ افسونگر

از قلم: میم الف عارف

ان ابراہیم

آئینے میں اپنا آپ دیکھ کر ارمش ایک لمحہ کو رک گئی۔ اسے اپنی رنگت کا گلہ کبھی نہیں رہا تھا۔ نہ جانے کیوں شیشے میں آج خود کو دیکھتے ہی اسے سب کی باتیں یاد آنے لگی تھی۔۔۔

کالی!!!

مکھی!

چوہیا۔۔۔ کزنز بھائی کلاس کی لڑکیوں سے لے کر گھر میں اپنی دادی بھی تو اسے تعنے مار مار کر بلاتی تھیں۔۔۔

ارمش کا ہاتھ بے ساختگی میں اپنے چہرے کی جانب اٹھا تھا۔۔

اسکے نقوش دل فریب تھے۔ کیا تھا جو اس کا رنگ سانولا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں آنے والی تمام باتوں کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے مسکرادی۔ اسے اس سب کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ کالج کا کام مکمل کرنے کے لیے کمرے میں آئی تھی اور کن خیالوں میں کھو گئی تھی۔۔۔

"ارمش بیٹا یہ ناک نقشہ میڈم بشریٰ نے بگاڑ دینا ہے اگر کام مکمل نہ ہوا تو"

ارمش نے خود کلامی کی۔۔۔

بی ایس کے فائنل ایئر میں پہنچ جانے کے باوجود بھی ارمش کو کام مکمل کرنے کی وہی سکول والی ہی عادت تھی۔ کتابوں کو سامنے پھیلائے وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ گزشتہ چار روز سے وہ اس قدر مصروف تھی کہ ایک لمحے کو بھی کتاب اٹھا نہ سکی تھی۔۔۔

کوئز کا سوچ کر ہی ارمش کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔۔

"کر لو بیٹا ارمش تیاری کر لو۔ ورنہ کالج میں میڈم تو گھر میں دادی نے جان عذاب کر دینی۔۔۔"

ارمش منہ کے آگے کتاب رکھے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔۔ یہ بڑبڑاہٹ جاری تھی کے اوپر تیز تیز گھومتے پنکھے کی رفتار کم ہونے لگی۔۔۔ بجلی جا چکی تھی۔۔۔

"اسکی ہی کمی تھی۔۔۔ کیا کہنے ارمش آپکی زندگی کے۔۔۔"ارمش نے کتاب رکھی اور اپنے سر کو افسوس کے عالم میں دائیں بائیں ہلایا۔۔۔ ارمش کی خود سے باتیں جاری تھیں جب فراز کمرے میں داخل ہوا۔۔۔

بنا دستک دیے یوں ایک دم سے چلے آنے کی یہ اسکی پرانی عادت تھی۔۔

"دادی بلا رہی ہیں۔۔۔"فراز نے آتے ہی اعلان کیا۔۔۔وہ مسلسل موبائل فون پر مصروف تھا۔ اسکی نظریں سکرین کے ساتھ ہی چپکی ہوئی تھیں۔۔

"دادی؟ ابھی تو آئی ہوں۔۔۔"

ارمش کو جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"مہمان آرہے ہیں۔۔۔"

فراز نے میکانکی انداز میں جواب دیا۔

"اب کون؟"

ارمش کتابیں سمیٹتے ہوئے بولی۔۔۔

"تایا جان اور انکے اکلوتے بیٹے زریان بھائی۔" فراز نے زریان کے نام کو لمبا کھینچا تھا۔۔۔ جیسے اسے اسکے آنے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔۔۔

"اوہ تایا جی۔۔۔ اچھا میں چائے لے کر آتی ہوں"

خوشی تو زریان کے آنے کی ہوئی تھی تایا جی تو بہانہ تھے۔ زریان کا سن کر ارمش اپنا کوئز بھول بھال چکی تھی اور پوری دلجمعی سے چائے بنانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔۔۔ چہرے سے مسکراہٹ تو جیسے چپک سی گئی تھی۔

"میری بہن چائے کتابوں پر نہیں چولہے پر بنے گی"

فراز نے کندھے پہ تھپکی دی تو ارمش خیالوں سے باہر آئی۔۔۔

"آہ ہاں ہاں بس میں کچن میں جا رہی تھی"

ارمش کے چہرے سے بوکھلاہٹ صاف ظاہر تھی۔۔۔ جیسے چور کی چوری پکڑے جانے پر ہوتی ہے۔ لیکن یہاں تو کسی کو اس کی فیلنگز کے بارے میں کانوں کان خبر نہیں تھی البتہ اس کی حرکتوں سے شک ضرور پڑ سکتا تھا اس لیے خود کو سنبھالتے ہوئے کچن کا رخ کرنا ہی مناسب تھا۔۔

"فراز کس کے لیے چائے بنوا رہے ہو؟" یہ آواز حیات کی تھی جو بلکونی میں کھڑی اپنی دوست کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کمرے میں ہونے والی باتوں کو بھی سن رہی تھی۔۔۔ ارمش کے جانے کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔

"تایا جی تشریف لائے ہیں چل کر مل لیجیے۔۔"

فراز نے حیات کو جواب دیا۔۔

"مل لوں گی کون سا سالوں بعد آتے ہیں۔۔۔ ہر ماہ ہی آتے۔۔" حیات آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو سنوارتے ہوئے بولی۔۔۔

"جی وہ تو آتے زریان بھائی تو سال بعد ہی آئے ہیں۔۔" فراز جیسے موبائل پہ نظریں جمائے آیا تھا ویسے ہی جملہ ادا کر کے چپکے سے باہر نکل گیا۔۔۔

زریان؟؟؟ سچ میں وہ تو سال بعد ہی آیا تھا۔۔ گزشتہ سال عید کے بعد گاؤں سے واپسی پر ساتھ آیا تھا۔ اسے کسی جگہ جاب انٹرویو دینا تھا۔۔۔ اس کے بعد وہ شہر میں ہوتے ہوئے بھی کبھی اس طرف نہیں آیا تھا۔ یا شاید وہ شہر میں تھا ہی نہیں۔ اسے کسی دوسری جگہ بھیجا گیا تھا۔

حیات کے لیے یہ سب باتیں یاد رکھنا کچھ خاص ضروری نہیں تھا۔ خاندان والے کیا کرتے کدھر ہوتے اسے اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ لیکن آج یوں اچانک سے زریان کا نام سن کر حیات کے وجود میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس نے باہر جاتی ہوئی ارمش کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھی تھی۔۔۔ وہ ارمش کے مسکرانے اور اب زریان کا نام سننے کے بعد کچھ الگ ہی الجھن کا شکار ہو رہی تھی۔۔۔

ایک نظر دیکھ تو لیا جائے ان صاحب کو۔۔۔۔ حیات کچھ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بالوں کو کیچر کی مدد سے باندھ کر حیات اب اپنے دوپٹے کو تلاش کر رہی تھی۔ جو استعمال کم کم ہی ہوا کرتا تھا، ایسے میں وہ جلدی سے مل جائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔

دوپٹہ ملتے ہی حیات تیزی سے بھاگی۔۔۔اس کے ذہن میں جو چال چل رہی تھی اسے سوچ کر حیات کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔۔۔مہمانوں کی طرف جانے کے بجائے سیڑھیوں سے اتر کر حیات تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کچن کی جانب بڑھی۔۔۔

"چائے بن گئی ہے آپی جی"!

جی!!!پہ زور دیتے ہوئے حیات نے کہا۔وہ ابا سے دو چار بار اس بات پہ ڈانٹ سن چکی تھی کہ اسے بڑی بہن کو نام سے نہیں باجی کہ کر بلانا چاہیے۔۔۔۔

"ہاں بس میں کپ میں ڈال رہی تھی۔۔۔

کیوں کیا ہوا؟"

آپی بولنے پر ارمش ایک دفعہ حیران ضرور ہوئی تھی لیکن اس وقت زریان کے آنے کی خوشی میں ارمش کچھ اور دیکھنے سننے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہی تھی۔

"بہت سست ہو آپ تب ہی امی نے مجھے بھیجا ہے کے چائے لے آوں۔"

حیات نے آخری کپ کے فل ہوتے ہی جھٹ سے ٹرے اٹھالی تھی۔ایک فاتحانہ نگاہ ڈال کر اب حیات چائے لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔

حیات نے ایسا پہلی بار کیا تھا۔

اس سے پہلے تو وہ کچن میں بھی کم ہی آیا کرتی تھی۔

ارمش حیات کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔اسے جیسے کسی نے مبہوت کر دیا تھا۔

دل کو جیسے کچھ ہوا تھا۔۔ایسے جیسے کسی انہونی کی خبر دی گئی تھی۔۔۔

جیسے کسی نے اس کی آنکھوں سے کوئی خواب نوچ لیا تھا۔۔

"اوہو ارمش کیا کیا سوچے جا رہی ہو کچھ نہیں ہوا ایک چائے ہی لے کر گئی ہے نہ۔۔ تم بھی پاگل ہو جا کر تایا جی سے مل کر تو آؤنا"

خود کلامی کے سے انداز میں

ارمش نے کہا اور ذہن میں آتی بری سوچوں کو جھٹکتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی

ارمش کے آنے سے پہلے حیات سب کو چائے پیش کر ہی چکی تھی۔ بس زریان ہی رہتا تھا، جسے چائے حیات نے عین اس وقت دی تھی جب ارمش کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔

ارمش کے آتے ہی جہاں تایا جی نے چسکی بھرنے میں وقفہ کیا تھا وہیں زریان بھی کپ تھامنے کے بجائے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ارمش کا داخل ہونا گویا حیات کے لیے بدشگونی تھی۔ اس نے ابرو چڑھا کر ایک نظر زریان کو دیکھا اور پھر نفرت سے اپنی بہن کی طرف دیکھا۔۔۔

ارمش جو اس سب سے بے خبر تایا جی سے مل کر ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے خود کو زریان کی جانب دیکھنے سے روک رکھا تھا۔۔۔

سال بھر جس کو نظروں میں رکھا تھا آج وہ سامنے بیٹھا تھا لیکن اتنی ہمت کہاں سے آتی کہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جاتا۔۔

نظروں میں جناب ہیں صاحب

گر نظریں جناب پر ہوتیں تو جل جاتے

"افففف ارمش بس کرو تم بلش کرنا شروع ہو جاؤ گی اور سب کو شک ہو گا"

تایا جی کے پاس بیٹھے وہ ذہن میں کیا سے کیا سوچ رہی تھی یہاں کسی کو خبر تک نہیں تھی۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ پاگل کون کون سے خواب دیکھ رہی تھی۔۔۔ نا جانے ان خوابوں کی کیا قیمت ادا کرنے پڑے اسے۔۔۔

اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں ارمش کے کانوں میں جب چائے کی تعریفیں سنائی دی۔۔۔ تو اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ جہاں اماں کی نظریں حیات پہ جمی ہوئی تھیں۔

"چائے تو حیات نے بنائی ہے بھائی صاحب۔۔۔"

"کیا بات ہے۔۔۔ مزہ آگیا حیات پتر۔۔۔۔" تایا جی نے اپنے خالص دیہاتی لہجے میں تعریف کی تو حیات نے بھی مسکرا کر شکریہ کہا۔۔۔

زریان کو چچی کی اس بات کا بلکل بھی بھروسہ نہیں تھا۔ اسے حیات سے اتنی محنت کی توقع نہیں تھی۔ وہ کب سے اتنے کام کرنے لگی۔ مگر زریان خاموشی اختیار کیے رہا۔ اس دوران بات گاؤں کی زمینوں اور ان سے جڑے جھگڑوں کے بارے میں ہونے لگی تو دادی نے بچوں کو باہر جانے کو کہا۔۔۔

حیات اور ارمش اٹھ کھڑی ہوئی۔ فراز تو پہلے ہی باہر نکلنے کو بے تاب کھڑا تھا۔۔۔ اس سب میں زریان ہی تھا جو بیٹھا رہا تھا۔ اسکے خیال میں وہ اب بچہ نہیں تھا۔۔۔ لیکن دادی نے جب گھورتے ہوئے زریان کو دیکھا تو وہ بھی چپ چاپ سر جھکائے اٹھ کر چل دیا۔

ارمش اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی پہ دلشکستہ ہوگئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تک نہ تھا۔ اسکے پیچھے ہی فراز سب سے لاتعلق اپنی ہی موج میں چلا آتا تھا۔۔۔ سب سے آخر میں حیات اور زریان تھے۔ حیات زریان کے قدموں سے اپنے قدم ملاتے ہوئے چلی آرہی تھی۔۔۔ سر سے دوپٹہ اب شانوں پہ آگیا تھا۔۔

ارمش خاموشی سے اپنے کمرے میں جانے لگی تھی جب زریان نے اسے روک لیا تھا

"ارمش ایک کپ چائے اور مل سکتی ہے یا حیات تم بنادو گی؟"

"چائے۔۔۔ میں۔۔۔" حیات اپنے چوری کے پکڑے جانے کے خوف سے کچھ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے زریان کو دیکھنے لگی۔

"جی بنادیتی ہوں۔۔۔" انجانی سی خوشی تھی جو ارمش کے چہرے پر چھا گئی تھی۔

..........................^..........................

"لُڈو کھیلیں گی؟" فراز نے دروازے سے صرف اپنی گردن کو اندر کر کے سوال کیا تو ارمش جو پڑھنے میں مصروف تھی چونک گئی۔۔۔

"فراز۔۔۔ کتنی بار کہا ہے کہ دستک دیا کرو۔ نہیں کھیلنی مجھے۔ میں پڑھ رہی ہوں۔" ارمش کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ فراز کا اچانک سے آنا اور ایسے بات کرنا کافی حد تک خوفناک تھا۔ ارمش نے فراز کو ڈانٹا تھا۔ مگر وہ ویسے ہی سر اندر کیے منجمد کھڑا تھا۔۔

"زریان بھائی کہہ رہے ہیں۔۔۔ اگر آجائیں تو پارٹنرز والی گیم ہو جائے گی۔" گھنگریالے بالوں کو کھجاتے ہوئے فراز نے زریان کا نام لیا تو ارمش کا تیز تیز چلتا ہوا ہاتھ رک گیا تھا۔ وہ جو لکھ رہی تھی، لکھنا ہی بھول گئی تھی۔۔

"اچھا تم جاؤ میں یہ بکھری کتابیں سمیٹ کر آتی ہوں"

زریان کا سنتے ہی ارمش کتابیں سمیٹنے لگی اس کے بعد پڑھائی میں دل کہاں لگنے والا تھا۔

جب فراز اور ارمش پہنچے تو دیر ہو چکی تھی۔ ارمش نے ٹیم بنانے کا جو خواب دیکھا تھا وہ ادھورا ہی رہ گیا تھا۔ اور فراز اس کھیل سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

اس کھیل کا چوتھا کھلاڑی شایان بن گیا تھا۔ جسے ٹیم بنانی تھی ارمش کے ساتھ۔۔۔

رولز کے مطابق کر اس میں ساتھی بنائے جانے تھے۔۔ ارمش آگے بڑھی تو حیات نے ارمش کو اپنے پاس کھینچتے ہوئے شایان کو زریان کے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔۔۔

حیات کی اس حرکت پر سب ہی حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ مگر حیات کو کسی کی نظروں کی پرواہ نہیں تھی۔۔۔

"ہم دونوں بہنیں ساتھ رہ کے دشمنی کریں گی۔۔۔ کیوں آپی؟ مطلب کھیلیں گی۔۔" حیات کو روکنے والا کوئی تھا جو نہیں۔۔۔ سو وہ کہتی چلی گئی۔۔۔

ارمش حیات کو کوئی جواب نہ دے سکی تھی وہ اپنا سا منہ لیے اب تک کھڑی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ اب کدھر بیٹھے۔

شایان حیات کی امی کے خالہ زاد بھائی پروفیسر یعقوب کا سوتیلا بیٹا۔ جو اکثر یہاں آجایا کرتا تھا۔۔۔ پروفیسر یعقوب نے شایان کی والدہ عصمت سے دولت کی خاطر شادی کی تھی۔ اور یہ بات سب ہی جانتے تھے۔ شایان

کی طبعیت خاموش سی تھی۔وہ یہاں جب بھی آتا تھااس کی محفل ارمش اور حیات کے والد کے ساتھ ہوتی تھی۔

ان کی گفتگو میں کوئی دوسرا نہ دخل دیتا تھا نہ دلچسپی کا اظہار کرتا تھا۔زریان اور شایان میں اچھی علیک سلیک تھی۔وہ دونوں دوست تو نہ تھے لیکن ناپسندیدگی کا بھی کوئی معاملہ نہ تھا۔۔

"بیٹھیں ارمش۔۔۔ہم دونوں ساتھی ہیں۔۔۔میرا مطلب ہے کھیل میں پارٹنرز۔۔"شایان نے فوراًاپنی بات کو مکمل کیا۔۔۔

"نہیں میری جگہ فراز کو رکھ لیں مجھے کیچن میں کچھ کام ہے"

ارمش جو سوچ کر آئی تھی ویسا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا اس لیے وہاں سے جانا ہی بہتر جانا۔۔

"میں کہیں باہر جارہاہوں۔۔۔گیم آپ ہی کھیلیں آپی۔۔۔اور کچن کو چھوڑیں کھانا باہر سے منگوایا ہے ابا نے۔۔"فراز نے تو جیسے اعلان کرکے ارمش کے فرار کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔

"پارٹنرز سے مسئلہ ہے یا ہمارے ساتھ کھیلنے میں۔"زریان جو اس تمام صورتحال میں اب تک خاموش تھا آخر بول اٹھا۔زریان کے چہرے پہ معنی خیز مسکراہٹ چھاگئی تھی۔۔

"نہیں مجھے کوئی مسئلہ نہیں چلیں گیم شروع کریں"

ارمش کا گیم کے لیے بیٹھنا حیات کو بلکل بھی اچھا نہ لگا۔زریان کا یوں بات کرنا جس کے بہت سے معنی نکلتے ہوں، حیات کو جیلس کرنے کے لیے کافی تھا۔۔

حیات نے پہلی باری کی۔۔۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••••••••

پروفیسر صاحب سے صبح سویرے ہونے والی بحث کی وجہ سے شایان کا موڈ بہت خراب تھا۔وہ کمرے میں بند ہو کر اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے وہ باہر کے مناظر کو بے دلی سے دیکھ رہا تھا۔گلی میں کھیلتے اودھم مچاتے بچے اور گھروں سے دور جھومتے ہوئے درخت ساون کی گھٹن زدہ ماحول میں واحد دل کو خوش کرنے والی شئے تھی۔۔۔

وہ درخت کس قدر آزاد تھے۔ ایک انسان سے زیادہ آزادی۔ ان کے سامنے تو شایان ایک قیدی تھا۔ اپنا کاروبار سنبھالنے کی بات پہ آج جو اسے سننے کو ملا تھا اس کے بعد وہ یہ گھر ہی چھوڑ جانا چاہتا تھا، لیکن اپنی ماں کو ایسے عیار شخص کے ساتھ چھوڑ جانے میں خطرہ تھا۔۔

پروفیسر یعقوب کی شہرت نہ خاندان میں اچھی تھی نہ ہی محلے میں۔ اس شہرت کے ساتھ اب شایان کا بھی باہر نکلنا عذاب بن گیا تھا۔۔۔

بیزاری سے کبھی کمرے کے اندر اور کبھی باہر کی دنیا کو دیکھتے شایان کو بہت دیر ہو گئی تھی۔ اسے اپنے خالی پن سے اکتاہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔ بہت دیر گزرے ہوئے دنوں کو سوچنے کے بعد۔ اسے چند دن پہلے کی وہ شام یاد آنے لگی تھی، جب وہ ارمش اور حیات کے ساتھ لُڈو کھیل رہا تھا۔

وہ اس شام کتنا ہنسا تھا۔ اس کی وجہ سے حیات بار بار پیچھے رہ جاتی تھی۔۔۔ اسکی قسمت بھی کاش لُڈو کے کھیل جیسی ہوتی۔۔۔ سب سے آگے اول نمبر کے ساتھ۔۔۔ مگر شاید اسکے ڈائس کو ہر طرف سے (ایک، ایک، ایک) بنایا گیا تھا۔۔۔

مقصد کی جانب بڑھتے بڑھتے کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سب رک چکا ہے۔ کچھ بھی متحرک نہیں۔۔۔
مگر وہ خاموشی وہ ٹھہراؤ آگے چل کر زندگیوں میں بڑی بڑی تبدیلیاں لانے کی وجہ بنتا ہے۔۔۔ شایان بھی
ایک ایسی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا۔۔۔ وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا مگر اس کی زندگی ایک جگہ ہی رکی ہوئی
تھی۔۔۔۔

"شایان مائے سن۔۔۔ شایان۔۔۔" دروازے پر دستک کے ساتھ ساتھ شایان کا نام بھی لیا جا رہا تھا۔۔۔ پتلی اور
کمزور پڑتی آواز میں بہت اپنائیت تھی۔۔۔ غصے سے بھرے شایان نے نہ چاہتے ہوئے بھی دروازہ کھولنے کا
ارادہ کیا۔۔۔ یہ آواز مسز جانسن کی تھی۔۔۔

وہ مس جانسن جو شایان کی امی کی خاص ملازمہ تھیں۔ پارسی مذہب کی یہ عورت شایان کے ساتھ اس کے بچپن
سے ہی موجود تھیں۔ عصمت بیگم کو اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ پارٹیز میں جانے سے فرصت کب تھی۔۔۔

وہ شایان کو وقت کم دیتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسز جانسن کو مستقل گھر میں ہی جگہ دے دی
تھی۔۔۔

اپنی والدہ کی طرح شایان مسز جانسن کی بھی بے حد عزت کرتا تھا۔ اکثر وہ مسز جانسن کے سمجھانے سے ہی انتہائی قدم اٹھانے سے باز بھی رہتا تھا۔۔۔

دروازہ کھلتے ہی چھوٹے سے قد کی مسز جانس قریب چھ فٹ کے شایان کے سامنے موجود تھیں۔۔۔

"واٹ از دس مائے سن ؟ تم پھر اپنے فادر سے لڑائی کیا؟؟؟" سر پے بندھے سرخ رومال اور اپنے کھڑے ہونے کے اس مخصوص انداز میں وہ سنجیدہ تھی۔۔۔

مگر شایان کو وہ ایک عورتوں کی سانتا کلاز لگ رہی تھیں۔۔۔

شایان بنا جواب دیے دوبارہ کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ وہ مس جانسن سے بحث نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ جیت جاتی تھیں۔

مسز جانسن نے شایان کو گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ خوب جانتی تھیں کہ شایان کب غصے میں ہے اور کب اداس۔۔۔

یہ غصے کے بعد اداسی شایان کو اپنے قبضے میں کر لیتی تھی۔ اپنی ذات کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے شایان خود کو کوستا رہتا تھا۔۔۔

"کس نے بتایا اس سب کے بارے میں آپ کو؟" شایان نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ بارش شروع ہو گئی تھی۔ بادل خاموشی سے برس رہے تھے۔۔۔

"شایان مائے سن!۔۔۔ تم کو کچھ پرابلم ہو تا مجھے پتہ لگتا۔۔۔ کوئی بتائے کوئی نہ بتائے۔۔۔"

بکھرے ہوئے کمرے کو سمیٹتے ہوئے مسز جانسن نے شایان کی طرف دیکھا۔۔۔ یہی شایان کتنا بولتا تھا۔ ہنس مکھ تھا۔ مگر عصمت بیگم کی دوسری شادی کے بعد اس بچے کی خوشیاں جیسے محدود ہوتی چلی گئی تھیں۔۔۔

پروفیسر یعقوب نے عصمت بیگم پہ نہ جانے کیسے اتنی جلدی قابو پالیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے دور ہوتی گئی تھیں۔۔۔ اور اب بھی یہ شایان ہی تھا جو ان سے بات کرنے کا موقع تلاش کرتا رہتا تھا۔۔۔

"مسز جانسن۔۔۔ کیا میں اپنے ہی کاروبار کو سنبھالنے کی بات کر کے غلط کر رہا ہوں؟"

شایان نے بنا دیکھے سوال کیا۔۔۔

"نو مائے سن۔۔۔ غلط تمھارا ڈیمانڈ نہیں۔۔۔ غلط سٹائل ہے۔۔۔"

مسز جانسن اب چلتے چلتے شایان کے قریب آ چکی تھیں۔۔۔ شایان بھی مسز جانسن کی یہ بات سن کر ان کی جانب حیرت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کا سٹائل؟

وہ تو ناشتہ کرتے ہوئے بس کاروبار میں شامل ہونے کی بات کرتا ہے۔۔۔ اس میں غلط کیا ہے؟ مسز جانسن کی بات شایان سمجھ نہ پایا تھا۔۔۔

"دیکھو شایان۔۔۔ اپنے کاروبار میں شامل ہونے کی اجازت نہیں لی جاتی۔۔۔ اعلان ہوتا۔۔۔"

مسز جانسن یوں لہک لہک کر یہ بات کہہ رہی تھیں جیسے کوئی بچوں کی نظم پڑھ رہی ہوں۔۔۔

"شایان عصمت میڈم کو جب یہ بولے گا۔۔۔(ماما ہم کل سے آفس آنا مانگتا۔۔۔)تب ہوئے گا رائٹ وے آف ڈیمانڈ۔۔"

مسز جانسن نے شایان کے کندھے پے ہاتھ رکھا۔۔

••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••••

کمرے کی فضاء باہر سے آنے والے کا سر گھوما دینے کی پوری طاقت رکھتی تھی۔۔۔ عصمت بھی اپنے شوہر پروفیسر یعقوب سے ضروری بات کرنے کے لیے یہاں آگئی تھی۔ورنہ وہ اپنے شوہر کے معاملات میں دخل کم ہی دیتی تھیں۔۔۔

کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا، ایک مدھم سا لال بلب روشن تھا اور دھوئیں نے سانس لینا مشکل کر رکھا تھا۔۔۔

"پروفیسر صاحب۔۔۔"دھوئیں کے باعث عصمت کو کھانسی ہونے لگی تھی۔وہ کمرے میں مزید اندر جانے کے بجائے وہیں رک گئی تھی۔۔۔

پروفیسر یعقوب نے لمبی سی ہمممم کی تو ایسا لگا جیسے کمرے کی ہر ایک چیز ان کی آواز میں بول اٹھی۔۔۔

"آپ چلیے ہم آتے ہیں۔۔۔" اپنی ناگواری پہ قابو پاتے ہوئے پروفیسر یعقوب نے بیگم کو یہاں سے جانے کو کہا۔۔۔

اپنے عمل میں مخل ہونے پر پروفیسر یعقوب کو بیوی پہ شدید غصہ تھا۔۔۔ لیکن وہ اپنی بیگم کو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔۔۔ کم از کم ابھی نہیں۔۔۔۔

کمرے کو جلدی جلدی میں بند کر کے پروفیسر یعقوب اب بیگم کے پاس پہنچ چکے تھے۔۔۔

"پروفیسر صاحب۔۔۔

آپ شایان کو کچھ سمجھائیں نہ میں بہت پریشان ہوں اس کی وجہ سے"

عصمت سر پکڑے بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ ان کے بولنے میں ان کی اپنے بیٹے کے لیے پریشانی جھلک رہی تھی۔

شایان ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور یہ ساری جائیداد اسی کی ہی تھی لیکن وہ اس کی پڑھائی کو لے کر پریشان تھیں۔

"ارے بیگم صاحبہ کیا ہو گیا۔۔۔شایان نے اب کیا کر دیا۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے کچھ اس انداز میں کہا جیسے وہ شایان کے بے قصور ہونے کی ابھی قسم کھالیں گے۔۔۔

"صاحبزادے آج آفس گئے تھے اب بھلا آپ خود بتائیں وہ ان آفس کے جھنجھٹ میں پڑ جائے گا تو کیا پڑھے گا وہ"

عصمت جیسے تھک کر بولی تھیں وہ اپنی اکلوتی اولاد کو ہر طرح سے پرفیکٹ دیکھنا چاہتی تھیں

"اب آپ ہی کہہ رہی کہ وہ کاروبار کی طرف آرہا ہے۔۔۔میں نہ کہتا تھا اس مسز جانسن کو دور رکھیں شایان سے۔۔۔اور میں نے کتنی بار کہا مجھے آنے دیں دفتر مگر شاید مجھ پے اعتبار نہیں آپ کو۔"

پروفیسر یعقوب نے ڈھکے چھپے انداز میں اپنا شکوہ کر ڈالا تھا۔اور مسز جانسن کو گھر سے دور کرنے کے لیے اپنی سوچ بھی بتادی تھی۔۔۔

شایان کو کاروبار سے دور رکھنے کی خواہش پروفیسر یعقوب کی بھی تھی، مگر وہ یوں کھل کر کیسے بول سکتے تھے۔۔۔ انہیں اپنا پیغام یوں چھپے لفظوں میں ہی تو دینا تھا۔۔۔

"لیکن وہ مسز جانسن سے بہت اٹیچ ہے وہ ویسے ہی چپ چپ سا رہتا ہے مسز جانسن کو بھی نکال دوں تو وہ تو بلکل اکیلا ہو جائے گا اور پھر پڑھائی پر تو دیہان بس کا ویسے ہی ہٹ جائے گا۔"

عصمت مسز جانسن سے مطمئن تھیں کیونکہ وہ عرصے سے ان کے ساتھ تھیں اور شایان ان سے اٹیچ بھی کافی تھا

"پھر کیجیے اپنی مرضی۔ مجھے کبھی اس لائق سمجھا نہیں آپ نے۔۔" پروفیسر یعقوب اٹھتے ہوئے بولے۔ ان کا رخ دروازے کی جانب تھا۔۔

"سگا باپ نہ سہی۔۔ باپ تو ہوں میں اسکا۔۔" پروفیسر یعقوب کی آواز بھر آئی تھی۔۔ عصمت بیگم کی جانب پشت کیے وہ اب خاموش کھڑے تھے۔

"ایسا نہیں ہے پروفیسر صاحب۔۔

آپ نے تو سگے باپ سے بڑھ کر پیار دیا ہے شایان کو۔ کون ایسے کرتا ہے ایسے نہیں بولیں نا جیسا آپ بولیں گے ویسے ہی کریں"

عصمت کی آنکھوں پر تو جیسے پروفیسر یعقوب نے کوئی پٹی باندھ رکھی تھی۔ یا شاید یہ ان کے عمل اور ریاضت کا صلہ تھا جو عصمت ان کی ہر بات مان لیتی۔

"آپ ہی بتائیں قدیر انکل میں کیا کروں؟ میں پڑھائی کر کے بھی کاروبار ہی دیکھوں گا؟ تو کیوں نہ ابھی سے۔"
شایان ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا جب اس نے ارمش کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو خاموش ہو گیا۔ ارمش چائے دینے کے لیے آئی تھی۔ اس نے شایان کو سلام کیا اور ابا سے کچھ اور چاہیے؟؟؟ یہ سوال کر کے باہر چلی آئی۔۔۔

شایان جو ارمش کے آنے پہ خاموش ہوا تھا، اب تک چپ بیٹھا تھا۔ وہ ارمش کے جانے کو فراموش کر چکا تھا۔۔۔ اس کے دماغ میں وہ لمحہ ٹھہر گیا تھا۔۔

"کاروبار میں شامل ہونے کی کیا جلدی ہے تمہیں بیٹا۔۔۔ پڑھائی تو اول نمبر پر ہے۔۔۔ پھر دیگر کام۔۔۔" قدیر صاحب نے شایان کو اپنی رائے دی۔۔۔

قدیر صاحب کے سمجھانے کا انداز اس قدر پیارا تھا کہ شایان چاہتے ہوئے بھی ان کی بات سے اختلاف نہ کر سکا۔۔۔۔

لوگ ایک ہی بات کتنے الگ انداز اور لب ولہجہ سے کہتے ہیں۔۔۔ کہاں وہ پروفیسر کے طنزیہ انداز سے سمجھانے پہ اندر سے کٹ کر رہ جاتا تھا۔۔۔ اور یہاں بس لہجے کی مٹھاس نے میدان مار لیا تھا۔۔۔

"تم بیٹھو میں ایک فون کر کے ابھی آتا ہوں۔" قدیر صاحب نے کندھے پر تھپکی دی تو شایان بھی سوچوں اور خیالوں کی دنیا سے واپس لوٹ آیا۔۔۔

وہ یہاں سے جانا چاہتا تھا، لیکن قدیر صاحب کے آنے تک وہ یہاں سے جا نہیں سکتا تھا۔۔۔ اسے یہ حرکت غیر اخلاقی لگی تھی۔۔۔ یا شاید وہ کسی کی بس ایک جھلک دیکھنے کے لیے وہاں بیٹھا رہنا چاہتا تھا۔۔۔ قدیر صاحب جس دروازے سے گئے تھے اس سے اب حیات اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔

حیات کچھ اٹھانے کے لیے اندر داخل ہوئی تھی، وہ شایان کی موجودگی کی پرواہ کئے بنا ہی آگئی تھی۔۔۔

"کیسی ہو حیات؟" شایان نے پہل کی۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں"

حیات نے مختصر سا جواب دیا اور شایان کا حال پوچھے بنا ہی اپنی مطلوبہ چیز اٹھا کر پلٹ گئ

کافی واہیات لڑکی ہے۔۔۔۔ شایان نے دل ہی دل میں سوچا۔۔۔ جتنی صورت ہے سیرت بھی ہوتی تو۔۔۔۔!!!

شایان کو اپنے آپ پہ سخت غصہ آرہا تھا۔۔۔ کیا ضرورت تھی اس کا حال پوچھنے کی بھی۔۔۔

"اوہ ہاں۔۔۔

آپ کا کیا حال ہے؟ اور کیسے آنا ہوا آج؟ ابا سے کچھ کام تھا؟"

حیات کچھ سوچتے ہوئے پلٹی تھی اور ایک ساتھ ہی کئی سوال داغ دیے

"سب ٹھیک۔۔۔یونہی چلا آیا۔۔"شایان نے اپنے غصے کو قابو کرتے ہوئے کہا۔۔۔اب کی بار شایان نے نظریں بھی نہ اٹھائی تھیں۔۔۔

"اچھا اچھا۔۔۔

ارمش سے ملے ؟کافی یاد کر رہی تھی وہ آپ کو اس دن کے لڈو کے میچ کے بعد سے۔۔۔

کبھی فارغ وقت میں آیے گا نہ پھر ایک گیم ہو جائے ؟"

ارمش کے نام پر جو طنزیہ مسکراہٹ حیات کہ چہرے پر تھی شایان جھکی ہوئی نظروں کی وجہ سے دیکھ نہ سکا تھا۔

ارمش۔۔۔میرا۔۔۔نہیں۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔شایان دل ہی دل میں خوش ہوا تھا۔۔لیکن یہ حیات تھی۔۔۔جو کوئی بھی بات کبھی بھی کہہ سکتی تھی۔۔۔

"ارمش نے بتایا نہیں مجھے۔۔۔ کہ وہ مجھے یاد کر رہی تھیں۔۔۔"صوفے پہ ٹھیک ہو کر بیٹھتے ہوئے اب شایان نے بھرپور انداز میں حیات کو دیکھا تھا۔۔۔

"اوہو آپ بھی پاگل ہیں کیا؟ وہ آپ کو خود کیسے بتا سکتی ہے"

حیات نے اپنا سر پے ایسے ہاتھ رکھا جیسے اسے سچ میں شایان کے نہ سمجھنے پر افسوس ہوا ہو

"کیوں؟ میں آدم خور ہوں؟؟؟"شایان حیات کی باتوں سے اچھے سے واقف تھا۔۔ مگر دل میں اک مہوم سی امید بھی تھی کہ شاید یہ سب سچ ہو۔۔۔ دو دونوں میں جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا ان میں یہ پہلی بات تھی جس نے اسے مسکرانے پہ مجبور کیا تھا۔۔۔

"نہیں پاگل آدم خور نہیں ہو لیکن وہ شرماتی ہے نہ۔۔۔

ابھی بھی کہہ رہی تھی کسی طرح اسے آپ کے فیس بک آئی ڈی مل جاتی تو۔۔۔پر میں کیسے دوں اسے مجھے تو خود پتا نہیں"

حیات افسوس کا اظہار کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ موبائل پر کچھ ٹائپ بھی کر رہی تھی

"میں فیس بک نہیں استعمال کرتا۔۔۔"شایان نے جھوٹ بولا تھا۔۔۔وہ حیات کی باتوں کو اب سنجیدگی سے لینے لگا تھا۔۔۔اگر وہ فیس بک پر مجھ سے بات کرنا چاہتی تو مجھے ایک دم سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔۔۔شایان نے خود کو سمجھایا۔۔۔

"میں چلتا ہوں۔۔۔انکل کو بتا دیجیے گا۔۔۔"شایان آگے بڑھا تو اس کے باہر جانے میں رکاوٹ حیات تھی جو بے باکی سے سامنے کھڑی تھی۔۔۔

"ابھی کہاں۔۔۔

ارمش نے کھانا بنایا ہے آپ کے لیے کھا کے جایے گا پلیز ورنہ اس کا دل ٹوٹ جاے گا"

"تم کیا کر رہی ہو حیات ؟؟؟"قدیر صاحب شایان کے کسی بھی جواب سے پہلے اندر داخل ہوئے۔۔

"کچھ بھی نہیں پاپا بس ہینڈ فری لینے آئ تھی آپ بیٹھیں میں چلتی ہوں"

حیات فوراًباہر چلی گئ تھی پاپا کے سامنے کچھ بولنے کی ہمت تو حیات میں بھی نہیں تھی.....

••••••••••••••••••••••••••^•••••••••••••••••••••••••

قدیر صاحب کے گھر سے نکلنے کے بعد شایان کا ذہن مسلسل سوچوں میں گم تھا۔۔ دفتر جانا، مسز جانسن کی باتیں اور پھر قدیر انکل کا سمجھانا۔۔ سب کچھ کتنا الجھا ہوا تھا۔۔ اس پہ یہ اضافی خیال کہ ارمش شایان کے بارے میں سوالات کرے۔۔۔ اس کے بارے میں بہن سے بات کرے۔۔

وہ گاڑی کو سڑک کنارے روک کر پاس سے گزرتی شہر کی ٹریفک کو دیکھنے لگا تھا۔۔ شہر بھر کو نہ جانے کس بات کی جلدی تھی۔۔ یہ لوگ کہاں جانا چاہتے تھے ؟؟؟

کوئی بھی تو نہیں تھا جو شایان کو اپنے جیسا لگتا۔۔۔

کوئی ہنس رہا ہے دوستوں کے ساتھ تو کوئی ماں اپنے بچے کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہی ہے۔۔

کہیں کوئی ہاتھوں میں ہاتھ تھام کر چلتا دیکھائی دیتا ہے تو کہیں کسی کی ہنسی بھی کھو کھلی ہے۔۔۔

شایان کو سب لوگوں میں اپنی ذات کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور دیکھائی دیا تھا۔۔۔

وہ کتنے لوگوں کی زندگی اکیلا جی رہا تھا۔۔۔ خود شایان کی زندگی کون سی ہے۔۔۔؟؟؟؟

گاڑی کے شیشے پہ ہونے والی دستک نے شایان کو سوچوں سے باہر کھینچا تھا۔۔۔ برقع پوش عورت گاڑی سے لگ کر کھڑی تھی۔۔۔ شایان نے شیشہ نیچے کیا۔۔۔

"جی؟" الفاظ کے ساتھ نظروں میں بھی سوال تھا۔۔۔

"چلو گے صاحب؟" عورت کی آنکھیں ادھر اُدھر بہت ہی تیزی سے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

"کہاں؟" شایان کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔ آپ سو جاؤ صاحب۔۔۔" ایک دوسری گاڑی کو رکتے دیک کر وہ عورت جلدی سے اس جانب بڑھی۔۔۔

اس عورت کے جانے کے بعد شایان کو سمجھ آئی کہ وہ کہاں چلنے کو کہ رہی تھی۔۔۔۔ یہ تھی حقیقت۔۔۔۔ جس دنیا میں وہ اپنے غموں میں غرق بیٹھا تھا وہیں لوگ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے اپنے آپ تک کو مٹا رہے تھے۔۔۔ شایان کی گھٹن میں مزید اضافہ ہونے لگا تھا۔۔۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے چلنے میں ہی بہتری جانی۔۔۔

"تمھارا یہ وقت ہے گھر آنے کا؟" شایان نے دروازے کو آہستگی سے بند کیا تھا۔۔ مگر پروفیسر یعقوب نہ جانے کیسے جاگ گئے تھے۔۔۔ وہ اچانک سے ہی نمودار ہو گئے تھے کہیں سے۔۔۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟ اور وہ کمرے سے اتنا دھواں کیوں آرہا ہے"

شایان پہلے تو انہیں دیکھ کر ڈر گیا تھا لیکن پروفیسر یعقوب کے کمرے سے اتنا دھواں نکلتا دیکھ کر کمرے کی طرف چل دیا

"رک جائیں شایان میاں... یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔۔ اور کمرے کا دھواں میں نے مچھروں سے نجات کے لیا سلگایا ہے۔۔"

پروفیسر یعقوب نے شایان کا بازو پکڑ کے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔۔۔ ان کے روکنے کے انداز میں جلد بازی عیاں تھی۔۔ وہ شایان سے اس کے دیر سے لوٹنے کے بجائے اسے کمرے میں جانے سے روکنے کے لیے زیادہ زور دے رہے تھے۔۔

"لیکن اتنے دھویں میں مچھر تو کیا انسان بھی نہیں رہ سکتے اور ہمارے گھر میں تو مچھر ہیں ہی نہیں۔۔۔ کل ہی تو پورے گھر میں سپرے ہوا ہے"

شایان کا دماغ ابھی تک دھویں میں اٹکا ہوا تھا۔ پروفیسر یعقوب دن بدن پہلے سے زیادہ پر اسرار ہوتے جا رہے تھے۔

"تمھارے اندر کا بھوت نہیں مرتا انسان کیسے مریں گے۔۔۔ اور اپنی ماں کو تنگ کرنا بند کر دو سمجھے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے دھمکی آمیز لہجے میں بات کی تھی۔۔۔ وہ تنہائی میں شایان سے ایسے ہی پیش آتے تھے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔۔

شایان پہلے ہی کافی الجھا ہوا تھا اس وقت وہ اور الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا اس لیے پروفیسر یعقوب کی باتوں کو ایک کان سے ڈال کر دوسرے سے نکالتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چل دیا

" : آئندہ دفتر گئے تو اچھا نہیں ہو گا۔ سنا تم نے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے جاتے ہوئے شایان کو بھڑکانے کی کوشش کی۔۔۔

شایان بنا مڑے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اندر کا سارا غصّہ دروازے پر نکالا جو دھماکے کی سی آواز کے ساتھ پرفیسر یعقوب کے منہ پر بند ہوا۔

کمرے کی فضا میں مزید گھٹن کا احساس تھا یا شاید پرفیسر یعقوب کا لہجہ شایان کو اندر تک جلا رہا تھا۔

شایان نے کمرے سے ملحقہ بالکونی کا دروازہ کھولا ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن یہ بھی شایان کے اندر کی آگ بجھانے کے لیے کافی نہیں تھا

رات میں وہ بستر پر لیٹے ہوئے یہی سوچتا رہا کہ اسے گھر سے چلے جانا چاہیئے۔۔۔ وہ کہاں جائے؟؟؟
ہوسٹل۔۔۔۔ہاں یہی سہی رہے گا۔۔۔۔اماں کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔شایان شہر سے دور بھی نہیں جانا چاہتا تھا اور اس گھر میں بھی وہ رہنے کو تیار نہیں تھا۔۔۔ یہ خیال اسے کچھ بہتر لگا تھا۔۔۔۔ یہ وہ کر سکتا تھا۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••

فون کی گھنٹی کے بجنے سے تنگ آکر حیات صوفے پر سے یوں اٹھی جیسے فون کرنے والے کا گلا دبوچ دے گی۔۔۔

پیر پٹختی ہوئی وہ فون تک آئی تھی۔گھر میں دادی اور حیات کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔۔۔

"ہیلو جی بولیں کیا آفت آئی ہے؟"

حیات کو اپنے آرام میں خلل پڑنے پر شدید غصہ تھا جو شاید بیچارے فون کرنے والے پر اترنا تھا اب۔

"آفت نہیں طوفان۔۔۔ آپکا تایازاد زریان۔۔۔ کیسی ہیں مس حیات قدیر؟" زریان کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ جس نے حیات کے غصے کی پرواہ تک نہ کی تھی۔۔۔

"اوہ سوری تم۔۔۔ نہیں آپ۔۔۔

وہ میں سمجھی کوئ رانگ نمبر ہے"

زریان کا نام سن کر حیات بوکھلا گئ تھی۔

"تم ؟؟ مجھے تم کہ رہی۔۔۔ بتاتا ہوں دادی کو۔۔۔" زریان نے جملہ اچک لیا تھا حیات کا۔۔۔

"یار منہ سے نکل گیا نہ اتنی تمیز مجھ سے نہیں دینی ہوتی۔۔۔ تم تو جانتے ہی ہو مجھے"

اب حیات بھی نارمل ہو چکی تھی

"اوئے یار ہی کہ دیا۔۔۔ مطلب سیدھا ہی۔۔۔ توبہ لڑکی۔۔۔ اچھا بتاؤ چچی کہاں ہیں؟ اور وہ ارمش" حیات کے ساتھ ہنسی مزاق کا کوئی موڈ نہ تھا زریان کا۔۔۔

"مجھے نہیں پتا ابھی گھر نہیں ان سے بات کرنی ہے تو بعد میں فون کر لینا"

ارمش کے نام پر حیات کو آگ لگی تھی جس کا اظہار اس نے کال کاٹ کر کیا تھا۔

"کون تھا فون پر ؟؟؟" دادی نے غصے میں بپھری ہوئی حیات کو یوں فون کاٹتے دیکھا تو پوچھ بیٹھیں۔۔۔

"کوئی نہیں دادی کوئی لڑکا تھا کہہ رہا تھا ارمش سے بات کرنی ہے میں نے بتا دیا گھر نہیں ہے"

حیات بے نیازی سے جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہائے اللہ۔۔۔ یہ دن رہتا تھا۔۔۔ یہی سننے کو زندہ ہوں۔۔۔ ہائے ہائے۔۔۔ لڑکوں کے فون آئیں گے اب نواب زادی کے لیے۔۔۔"

دادی جہاں تھی وہیں بیٹھ کر سر پیٹنے لگی۔۔۔ عین اسی وقت قدیر صاحب بچوں اور بیوی کے ساتھ واپس آ چکے تھے۔۔۔

"اماں کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہیں ؟؟" قدیر صاحب نے ماں کو یوں بین کرتے دیکھا تو بھاگتے ہوئے ماں کے پاس چلے آئے۔۔۔ بیٹا پوتا پوتی اور بہویوں ایک دم سے اماں جی کی حالت دیکھ کر حیران ہو گئے تھے۔۔ وہیں حیات بھی بوکھلا کر رہ گئی تھی۔۔۔ دادی نے اس کا غصہ پریشانی میں بدل ڈالا تھا۔۔۔

"یہ تو تو اپنی لاڈلی سے پوچھ کیا گل کھلا رہی ہے"

دادی کا غصہ ارمش کو دیکھ کر آسمان کو چھونے لگا تھا

"دادی میں نے کیا کر دیا ہے؟" ارمش نے اپنی جانب اٹھتی انگلی کو دیکھا تو گھبرا کر بولی۔ اس کے چہرے پے ہوائیاں اڑنے لگی تھی۔۔۔ زندگی میں قدم قدم پر وہ خود کو بچاتی آئی تھی۔۔ اس نے کون سا گناہ کر دیا تھا جو دادی اس قدر واویلا کرنے لگی تھیں۔۔۔

"اماں جی کیا بول رہی ہو آپ ؟ ارمش تو ابھی میرے ساتھ واپس آئی ہے گھر۔۔۔

"پوچھ اپنی بیٹی سے کس سے عشقیاں موشوقیاں لڑا رہی ہے ؟ کس کے فون آرہے ہیں اسے گھر ؟"

دادی ارمش کی طرف داری پر اور سیخپا ہو گئ تھیں

"فون !" ارمش کے کانوں میں دادی کی آواز گونجنے لگی تھی۔۔۔ اب تو قدیر صاحب نے بھی بیٹی کی طرف بے یقینی سے دیکھا۔۔۔

"یہ سب کیا ہے ؟ ارمش" !

"ابا ایسا کچھ نہیں آپ تو جانتے ہیں مجھے "

ارمش رو دینے کو تھی کچھ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپکنے کو تیار بیٹھے تھے

"ہاں ہاں یہ تو بہت شریف ہے۔۔۔ دیکھ لیا قدیر صاحب میں نہ کہتی تھی۔۔۔ آج اپنی ماں کے منہ سے سن لیا نا۔"

اب کی بار فرحت نے ارمش پہ کیچڑ اچھالنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

گھر کا ماحول ایک دم سے آفت زدہ لگنے لگا تھا۔۔۔

"بس کر دو اماں ہو جاتا ہے۔۔۔ فون آجاتے ہیں۔۔۔" حیات نے جلدی سے ماں کو ٹوک کر ارمش کے قریب پہنچ کر اسکے آنسو صاف کیے۔۔۔

"ابا میں سچ کہہ رہی ہوں میرا یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا"

ارمش حیات کے ساتھ لگی روئے جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنی صفائیاں دے رہی تھی۔

"چلی جاو ارمش اس وقت جاو یہاں سے۔۔۔لے جاؤ حیات اسکو۔"

قدیر صاحب نے دونوں بیٹیوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔۔۔

وہ اس وقت ماں اور بیوی دونوں کی باتوں کو سن سن کر اپنے دماغ کو بند ہوتا محسوس کرنے لگے تھے۔۔۔

حیات کی سانس بھی اٹکی ہوئ تھی ایسا تو اس نے بھی نہیں سوچا تھا سو فوراً ارمش کو لے کر کمرے میں چلی گئ

"حیات کون تھا وہ۔۔۔فون کس نے سنا تھی؟؟بتاؤنا۔۔"ارمش حیات کا بازو پکڑ کر اس سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"پتا نہیں ارمش میں نہیں جانتی اسے"حیات ارمش سے نظریں چرا رہی تھی

"کس کو پتہ ہے۔۔۔میں نہیں جانتی کسی کو۔۔۔ تمہیں معلوم ہے میرا تو فون بھی یوں سامنے رہتا ہے۔۔۔حیات میں ایسی نہیں ہوں ابا کو بتاؤنا۔۔۔"

ارمش بہن کے سامنے بچوں کی طرح رونے لگی۔۔۔اس نے روتے ہوئے حیات کی بازو کو زور سے تھام رکھا تھا۔۔۔

"میں جانتی ہوں ارمش چلو رونا بس کرو کچھ نہیں ہوا سب خیر ہے دادی بھی ایسے ہی بات کو بڑھا دیتی ہیں چلو اٹھو منہ دھو کر آو"

حیات کے لیے ارمش کے ساتھ اچھا بی ہیو کرنا اب مشکل ہو رہا تھا اس لیے اس سے جان چھڑانا چاہی

دادی کے بارے میں حیات کی بات سن کر ارمش کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔اسے ابا کو سب پھر سے بتانا ہے۔۔۔وہ غلطی پہ نہیں ہے۔۔۔۔اس لیے رونا کیسا۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••••••

کالج کی دوستوں کے سامنے ماڈلز کے انداز میں کیٹ واک کرتے ہوئے حیات خوشی سے ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔۔۔اس فیشن شو کا آغاز تب ہوا جب سے کلاس کی لڑکیوں کو آڈیشن کے بارے میں اطلاع ملی تھی۔

"بس کر دو اب بیٹھ جاؤ کل کے لیے بھی کچھ بچا کے رکھ لو، یہ ادائیں یہ اداکری۔"نازش نے حیات کو کلائی سے پکڑ کر اپنے پاس بیٹھاتے ہوئے کہا۔۔دونوں دوستوں کو چھوڑ کر اب ہجوم گھٹنے لگا تھا۔

"فکر نہ کرو، اداکاری میں تمھاری دوست سے کوئی نہیں جیت سکتا۔۔"فخر سے حیات نے اپنے بالوں میں ہاتھ گھمایا اور معنی خیز نظروں سے نازش کی جانب دیکھا۔۔۔نازش نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیرت سے حیات کو دیکھا، وہ حیات کی بات کو سمجھ نہ پائی تھی۔۔

"کیا؟ ایسے کیا؟"حیات نے ایک دم سنجید گی طاری کرلی تھی۔

"کون سی ایکٹنگ کرلی ہے جو اتنا پھول رہی ہو میڈم۔"نازش نے عادت سے مجبور کریدنے کی کوشش کی۔کوشش کامیاب رہی تھی۔حیات تو اپنے تازہ ترین کارنامے کو بتانے کے لیے بیتاب ہو رہی تھی۔اشارہ ملتے ہی وہ گزشتہ روز پیش آنے والے واقعے کو تفصیل سے بیان کرنے لگی تھی۔۔۔

"اگر انکل کو معلوم ہوا کے وہ فون زریان کا تھا؟اور تمھاری دادی نے بھی بتایا کہ انہیں تم نے بتایا تھا۔۔۔"نازش کی سانس خوامخواہ ہی اٹک کے رہ گئی تھی۔۔جیسے مجرم حیات نہیں بلکہ وہ ہے۔۔۔حیات کی اس حرکت کو کیانام دیا جائے،نازش سمجھ نہ سکی تھی۔۔۔

"کون بتائے گا؟تم؟کیونکہ میں تو بتانے نہیں والی اور میرے علاوہ تمھیں پتا ہے"

حیات بے فکری سے اپنے فون میں کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھی۔

"مم میں مگر میں کیوں۔۔۔اگر دادی نے کہا کے فون تم نے سنا اور وہ تمھارا کزن بھی تو کال کر سکتا۔"نازش نے اب کی بار ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔۔۔نہ جانے اب کی بار کیا سننے کو ملے۔۔۔

"وہ زریان۔۔۔وہ کال کر بھی لے اسے کیا پتا یہاں کیا ہوا تھا؟ اور دادی۔۔۔وہ ویسے ہی میرے ہاتھ میں ہیں۔۔۔میں جو بولوں گی مان لیں گی۔۔۔"

حیات لاپرواہی سے نازش کو بے فکر رہنے کا کہہ رہی تھی جیسے وہ سب سنبھال لے گی۔

"حیات ویسے تم ارمش کو اتنا کیوں ستاتی ہو؟؟ کوئی خاص ضد؟" چپس کا پیکٹ بڑھاتے ہوئے نازش نے بات بڑھائی

"ضد سے کچھ بڑھ کر"

حیات کے ذہن میں ایک دم زریان کا چہرہ آیا تھا

"لو جی مجھ سے بھی چھپاؤ گی؟" نازش موقع کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔۔۔

"میں نے کیا چھپایا؟"

حیات مکر گئی تھی

"ضد سے بڑھ کر؟ حسد کرتی ہو ارمش آپی سے؟" نازش نے فوراً سے ارمش کی طرف داری کی۔

"حسد؟؟؟ ہاہاہاہا۔۔۔ حسد کرنا بھی ہو مجھے تو اس کلموہی ارمش سے کروں گی۔۔۔ واٹ آ جوک۔۔۔

اس میں ایسا کیا جو اس سے کوئی حسد کرے ہاں ترس کھایا جا سکتا ہے اس پر"

حیات کو نازش کی بات پر خوب ہنسی آئی تھی۔۔۔

"اور یہ فون کا جھوٹ ؟ اگر زریان مل گیا ارمش کو ؟" نازش کو اپنی بات کا مزاق میں اڑائے جانا اچھا نہیں لگا تھا۔۔۔ وہ حیات کو آخری حد تک ستانا چاہتی تھی اب۔۔۔ اس کے چہرے کی یہ مغرور ہنسی نازش کو اپنی توہین لگنے لگی تھی۔۔

"ملے گا کیسے ؟"

حیات نازش کے بلاوجہ اس بات پر اڑ جانے سے زچ ہونے لگی تھی اسے ارمش کے بارے میں مزید بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا

"تم جانتی ہو کیسے۔۔۔" حیات کے چہرے پہ چھائے ناگوار تاثرات نے نازش کے دل میں ٹھنڈ ڈال دی تھی۔۔۔ اسے سکون آگیا تھا۔..

اب دونوں دوستیں کلاس لینے جا رہی تھی اور ان کے درمیان کسی بھی طرح کی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

ایک وسوسہ ڈالا تھا نازش نے حیات کے دماغ میں۔۔۔ جو آہستہ آہستہ اپنا کام دیکھانے لگا تھا۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••

"ماں میری مری ہے یا ارمش کی؟" فرحت کو حیات کی بات سن کر دھچکا لگا تھا۔۔وہ کیسی بات کر رہی ہے اور جب سے کالج سے آئی ہے غصے میں ہے۔۔۔ابھی بھی رشتہ کروانے والی اس عورت کو جس طرح بے عزت کر کے اس نے گھر سے نکالا تھا یہ سب کچھ فرحت کی سمجھ سے بالا تھا۔۔۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ مجھے مارنے کی بات کر رہی ہو تم!" فرحت کے حیرت بھرے چہرے پر اب غصہ چھا گیا تھا۔۔۔بیٹی کیسے اپنی ماں کے بارے میں ایسی بات بول سکتی ہے۔۔۔

"نہیں اماں آپ کیوں مریں گی۔۔۔مار تو آپ مجھے رہی ہو۔۔۔یہ کیوں آئی تھی رشتے والی ماسی۔۔۔" دروازہ بند کر کے ماں کے سامنے کمر پہ دونوں ہاتھ رکھے کھڑی حیات کے تیور اچھے دیکھائی نہ دیتے تھے۔۔۔بیٹی کا یہ روپ اور اکیلی کمرے میں۔۔۔۔فرحت بیگم کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔۔۔انہیں اپنی ہی بیٹی سے خوف آنے لگا تھا۔۔۔

"توکیا کروں؟ بیٹھی رہو گی کیا؟" ماں نے بیٹی کو بھی اسی لہجے میں جواب دیا جس میں وہ بات کر رہی تھی۔۔۔

"کیوں؟ بوجھ ہوں؟ یا خاندانی نہیں کے کوئی خاندان سے قبول نہیں کرے گا؟" حیات نے ماں کو بھی اس کی شادی کرنے کا واقع یاد دلایا تھا۔۔۔ جو وہ ماں کی زبان سے ہی سنتی آئی تھی۔۔۔

"کون ہے اس گنوار خاندان میں؟ پاگل ہو تم؟؟؟" خاندان کے تمام ہی لڑکے کم پڑھے تھے اور گاؤں میں رہتے تھے۔۔۔

"کیا چل رہا آپ کے دماغ میں؟؟؟ زریان کو بھول گئی ہیں آپ؟؟ یا تایا جی کا ارادہ نہیں ہے۔۔۔" حیات نے ماں کو بازو سے پکڑ کے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔۔۔

"زریان؟ وہ تو تمھاری بہن کے لیے سوچ رکھا ہے تمھارے ابا نے۔۔۔" فرحت نے فوراً سے جواب دیا۔۔۔ ماں کا جواب سنتے ہی حیات اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"تو؟ میری ماں میرے لیے کچھ نہیں کرے گی؟؟؟ میری تو ماں زندہ ہو کر بھی کچھ نہیں کر رہی۔۔۔" حیات نے بات دوہرائی تھی۔۔۔

"اوہ۔۔۔اب سمجھی میں۔۔۔" بیٹی کی بات اب کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی تھی فرحت کے۔۔۔

"تو تم ہی بتاؤ کیا کروں میں۔۔ تمھارے ابا کو کون سمجھائے یہ بات۔۔۔وہ کلموہی کہاں جچتی ہے زریان کے ساتھ۔" کلموہی کہتے ہوئے فرحت نے نفرت سے منہ کو بھی چڑاتے ہوئے کہا تھا۔۔ دونوں ماں بیٹی آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں نا امی کہاں وہ ارمش کہاں زریان اب بھلا زمین کا آسمان سے کیا جوڑ اور تو اور آپ بھی ابا کے ساتھ مل کے ارمش کو زریان کے ساتھ سوچ بیٹھی کیا آپکو اپنی بیٹی نظر نہیں آئی؟" حیات نے چہرے پے معصومیت لاتے ہوئے ماں کو دیکھا... وہ اپنی باتوں کے جال میں لے آئی تھی اپنی ماں کو بھی۔۔

"جوڑ تو نہیں مگر تمھاری دادی اور ابا۔۔۔" ماں نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔۔

"کیا دادی کی تو آپ بات ہی نا کریں میری کسی چیز کسی بات کو وہ نہیں ٹالتی میں دن کو رات کہوں تو وہ رات سمجھیں اور رہے ابا ان کو سمجھانا آپ کا کام ہے" حیات نے گویا بات ہی نمٹا دی تھی۔۔

بیٹی کی باتوں کا جادو اثر دیکھانے لگا تھا۔۔۔ فرحت کے دماغ میں یہ بات کیوں نہ آئی تھی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ آج ہی بات کرتی ہوں تمھارے ابا سے۔۔۔ اور تم بھی تو یہ کپڑے ڈھنگ کے پہنو۔۔۔ کیا بنی رہتی ہو۔۔۔ نہ لڑکا نہ لڑکی۔۔۔" ارمش کے مقابلے کا سوچ کر انہیں اپنی بیٹی بلکل صفر معلوم ہوئی تھی۔۔۔۔

"اوہو اماں"!

حیات نے ماں کے گرد بازو حاہل کر کے ان کو گال پر پیار کیا۔

"آپ بے فکر رہیں اب میں وہی پہنوں گی جیسا آپ کہیں گی بس مجھے زریان چاہیئے۔۔" آنکھوں میں کچھ ایسی چمک آئی تھی حیات کی جیسے اسے زریان آج ہی مل گیا ہے۔۔۔

"زریان ملے گا۔۔۔ لیکن یہ سب چھوڑنا ہو گا۔۔۔ اور یہ شرٹ۔۔۔ بیٹا جی یہ تو فراز کی ہے۔۔۔ اتارو اسے وہ پھر لڑے گا مجھ سے۔۔۔" حیات نے چھوٹے بھائی کی شرٹ پہن رکھی تھی۔۔۔ فرحت ماتھا پیٹ کر رہ گئی تھی۔۔۔ یہ لڑکی کیوں ایسے لباس پہنے رکھتی جسے دیکھ کر اس کے ابا کو غصہ آئے۔۔۔

"ہاں ہاں اماں اتار دیتی ہوں آپ بات تو کریں نا پہلے ابا سے جلدی سے ابھی ابا گھر ہی ہوں گے اپ ابھی جا کے بات کریں" حیات ماں کو پکڑ کر دروازے تک لے گی "ایسے کیا دیکھ رہی ہیں جائیں بھی اب.... "ماں سے وہ یہ کام بہت جلد کروالینا چاہتی تھی۔۔۔ کہیں کل کو اس کا بولا ہوا جھوٹ اس کے راستے میں دیوار نہ بن جائے۔۔۔

"جاتی ہوں جاتی ہوں اور تم تو اس طرح کے کپڑوں میں باہر نہ ہی آنا۔۔۔" بیٹی کو ہدایات جاری کرتی ہوئی فرحت باہر نکلی تو سامنے سے ارمش آتی دیکھائی۔۔۔ ارمش کو دیکھتے ہی فرحت کے چہرے پر جو تاثرات تھے وہ ارمش کے لیے نئے نہ تھے۔۔۔ وہ اس سب کے ساتھ جینے کی عادی ہو گئی تھی۔۔۔

"حیات یہ امی کو کہاں بھیجا ہے تم نے؟

وہ بھی ایسے جلدی میں۔۔۔

کوئی بات ہوئی ہے کیا؟"

ارمش امی کے ساتھ سے ہوتی ہوئی اندر آئی اور حیات سے سوال کیے بنا نہ رہ سکی۔۔۔

"تم تو ایسے پوچھ رہی ہو جیسے کوئی جاسوس ہو امی کی کہ وہ کب کیا کرتی ہیں کہاں جاتی ہیں"!

حیات نے ارمش کی طرف دیکھ کر طنز کیا۔۔۔

"حیات اس میں جاسوسی کی کیا بات ہے مجھے عجیب لگا اس لیے پوچھ لیا"

حیات کا رویہ نیا نہ تھا وہ ہمیشہ ہی ایسے بات کرتی لیکن آج شاید ارمش بھی تھکی ہوئی تھی جو اس کو اسی کے لہجے میں جواب دے بیٹھی۔۔۔۔

"تمہیں کچھ عجیب نہیں بھی لگتا ارمش! ویسے بھی جو خود عجیب اور مشکوک ہوتے ہیں ان کو سب اپنے جیسا ہی لگتا ہے۔۔۔" حیات کبرڈ کھولے اپنے لیے امی کا پسندیدہ سوٹ نکال رہی تھی۔۔۔

"حیات۔۔۔

چھوڑو تم سے کچھ پوچھنا ہی فضول ہے۔۔۔ میرا دماغ خراب ہے جو تم سے پوچھ بیٹھی"

ارمش بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اپنا سر ہاتھ سے ہلکا ہلکا دبانے لگی تھی۔

"تو میری جان تمہیں کس نے کہا کے ایسے فضول عجیب و غریب سوال مجھ سے پوچھو؟ اچھا اب غصہ تھوکو اور یہ بتاو ان میں سے کون سا پہنوں؟"

"حیات جو مرضی ہے پہن لو پلیز مجھے تھوڑی دیر سونے دو"

ارمش تکیا آنکھوں پر رکھ کر سونے کی تیاری کرچکی تھی۔۔۔

"میری طرف سے مر جاو مجھے کیا میں تو چلی فریش ہونے"

"گرلز۔۔۔والد صاحب کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔۔کون بنائے گی۔۔؟"

یہ فراز تھا جو کمرے میں بے دھڑک داخل ہوا تھا۔۔فراز اور اس کا موبائل۔۔۔

حیات اپنے کپڑے اٹھائے باتھ کی جانب چلی۔۔۔

"میں بناتی ہوں"

ارمش کو پتا تھا حیات نے تو یہ زحمت کرنی نہیں اس لیے تکیا سایڈ پر رکھ کے بیٹھ کے بال سیٹ کرنے لگی۔

"حیات آپی منہ اچھا نہ ہو بات اچھی کر لیا کرو۔۔۔" فراز نے حیات کو ارمش سے یوں بات کرتے دیکھا تو بول اٹھا۔۔

"بکواس بند کرو فراز میرا موڈ نہیں ہے تمہاری سڑی ہوئی باتیں سننے کا"!

"میری بات سڑی؟ اور اپنا دل؟؟؟ یہ میری شرٹ اتار کے آگ لگا دینا۔۔" اپنی شرٹ پہچان لی تھی فراز نے۔۔۔

"فراز چلو یار"

ارمش دروازے پر کھڑی اسے ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی۔۔ حیات سے اور بات کر کے وہ الریڈی خراب موڈ کو مزید خراب نہیں کر سکتی تھی۔

اس سے پہلے کے ارمش باتھ روم کا دروازہ بند کرتی فراز کی بات نے اسے آگ لگا دی تھی

"ہاں ہاں کیوں نہیں اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی جلا دوں گی۔۔۔۔"

"چلو آپی۔۔۔"فراز پہلی بار ارمش کے ساتھ چل دیا تھا۔

حیات کی بات سن کر وہ رک گیا۔۔۔

"مجھے نہیں حسد میں خود جل جاو گی۔۔۔۔"فراز بھی اسکا سگا بھائی تھا کب ہار ماننے والا تھا وہ۔۔۔۔

ارمش بمشکل فراز کو کھینچتی ہوئی باہر لے آئے تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••••

چائے کی پیالی میز پر پٹختے ہوئے قدیر صاحب نے بیوی اور ماں کو غیر یقینی سے دیکھا۔۔۔

"فرحت مت بھولو۔۔۔ حیات کی طرح ارمش بھی میری اولاد ہے۔۔۔"قدیر نے بیوی کی بات سن کر خاموش کمرے میں ہلچل مچادی تھی۔۔

فرحت نے حیات کے کہنے پہ اپنے شوہر سے بات کی تھی۔۔وہ یوں بھڑک اٹھیں گے اس کا تو گمان بھی نہ تھا۔۔۔ انکا غصے میں آنے کا اندازہ تو تھا مگر یہ شدت ہو گی یہ بات کچھ ہضم نہ ہوتی تھی۔۔۔

"نا قدیر پتر اس میں اتنا غصے والی کون سی بات ہے؟ تو بات تو ایسے کر رہا ہے جیسے ہمیں پتا ہی نا ہو کے ارمش بھی تیری اولاد ہے یا پھر پتر ہم نے کوئی فرق رکھا ہو؟" دادی نے بیٹے کو رام کرنے کے لیے داؤ کھیلا تھا۔۔۔ اپنے بیٹے کی دوسری شادی کروا کر انہوں نے جس عذاب میں ڈالا تھا ارمش اور طلحہ کو وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں تھا۔۔۔

"اماں جی؟ فرق؟ فرق ہی تو کر رہی ہیں۔۔۔ میں ایک بیٹی کے نصیب سے خوشیاں نکال کے دوسری کو دے کہ گنہگار ہو جاؤں؟"

قدیر نے اماں کی بات سن کر انہیں صاف صاف کہہ ڈالا۔۔۔ جو وہ عام حالات میں شاید کبھی نہ کہتے۔۔۔

"اماں دیکھ لیں انہیں کیسی بات کر دی انہوں نے۔۔" ہوں ہوں کی مصنوعی رونے کی آواز نکال کر پلو سے آنکھیں صاف کرنے کا ڈھونگ رچاتے ہوئے، فرحت بیگم نے اپنی ساس کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ یہ سب دکھاوے کو کر رہی ہیں اس کا قدیر صاحب کو علم تھا۔۔۔ ان کے ساتھ ہمیشہ یہی کھیل کھیلا گیا تھا۔۔۔ لیکن اب کی بار وہ کسی کی باتوں میں آنے والے نہ تھے۔۔۔

"نہ قدیر کیا ہو گیا ہے۔۔۔ اس نے تیرے دو بچے پال کے جوان کیے ہیں۔۔۔ اک نکی سی بات نہیں مان سکتا بیوی کی۔۔۔" ماں نے بھی بہو کے اشارے کو سمجھ لیا تھا۔۔۔ اب جذباتی کر کے ہی یہ معاملہ اپنے حق میں کیا جا سکتا تھا۔۔۔

"اماں تو میں نے کب کہا کے اس نے نہیں پالے مگر اس وقت یہ صرف حیات کی ماں بن کے مجھ سے بات کر رہی ہے۔۔۔" اولاد میں فرق قدیر صاحب کے نزدیک خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے منہ موڑنا تھا۔۔۔

"تو کیا قدیر صاحب میں اپنی سگی بیٹی کے لیے اتنا بھی نہ سوچوں۔۔۔ میں جانتی ہوں میں تو بیوی آپکی اس لیے آپکی اولاد کی نوکر بن کے رہوں۔۔۔" آنسوں صاف کرتے ہوئے فرحت نے مکاری سے جال بچھایا تھا۔۔۔

"میری دونوں بیٹیاں ہیں میں نے دونوں کے لیے سوچ رکھا تم چھوڑ دو یہ سوچیں۔۔۔ تم صرف دونوں کا خیال رکھو اور مجھ پر یقین رکھو میں دونوں کے لیے انشاء اللہ صحیح فیصلہ لوں گا"

قدیر صاحب اپنے فیصلے پر اٹل تھے اور ان عورتوں کی چالبازیوں سے دور رہنا جانتے تھے۔

قدیر صاحب کے کمرے سے جاتے ہی ساس بہو نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔۔۔ خاموشی کے باوجود ایک چیز جو چیخ چیخ کر سنائی دے رہی تھی۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔" باپ کی مرضی کے خلاف رشتہ۔۔۔ ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔

فرحت نے دوپٹہ سر سے اتار کر ساس کو دیکھا۔۔۔ وہ اس ڈرامے کی وجہ سے اپنا حلیہ بگاڑے بیٹھی تھیں۔۔۔۔

"اماں اگر یہ نہ مانے تو؟ آپ جانتی ہو اپنی پوتی کو۔۔۔"

"چھوڑ تو ابھی۔۔۔ابھی کون سا ہم شادی کرنے لگے ہیں میں آہستہ آہستہ کرتی ہوں کچھ "

دادی حیات کو جانتی تھی اب منہ سے نکال بیٹھی ہے تو پورا کروا کر رہے گی اس لیے کچھ سوچنے لگی۔

دادی کے خاموش ہوتے ہی حیات اندر داخل ہوئی اسکی نظریں مسلسل باہر کی طرف تھیں۔۔۔جیسے کسی کے آنے کا انتظار یا خوف طاری۔۔۔

"ام ام اماں۔۔۔۔"حیات ہکلاتے ہوئے بولی۔۔۔

فرحت بیگم حیات کے چہرے پر اتنی بے چینی دیکھ کے حیران رہ گی

"اب تمہیں کیا ہو گیا ہے حیات اتنا ڈری ہوئی کیوں ہو ؟"

"اماں وہ ابا۔۔۔ فون۔۔۔" حیات سچ مچ گھبرائی ہوئی تھی۔۔۔اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑتے جارہے تھے۔۔۔وہ کبھی دادی اور کبھی ماں کو دیکھتی تھی۔۔۔

"کچھ بولے گی بھی یا یوں ہی اماں ابا کر کے ہماری جان لے گی؟" دادی نے غصہ ہوتے ہوئے کہا۔۔۔

حیات نے جو جھوٹ بولا تھا اس کا نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔۔۔زریان فون پہ اپنے چچا کو بتارہا تھا کہ اس نے پہلے بھی فون کیا تھا اس روز شاید آپ گھر نہ تھے۔۔۔حیات کے جھوٹ کا سانپ اسکو ڈسنے کے لیے آ گیا تھا۔۔۔

"اماں۔۔۔۔ فرحت۔۔۔۔ حیات۔۔۔۔ یہاں آ و جلدی سے سب۔۔۔" قدیر نے گھر کی خاموش فضا کو تھرتھرا کے رکھ دیا تھا۔۔۔۔ حیات تو جیسے منجمد ہو گئی تھی۔۔۔وہ پہلی مرتبہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔۔۔

وہ تینوں باہر حال میں آ گئی تھیں جہاں ارمش اور فراز بھی شور سن کر ابھی ہی پہنچے۔۔۔سوائے حیات کے کسی کو بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔۔

"کس مٹی کی بنی ہو تم؟" قدیر صاحب نے حیات کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔۔ وہ اس کا گلا دبوچنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ فرحت نے انہیں روک لیا۔۔۔

"کیا کرتے ہیں جوان بیٹی پہ ہاتھ اٹھائیں گے؟؟؟" فرحت اپنے شوہر کو کھینچتی ہوئی حیات سے دور لے گئی تھی۔۔۔ حیات کا تو رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔۔ اس کے لیے یہ سب خلاف توقع تھا۔۔۔

"پوچھو اس بدبخت سے۔۔۔ کیا کارنامہ کیا ہے اس جوان اولاد نے۔۔" بیوی کی گرفت سے بازو آزاد کروا کر قدیر صاحب نے اپنا چہرہ بھی اس جانب سے پھیر لیا تھا۔۔۔ وہ حیات کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔۔۔

"کیا کیا ہے اتنا کون سا طوفان آ گیا ہے"

دادی بھی حیات کے حق میں بولی تھیں۔۔۔ آخر کو ان کی لاڈلی تھی حیات۔

"آپکی لاڈلی نے تہمت لگائی ہے اماں۔۔۔اس بے حیالڑکی نے جھوٹ بولا تھاارمش کو فون آیا کسی کا۔۔۔"
آواز بلند ہوئی تھی لیکن جلد ہی وہ خود بھی بیٹھ گئے اور ان کی آواز بھی حلق میں اٹک کر رہ گئی۔۔۔۔ان کی نظر
جب ارمش پہ پڑی توان کی ہمت جواب دے گئی تھی۔۔۔

"اماں وہ اور کوئی نہیں تھا، فون کرنے والا آپکا پوتا زریان تھا۔۔۔۔اور اس نے۔۔۔۔"وہ اس سے زیادہ برا کیا
کہہ سکتے تھے۔۔۔اپنی بیٹی کو بے حیا تو کہہ چکے تھے۔۔۔۔

"پتر حیات کو غلط فہمی ہو گئی نہ اس میں اتنا واویلا کرنے والی کون سی بات ہے؟"

دادی نے ایک دفعہ پھر حیات ہی کی سائیڈ لی تھی۔۔۔

"اماں؟غلط فہمی؟پوچھیں اس سے اس نے جھوٹ بولا کے نہیں۔۔۔اس نے نام ظاہر نہیں کیا زریان کا۔۔۔
کیوں؟؟"قدیر نے حیات کی جانب بڑھتے ہوئے ماں سے سوالات پوچھے تھے۔۔۔وہ آج حیات پہ ہاتھ اٹھائیں
گے یہ بات تو واضح ہو گئی تھی۔۔۔کوئی بھی ایسی چیز مل جائے جس سے وہ حیات کی درگت بنا سکیں۔۔۔لیکن
افسوس ایسا قریب قریب کچھ بھی نہ تھا۔۔۔

"ابا میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی آپ کو جو کہنا ہے کہ لیں مجھے مارنا ہے مار لیں مگر میں اتنا گھٹیا کام کیوں کروں گی کیا میں زریان کی آواز نہیں پہچانتی وہ زریان نہیں کوئی اور تھا"

"اور تھا؟؟؟ ابھی بھی؟؟؟ زریان کے فون کے بعد بھی یہ کہو گی؟؟؟ حد ہوتی ہے جھوٹ کی۔۔۔ فرحت بیگم لے جاؤ اسے میری نظروں کے سامنے سے۔۔۔" قدیر کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کریں۔ حیات ان کے سامنے کس ڈھیٹائی سے جھوٹ کہے جا رہی تھی۔۔۔ دوسری جانب زریان کی باتیں۔۔۔

"اور اماں آپکی اس لاڈلی کا سچ شام میں زریان گھر آکر بتا دے گا۔۔۔" زریان نے اپنے آنے کی اطلاع دینے کے لیے ہی فون کیا تھا۔ اسکی ٹرانسفر ہوگئی تھی یہاں، اب سے وہ یہیں رہنے والا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے ابا تو فیصلہ شام کو ہی ہوگا آپ کو پتا لگ جائے گا کے میں جھوٹ بول رہی ہوں یا سچ"..

انکھوں کو بے دردی سے مسلتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔۔

حیات کا یہ طرز عمل چونکا دینے والا تھا قدیر صاحب کے لیے۔۔۔انکا بھتیجا جو کہ رہا ہے اگر وہ سچ ہے تو حیات کسی بھی قسم کا ڈر خوف محسوس کیوں نہیں کر رہی۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••^•••••••••••••••••••••••••••

ارمش خود کے بے قصور ثابت ہو جانے پہ بے حد خوش تھی۔ لیکن وہیں اسے حیات کی آنکھوں میں اپنے لیے دیکھائی دینے والی نفرت اور غصہ عجیب لگے تھے۔۔۔ اماں اور دادی تو ایسے تھیں جیسے سانپ سونگھ گیا ہو انہیں۔۔۔ ایک ابا ہی تھے جو کچھ مطمئن تھے۔۔۔ لیکن حیات کے ایسا کرنے سے وہ بھی دل برداشتہ تھے۔۔

"حیات رو نہیں نا۔۔۔" ارمش حیات کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔۔ وہ اس کے لیے کھانا لائی تھی۔۔۔

"روتی ہے میری جوتی دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ آج تمہاری صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ابا نے میری اتنی بے عزتی کی۔ غلطی تمہاری ارمش بی بی!!!

عاشق تمہارے۔۔!!!

تمہارا اپوچھتے اور گنہگار میں۔" شعلے برساتی ہوئی حیات کی آنکھیں لال ہو رہی تھی۔۔ غصے کی وجہ سے اسکے ہونٹ کانپ رہے تھے۔۔۔

"بس کر دو حیات۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔ زریان کے سب سچ بتانے کے بعد بھی۔۔۔" ارمش کا ہاتھ میں اٹھایا نوالہ ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔۔۔ وہ حیرت سے حیات کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"کیا کہا چپ ہو جاؤں؟ مجھے تو چپ کروا ہی لیا نا تم نے سب کی نظروں میں گرا بھی دیا۔"

وہ اب باقائدہ رو دی تھی۔

"میری کیا غلطی تھی حیات کسی کی کال آئی اور میں نے دادی کو بتایا! میری غلط انٹینشن نہیں تھی مجھے نہیں پتا تھا کے دادی یوں ابو کو بتائیں گی مگر میں سچ بول رہی ہوں کسی کا فون آیا تھا تمہیں۔۔"

حیات پل بھر میں نرم پڑنے لگی تھی، وہ اب بھی ارمش کو یہ باور کروانے کی کوشش کر رہی تھی کہ فون آیا تھا۔۔۔

"بہت ہو گیا حیات۔۔۔اپنی غلطی مان لیا کرو۔۔۔"ارمش کو حیات کی ہٹ دھرمی پے غصہ آرہا تھا۔یہ لڑکی کیوں اتنی ضدی ہے۔۔۔ارمش نے دل میں سوچا۔اسے اپنے اکیلے پن کی چبھن محسوس ہو رہی تھی۔۔۔فون آیا تھا تو زریان اس کی طرف داری کیوں کرے گا۔۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔

"ساری غلطی میری ہے۔ارمش تم تو پاک صاف ہو نا؟ جاو یہاں سے اس سے پہلے میں خود کے ساتھ کچھ کر لوں.... اور ہاں یاد رکھنا میں ابو کے سامنے سچ لا کر رہوں گی پھر مجھے جان ہی کیوں نا دینی پڑے۔"

حیات نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔وہ اس وقت آسیب زدہ لگ رہی تھی۔

"جان میری لے لو۔۔۔ابا کو مزید تکلیف نہ دو۔۔۔"ارمش نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔۔۔خدا بھی اپنے سامنے جھکنے والوں کو کتنا جھکا دیتا ہے۔۔۔جو اس کی جانب چلتا ہے لوگ راہ میں کانٹے بچھانے لگتے ہیں۔۔۔حیات کی باتیں تو کانٹوں سے بھی نوکیلی تھیں۔۔

حیات کے دل میں نفرت کی جڑیں مزید مضبوط ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔

"ارمش جاو یہاں سے "اب کی بار حیات چیخی تھی

" جاو یہاں سے میں کہ رہی ہوں جاو "اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لے کر وہ دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔
اس کے عصاب جواب دے گئے تھے۔۔وہ پہلی بار ہاری تھی۔۔۔پہلی شکست تھی حیات کی۔۔۔

حیات ارمش کے جانے کے بعد اپنے آپ کو تکلیف دینے کے لیے کسی چیز کو تلاش کر رہی تھی۔۔۔ناکامی کا احساس اور سب کے سامنے ہونے والی بے عزتی نے حیات کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔۔۔وہ آج اپنا اعتماد کھو چکی تھی۔
اسے اپنے آپ میں خامیاں لگ رہی تھی۔۔اس نے آج تک جو کیا تھا اس میں کامیاب ہوئی تھی۔۔۔

ہارنے سے جو زخم دل پہ لگا تھا وہ بہت گہرا تھا۔۔۔...

••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••

حیات نے کلاس نہ لینے کی وجہ دوستوں کو بھی نہ بتائی تھی۔۔وہ کالج کے گراؤنڈ میں ایک طرف اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔اسے کلاس سے نکلتے دیکھ کر نازش اور نوال بھی حیات کے پیچھے چلی آئی تھیں۔۔آج حیات پہلے جیسی حیات دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔۔۔اس کے لبوں پے خاموشی۔۔۔۔

"کیا ہوا حیات؟ٹھیک ہو نا؟"نازش نے حیات کے کندھے کو تھپکی دی اور پاس بیٹھ گئی۔۔حیات کی ایک جانب نوال تو دوسری طرف نازش بیٹھی تھی۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے؟"پاس موجود درخت کی لکڑی اکھیڑتے ہوئے جواب دیا...

"ٹھیک لگ نہیں رہی۔۔"نازش نے حیات کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔بات کریدنے کی یہ عادت حیات کو بولنے پہ مجبور کرنے والی تھی۔۔

"جب کچھ ہوا ہی نہیں ہے تو کیا بتاوں میں؟بس ہلکا سا سر درد تھا تو کلاس نہیں لی..."حیات نظریں چُرا کر بولی۔۔

"اس سر درد کی وجہ کون ہے حیات ؟ دیکھ مجھے جانتی ہو تم۔۔۔ میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتی.. "ہمدردی کا انداز اپناتے ہوئے نازش نے حیات کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔۔۔

"ارمش ہے میرے سر درد کی وجہ۔۔۔ اس نے میری زندگی عذاب کر دی ہے یار۔۔۔!

ابو کے سامنے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔۔۔ اور۔۔۔ اب۔۔۔ اب وہ مجھ سے میرا پیار بھی چھین لے گی۔"

"حیات ادھر دیکھو۔۔۔ تمھاری آنکھیں سوجی ہوئی کیوں ہیں ؟؟

روئی ہو کیا؟"

نوال کی نظر حیات کی آنکھوں پر اٹکی ہوئی تھیں۔

"اوہو ارمش نے کیا کیا ہے ؟"

نوال کچھ سمجھی نہیں تھی۔

"ہاں روئی ہوں۔۔۔ جس سے اس کی زندگی اس کا پیار چھینا جا رہا ہو اور اسی کے سامنے اس کی عزت مٹی میں ملی ہو تو وہ روئے نا تو کیا کرے مجھے کچھ نہیں چاہئے بس وہ چاہیئے۔۔۔"

"حیات ہوا کیا ہے ؟؟ بتاؤ تو۔۔۔ زریان نے کچھ کہا کیا؟"

نوال کچھ کچھ سمجھنے لگی تھی۔۔۔ ہو نہ بات تو زریان کے متعلق ہی تھی۔۔

"وہ فون والی بات ؟ ہے نا حیات ؟" نوال کو نازش پہلے ہی سب بتا چکی تھی۔۔۔ اس کے پیٹ میں کوئی بات رک جائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔

"ہاں وہی بات اس بات کا اتنا ایشو بنا ابو کے سامنے میری اتنی بے عزتی ہوی نازش مجھے زریان چاہیئے اور ابو چاہتے کے ارمش اور زریان کی شادی ہو.... میں نہیں دیکھ سکتی اس کو کسی کے ساتھ مجھے زریان ارمش سے چھیننا ہے اس نے۔۔۔"غصے سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا...

"حیات کوئی کسی سے کچھ نہیں چھین سکتا اگر وہ تمھاری قسمت میں ہے تو تمھیں مل جائے گا۔۔۔

کوئی غلط راہ مت چننا"

نوال کو حیات کے انداز سے ڈر لگ رہا تھا۔۔۔وہ حیات کو جانتی تھی اگر کچھ اسے نہ ملے تو وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی اور اسی بات سے نوال کو ڈر لگ رہا تھا۔۔۔

"پیار حاصل کیا جاتا ہے۔۔۔اور حیات بزدل نہیں ہے۔۔۔"نازش بولی۔۔۔

"نازش اسے سمجھاؤ تم بھی اس کے ساتھ مل گی ہو"

نوال سر پیٹ کر رہ گئ تھی۔۔۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں اپنی قسمت بدل دوں گی اگر وہ میرا نہیں ہوا نا تو پھر کوئ راہ کچھ بھی میرے آگے کچھ نہیں ہو گا سمجھی۔۔۔ تم تم نے پیار کیا ہی نہیں ہے اس شدت سے جس شدت سے میں کرتی ہوں اور میری شدت دن بدن آگ بنتی جا رہی ہے یہ آگ یا تو مجھے جلا دے گی یا پھر اس سے میں کسی کو" حیات بے رحمی سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"یہ کیا جانے پیار کو اس کو بس اچھی باتیں ہی کرنا آتی ہیں یہ میری تکلیف نہیں سمجھ سکتی نازش"...

"کیا سمجھائے یہ مجھے کے پیار نہ کرو اور اگر میں نے پیار چھوڑ دیا تو پھر میرے زندہ رہنے کا بھی کوئ جواز نہیں ہے".

"محبت آگ تو نہیں ہوتی حیات۔۔۔

محبت کی ٹھنڈک محسوس کرو۔۔۔ محبت تو چشمے سے بہتے پانی کی طرح ہے جو ہر ایک کو فائدہ دیتا ہے"

نوال حیات کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

"نوال اپنے مشورے کسی اور کو دینا۔۔۔ابھی کچھ کھانے کو لے آو کینٹین سے۔۔۔اور ہاں جلدی واپس آنا۔۔۔"نازش نے نوال سے پیچھا چھڑانے کا یہ حربہ ڈھونڈا تھا۔۔۔

"محبت ٹھنڈے پانی کی طرح تب ہوتی ہے جب محبوب ہمارے پاس ہو ہماری محبت کو محسوس کرتا ہو ورنہ تو یہ ایک ایسی آگ ہے نوال جو اندر ہی اندر جلا کے مار ڈالتی ہے اس تکلیف سے میں گزر رہی ہوں اس لیے تم نہیں سمجھ سکتی تم صرف اور صرف کتابی باتیں کر سکتی ہو"

"ہمیشہ کتابوں میں گھسی رہتی ہے یہ اور کیا بولے گی۔۔۔"حیات کی بات کی تائید کرتے ہوئے نازش نے کہا۔۔۔

"جاؤ بھی نوال...حیات نے کچھ کھایا بھی نہیں ہو گا کل سے کچھ لے کے آو۔۔۔"نازش نے نوال کو جیسے حکم دیا۔۔۔

نوال بنا کوئی جواب دیے کچھ لینے کے لیے کینٹین چلی گئی۔۔۔حیات کو سمجھانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔۔۔

"تم کیا کرو گی حیات؟"نوال کے جاتے ہی نازش نے سوال کیا۔۔

"پتا نہیں بس مجھے زریان چاہیئے تم بتاو نازش کیا ہے ارمش میں مگر زریان مجھے اس نظر سے نہیں دیکھتا جیسے اسکو دیکھتا"

"تمھاری سگی بہن تو نہیں ہے نا۔۔۔اس کے خون میں ہی کچھ ایسا۔۔۔۔تم ہی بتاتی ہو کہ کیسے انکل نے تمھاری دادی کی مخالفتوں کے باوجود بھی اسکی اماں سے شادی کی تھی۔۔۔"

"ہاں نہایت شاطر ہے جیسی ماں تھی ویسی ہی وہ بھی ہے"...

"ویسے حیات کوئی ایسا منتر ہونا۔۔۔ جیسے فلموں میں ہوتا پڑھ کے دوسرے کو قابو کر لیں۔۔۔"نازش کی نظریں نوال کی منتظر تھیں۔۔۔

"ہاں کاش کے ایسا کچھ ہوتا نازش میں جب سوچتی ہوں نا کے زریان مجھے نہیں ملے گا میرا دل کرتا ہے خود کو مار دوں اور آج وہ آئے بھی پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے کے اس کو دیکھ کے میں بے اختیار ہو جاتی ہوں"...

"تم نے کبھی اظہار کیا؟؟ کر کے تو دیکھو شاید بات بن جائے۔۔۔"نازش منتر والی بات کر کے خود ہی گھبرا سی گئی تھی۔۔

"اظہار کیسے کروں وہ تو بات ہی نہیں کرتا بس سلام دعا تک ہی رسائی ہے"..

"حیات بات کروائی جاتی ہے۔۔۔ تم یہ لڑکوں کی طرح اٹھتی بیٹھتی ہو۔۔۔ ایسے میں وہ کیا دلچسپی لے گا۔۔۔" نازش نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔۔ وہ حیات کے اس بے باک انداز سے بہت جلتی تھی۔۔ ٹیچرز اس کے کانفیڈینس کو پسند کرتی تھیں وہیں نازش کو یہ زہر لگتا تھا۔۔

"نہیں یار اب وہی پہنتی ہوں جو امی کہتی ہیں"..

"یہ لو سموسے اور چاٹ"

نوال ٹیبل پر کھانے پینے کی چیزیں رکھتی ہوئے دونوں کے چہرے دیکھ رہی تھی جو اسے دیکھ کر چپ ہو گئ تھیں۔

"یہ اخبار دینا نوال۔۔۔"نازش کی نظر کسی خاص چیز پہ تھی۔۔

"یہ لو"

نوال نے اخبار فوراً نازش کو دے دی تھی۔۔۔ اور سموسے حیات کی طرف بڑھائے جسے اس نے بے دلی سے لیا۔۔۔

"ارے واہ نام دیکھو یاقوت۔۔۔ خود بھلے کوئلہ ہو۔۔" نازش اخبار میں عامل کا نام پڑھ کر بے ساختہ کہہ اٹھی۔۔۔

"نازش یہ کیا پڑھ رہی ہو۔۔۔ کون یاقوت؟"

"یہ پڑھ نا۔۔۔ عامل ہے کوئی۔۔ پروفیسر یاقوت۔۔۔ بھوت۔۔۔ ہاہاہا نام دیکھ ان کے۔۔۔" اخبار نوال کی طرف بڑھاتے ہوئے نازش نے کہا۔۔۔ حیات کا کھلا ہوا منہ کھلا رہ گیا۔۔۔ عامل۔۔۔ مطلب جادو۔۔۔ محبوب آپکے قدموں میں۔۔۔ وہ اب بے صبری سے نوال کے اخبار رکھنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

"نازش بس کرو چھوڑو دفع کرو اس کو۔۔۔ خدا کا خوف تو ہے نہیں ان لوگوں کو۔۔۔ دیکھو ذرا اب جیسے دنیا ان کی مرضی سے ہی چلتی ہو"

عامل یاقوت کے نام کے ساتھ ایسی ایسی باتیں لکھی تھیں جو پڑھ کر نوال استغفار کیے بنا نہ رہ سکی۔

"ہاں چلو کلاس میں جاتے ہیں۔۔۔ دو میں یہ ڈسٹ بن میں ڈالتی ہوں۔۔۔ میرا بیگ لے جانا۔۔۔" حیات کینٹین میں رکھی ڈسٹ بن کی طرف بڑھتے ہوئے بولے جا رہی تھی۔۔۔

شایان کو زریان کے آنے کی خبر ملی تو وہ ملنے چلا آیا تھا۔

"اب تو ملاقاتیں ہوتی ہی رہیں گی۔۔۔ میں آ گیا ہوں یہیں۔۔۔" زریان نے شایان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔ وہ دونوں دادی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔۔

گھر کے باقی لوگ نہ جانے کہاں تھے۔۔۔ شایان کی نظریں تو بس ارمش کو ڈھونڈ رہی تھیں جبکہ زریان بھی دل ہی دل میں ارمش کے گھر جلدی لوٹ آنے کی دعا کر رہا تھا۔۔۔

ارمش اپنی دوست کے گھر اس کی سالگرہ میں شرکت کے لیے گئی تھی۔۔۔ فراز اسے ہی لینے گیا تھا۔۔۔

حیات کا کسی کو کچھ پتہ نہ تھا۔ وہ تو کالج سے آتے ہی نازش کے گھر جانے کا بول کر چلی گئی تھی۔۔ اور اب تک واپس نہ آئی تھی۔۔ دادی سے فون ملایا نہیں جاتا تھا اور ماں باپ تو جیسے اس کے نہ ہونے کی پرواہ ہی نہیں کرتے تھے۔۔۔

"زریان پتر تو پہلے تو اتنا شرارتی نہیں تھا۔۔۔ اب زیادہ ہو گیا ہے۔۔۔" دادی نے اپنے پوتے کو کہا تو زریان کے ساتھ ساتھ شایان نے بھی چونک کر دادی کو دیکھا۔۔ زریان میں کون سی ایسی تبدیلی رونما ہوئی تھی جو بس دادی کو ہی دیکھائی دی تھی۔۔۔

"دادی ایسا کیا کیا میں نے؟"

زریان حیران نظروں سے دادی کو دیکھ رہا تھا

"پتر وہ اس دن تو مزاق کر گیا تھا کہ فون تو نے کیا ہے۔۔۔ تیرے چاچے نے بہت بے عزتی کی ہے حیات کی۔۔۔ ارمش کی سائڈ لے کے توں نے تو حیات کو بے عزت ہی کروا دیا۔۔۔" دادی اپنے ہی انداز میں کہتی چلی گئی۔۔۔

"دادی میں نے کسی کی سایڈ نہیں لی وہ بولا جو سچ تھا"

زریان کو دادی کے حیات سے غیر معمولی لگاؤ کا اندازہ تھا اس لیے وہ سمجھ گیا تھا کہ دادی بس حیات کو بچانا چاہ رہی ہیں

"پر پتر۔۔۔وہ ارمش بھی تو یہ سب ہی کرتی ہے۔۔۔ ہر وقت ہی فون پہ۔۔۔" دادی نے جھوٹ کہا تھا۔۔۔ زریان کے دل میں ارمش کے لیے نفرت پیدا کرنے کی کوشش تھی دادی کی۔۔۔

"دادی ارمش کیا کرتی ہے کیا نہیں مجھے نہیں پتا۔۔۔

اس دن حیات نے میرا ہی فون سنا تھا مجھے بس اتنا پتا ہے"

ارمش کے خلاف بولنے پر زریان کو غصہ آیا تھا مگر وہ ضبط کر گیا۔

"دادی آپ ویسے حیات کی طرف

داری بہت کرتی ہیں۔۔۔" اب کی بار شایان بول اٹھا۔۔ وہ ایسی بحث میں عموماً خاموش رہتا تھا۔۔ لیکن یہاں بات ارمش کی تھی۔۔۔

"شایان پتر تجھے نہیں پتا وہ کلموی بہت تیز ہے اندر سے اور یہ حیات بیچاری معصوم سی۔۔۔

ساری بات اس بیچاری پے ڈال دیتی ہے وہ"

دادی نے ایک دفعہ پھر ارمش کے لیے زہر اگلا تھا۔

شایان کے کسی جواب سے پہلے حیات اندر داخل ہوئی تھی۔۔ اس نے شایان کی بات سن لی تھی۔۔ اس کے چہرے پہ موجود غصہ بتا رہا تھا کہ وہ اگر کچھ کہے گی تو بہت برا ہو گا۔۔ وہ زریان کو دیکھ کر خاموش ہو گئی تھی۔۔۔۔ "اوہ حیات پتر آ بیٹھ میں تجھے ہی یاد کر رہی تھی۔۔۔

دیکھ زریان پتر کیا حال ہو گیا ہے۔۔

میری معصوم سی بچی کی آنکھیں دیکھ رو رو کے سوجالی اس نے"

دادی نے حیات کو پیار سے پاس بیٹھاتے ہوئے ایک دفعہ پھر زریان کو بولا

"کیسی ہو حیات ؟"

زریان نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔۔۔ لیکن شایان خاموش رہا تھا۔۔۔ وہ دادی کے جواب سے سیخ پا ہو گیا تھا۔۔۔

ایک دم سے اس سوال کی امید حیات کو نہیں تھی اس نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا اور بے رخی سے جواب دیا

"ٹھیک ہوں"

"دادی تو کہہ رہی بات دل سے لگالی ہے تم نے۔۔۔"زریان نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔۔شایان نے چونک کر زریان کو دیکھا تھا۔۔ جیسے اسے زریان سے یہ توقع نہیں تھی۔۔۔

"ہاں لگالی ہے جب بات دل کی ہو تو دل سے ہی لگائی جاتی ہے"

"دل کو پڑھائی میں لگاؤ۔۔ جس کام کی عمر ہے۔۔۔ وقت سے پہلے ایسے کام زیب نہیں دیتے۔۔۔"زریان نے حیات کو دوٹوک جواب دیا

"یہ دل کی مرضی ہے میرا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے زریان"

بات کرتے وقت حیات کی آنکھوں میں انسو تھے

"اور اگر اب دل کی مرضی کے بغیر چلی تو کہیں کی نہیں رہوں گی"

"حیات دل کی مرضی کو دماغ کی سمجھداری سے بہتر کرو۔۔۔کسی کے دل میں زبردستی شامل نہیں ہوتے۔۔۔" زریان کا لہجہ اٹل تھا۔۔۔اس میں کچھ نرمی نہ تھی۔۔۔

"زبردستی شامل ہونے کی بات کس نے کی ہے میں جس کسی چیز میں بھی شامل ہوتی ہوں مرضی کے ساتھ ہی ہوتی ہوں پھر چاہے کسی کا گھر ہو دل ہو یا کچھ بھی"

شایان کے ہوتے ہوئے زریان مزید ایسی باتیں نہ کرنا چاہتا تھا۔۔۔اس بات کو بھانپتے ہوئے شایان نے جانے کی اجازت چاہی تو دادی کے ساتھ ساتھ کسی نے بھی اسے رکنے کا نہ کہا۔۔۔شایان کے جاتے ہی دادی بھی نماز کا کہ کر اٹھ گئیں۔۔۔

"کسی کی زندگی میں زبردستی داخل ہو گی تو اپنی زندگی خالی ہو جائے گی حیات۔۔۔تم ارمش کی ضد میں پورے گھر کو میدان جنگ بنا رہی ہو۔۔۔"

"کون سی ضد ہے ارمش کی۔۔۔

مجھے سوائے ایک کے اب کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے کوئی ضد نہیں ہے تم دیکھ نہیں رہے دیکھو میں بدل گئی ہوں صرف کسی ایک کے لیے میری آنکھیں دیکھو کچھ نظر آتا ہے تمہیں سوائے درد کے"

"اسے خود کو سزا دینا کہتے ہیں۔۔۔حیات رک جاؤ۔۔۔مت بڑھو اس آگ کی جانب۔۔۔"زریان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔حیات زریان کے قریب رہنا چاہتی تھی۔۔۔وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔۔۔مگر کیسے۔۔۔یہ کیسے ممکن تھا۔۔۔

"آگ کے قریب تو کب کی جا چکی ہوں زریان اب تو یہ آگ میرے وجود کو جھلسا رہی ہے"

"تم اپنے ساتھ اپنے سے جڑے ہر رشتے کو راکھ کر دو گی۔۔۔جو تم چاہتی وہ کبھی نہیں ہو گا۔۔۔"یہ زریان تھا۔۔۔ایک طوفان تھا اس کے اندر۔۔۔

"زریان کتنی بار بتاؤں تمہیں کے میرے ساتھ کسی ایک کا ہی رشتہ ہے روح کا رشتہ محبت کا رشتہ

باقی کیا ہے کیا نہیں میں نہیں جانتی اور ہاں راکھ تو میں ہو رہی ہوں مگر تم ایک بات یاد رکھنا محبتوں کی نفی کرنے والے کبھی سکون میں نہیں رہتے"

"نصیب سے زیادہ کچھ نہیں ملتا۔۔۔ مل بھی جائے تو وہ سزا بن جاتا ہے حیات۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ارمش پہ الزام دھر کے تم سکون میں رہو گی۔۔۔؟"

"نصیب سے زیادہ مانگ کون رہا ہے اور میں بات کر رہی ہوں اور تم ارمش کو لے آتے بیچ میں تم کیا چاہتے ہو بتاؤ کے اس کے دامن کے سارے داغ اپنے نام کر لوں اس کے ماتھے پے لگی ذلت کی کالک کو اپنے ساتھ مل لوں ہاں

بتاؤ بتاؤ نا ایسا کروں بولو اگر ایسا چاہتے ہو تو میں سب کر لوں گی مگر صرف ایک تمہارے بدلے تمہیں میرا ہونا ہوگا زریان تمہیں حیات کا ہونا ہو گا بولو منظور ہے"

حیات نے امید بھری نظروں کے ساتھ زریان کا ہاتھ تھاما

"اپنی بکواس بند کرو حیات۔۔۔ اور تمیز سے بات کرو۔۔۔ میں نے یہ تمھاری بکواس چچا کو بتادی تو آج ہی تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دیں گے۔۔۔"زریان نے حیات کے ہاتھ کو جھٹک کر اسے خود سے دور کیا۔۔۔

"حیات۔۔۔ زریان۔۔۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

حیات اپنے کمرے میں جاؤ"

ابا شور سن کر دادی کے کمرے میں آگئے تھے اور حیات اور زریان کو یوں بحث کرتے دیکھ کر حیات کی وجہ سے مزید شرمندہ ہو رہے تھے۔

"تو گاڑ دیں مار دیں جلا دیں جو کرنا ہے کر دیں مگر تم میرے ہو زریان اور ہونا ہو گا پھر چاہے اس کے بدلے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے میں سب کر گزروں گی"

"چچا دیکھیں۔۔۔ اسے سمجھائیں۔۔۔" زریان نے چچا کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔۔۔

"ابا مجھے سمجھائیں آئیں آپ بھی

سمجھائیں کے میں مارلوں خود کو مگر اس پتھر سے محبت نا کروں".

"زریان بیٹا مجھے معاف کر دو اس کی تو عقل پر اس کی ماں اور دادی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔۔۔"

قدیر صاحب مزید شرمندہ ہو رہے تھے
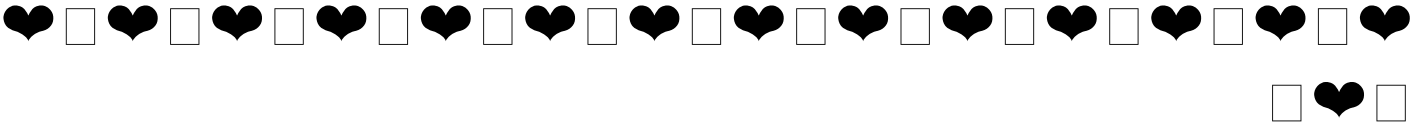
"اکیلے گھر میں رہ رہ کر تنگ نہیں پڑتی؟"زریان نہ جانے کب سے ارمش کو یوں بت بنے خلاؤں میں گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ارمش اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی زریان کے آنے سے یکسر بے خبر بیٹھی تھی۔۔۔زریان کی آواز سنتے ہی وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔اس نے اپنے ڈھلکے ہوئے دوپٹے کو شانوں پہ درست کرتے ہوئے بے یقینی سے زریان کو دیکھا۔۔۔وہ اس وقت یہاں اس کے کمرے کے باہر کیسے۔۔۔رات کے دس بج رہے

تھے۔۔ گھر میں دادی ارمش اور شایان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔۔ سب لوگ پروفیسر یعقوب کے گھر دعوت پہ گئے تھے۔۔ شایان نے زریان کو بھی دعوت دی تھی لیکن وہ دفتر میں مصروفیت کی بناپہ نہ جا سکا تھا۔۔۔ جبکہ ارمش کو دادی کی خراب صحت کی وجہ سے ان کی دیکھ بھال کے لیے گھر چھوڑ دیا گیا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔ نہیں تو"

ارمش زریان کے یوں اچانک اس کے کمرے میں آجانے پر حیران بھی تھی اور ڈر بھی رہی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔

"ہاں بھی اور نہیں بھی۔۔۔ یہ کیسا جواب ہوا۔۔۔"زریان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ارمش کی سانس روک رہی تھی۔۔۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں چلا جاتا ہوں اگر تمہیں کوئی پریشانی ہے تو۔۔۔"زریان نے شاید دل کی بات جان لی تھی ارمش کے۔۔۔ اسکے چہرے کو پڑھ لیا تھا زریان نے۔۔۔

"ہاں۔۔۔ نہیں نہیں میں ایسا تو نہیں کہہ رہی"

ارمش گڑبڑا گئ تھی۔۔۔

"پھر سے۔۔۔ہاں۔۔۔ پھر سے نہ۔۔۔ کیا اتنی ہی کنفیوژن ہوتی ہے ہر معاملے میں؟" زریان زمین پر رکھے کشن پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

"نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے

آپ کو کوئ کام تھا؟"

"نہیں اکیلے وقت گزارنا مشکل ہو رہا تھا تو سوچا چل کے بات چیت کروں تم سے۔۔۔" زریان نے ارمش پہ نظریں جمائے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"لیکن شاید تم کچھ سوچ رہی تھی اور میں نے خلل پیدا کر دیا سوچوں میں۔۔" ارمش کے دل کی بات جان لینے کے بعد بھی زریان نے وہاں سے جانے کے کوئی آثار ظاہر نہ کیے۔۔۔

"نہیں ایسی بات بھی نہیں میں تو بس ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔"

زریان کی موجودگی میں وہ ہمیشہ گڑبڑا جاتی تھی اور آج تو ڈر بھی رہی تھی کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو سب کیا سوچیں گے۔۔۔ پہلے ہی اتنے مشکل سے ایک داغ ہٹا تھا اس پر سے

"ایک بات پوچھوں ارمش؟" زریان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا اسے یہ سوال کرنا چاہیے کہ وہ فون تو اسکی تھی۔۔ کیا اس کے علاوہ کبھی فون آیا۔۔۔ یہ شک ہو گا؟ وہ کیا سوچے گی۔۔۔ زریان کے دل و دماغ میں جنگ جاری تھی۔۔۔

"جی پوچھیں"

ارمش زریان سے آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی اس لیے ہر بات فرش کو گھورتے ہوئے بول رہی تھی۔

"حیات نے جھوٹ کیوں کہا تھا؟ کیا ایسے فون کالز آتے رہتے ہیں؟" زریان نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس کے لہجے میں نرمی رہے۔۔ وہ الفاظ کا بہترین چناؤ کر سکے۔۔۔

ارمش نے چونک کر زریان کی جانب دیکھا تھا۔۔ تو کیا وہ شک کر رہا تھا اس پر؟؟

"یہ سوال حیات سے پوچھیں"

ارمش نے بھی لہجہ نرم رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اندر کا غصہ صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا ارمش۔۔۔ مجھے حیات سے نہیں پوچھنا۔۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہو گا۔۔" زریان نے باتوں باتوں میں جتایا تھا کہ وہ اسے اپنے زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔۔۔

"کوئی تیسرا ہونا نہ ہونا بعد کی بات ہے پہلے یقین کیجیے۔۔۔ اور یقین ہوتا تو یہ سوال نہ ہوتا۔۔۔

مجھے پیاس لگی ہے میں پانی پی کر آتی ہوں"

وہ خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن غصہ بار بار حاوی ہو رہا تھا۔۔۔اور اس غصے میں وہ یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ وہ اس سے اظہار کر رہا ہے۔۔۔اسے اپنے زندگی کا حصہ بنا رہا ہے۔۔۔اپنے درمیان کسی تیسرے کو جگہ نہیں دے رہا۔۔۔لیکن زریان کو بھی ابھی یقین کرنا سیکھنا تھا۔

وہ سچ کہہ رہی تھی۔۔۔اسے یقین کرنا چاہیے تھا۔۔۔مگر وہ مجبور تھا دادی کی باتوں کو سوچ سوچ کر۔۔۔ارمش کا غصہ اسے صاف دیکھائی دے رہا تھا۔۔۔سائڈ ٹیبل پہ رکھے پانی کے جگ میں پانی کے ہوتے ہوئے وہ پانی پینے باہر اس لیے گئی تھی کہ اسے زریان کے سامنے نہیں رہنا تھا۔۔۔

زریان بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔اسے چلے جانا چاہیے تھا کمرے سے پہلے ہی۔۔۔

زریان کے جانے سے پہلے ہی ارمش واپس آ گئ تھی۔۔۔

"آپ جا رہے ہیں؟

وہ سوری میں کچھ زیادہ ہی اوور ری ایکٹ کر گئ"

ارمش کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تھا اور اسے اوور ری ایکٹ کرنے پر افسوس بھی تھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ تو بنتا تھا۔۔۔ ویسے پانی تو یہاں بھی تھا۔۔۔"ارمش کے بلمقابل اب زریان کھڑا تھا۔۔۔ ارمش اسکے یوں کھڑے ہونے سے کچھ گھبرائی تھی۔۔

"جی معلوم ہے لیکن میں اپنا دل صاف کرنے گئ تھی۔۔۔"

ارمش نے صاف گوئی سے کام لیا تھا

"دل میں میل تھا؟ میرے لیے؟"زریان نے تنگ کرنے کا سوچا ارمش کو۔۔

"نہیں۔۔۔ غصہ"

ارمش نے تحمل سے جواب دیا

"اور کوئی تیسرا نہیں ہو گا۔۔۔اس کے بارے میں کیا سوچا۔۔" وہ اپنے سامنے کھڑی اس سانولی رنگت کی لڑکی کے ہر ایک انداز پر فدا ہو رہا تھا۔۔

"جی جی۔۔۔ نہیں کیا مطلب؟"

ارمش پھر سے گڑبڑا گئ تھی۔۔۔ زریان اسے بار بار کنفیوز کر رہا تھا۔۔۔ اور وہ بے وقوف بار بار کنفیوز ہو رہی تھی۔

"مطلب میری آدھی بات پہ غصہ کر گئی اور اصل بات سوچی نہیں۔" زریان کو یوں کھڑے رہنا اچھا لگ رہا تھا۔۔۔ وہ اس کے کتنے قریب تھی۔ وہ چاہتا تو اس کے تمتاتے ہوئے گالوں کو چھو سکتا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔اچھاٹھیک ہے"

ارمش سے کوئی جواب نہ بن پایاتو جو منہ میں آیابول دیا۔

"کیاکہ رہی ہو؟"ارمش کی ہڑبڑاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے زریان نے ہنسی روکنے کی کوشش کی۔۔۔

"آپ کو ہنسی کیوں آرہی ہے"

ارمش بے وقوف تھی یابن گئ تھی۔۔۔یہ سمجھناکافی مشکل تھا

"آپکے ماتھے پہ پسینہ کیوں؟"زریان کی یہ حرکت یہ عمل غیر یقینی تھا۔۔اس کی توقع نہ ارمش کو تھی نہ خود زریان کو۔۔۔اس نے ارمش کے ماتھے کو چھولیاتھا۔۔۔

ارمش سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دادی کے کمرے میں چلی گئ۔۔۔اسے زریان سے کم سے کم اس چیز کی توقع تو نہیں تھی۔

ارے یار۔۔۔۔۔۔۔

دیوار میں اپنا ہاتھ مار کے زریان نے غصے کا اظہار کیا تھا۔۔۔

"یہ کیا کر رہا ہوں میں۔۔۔۔"وہ ارمش کے بستر پہ رکھے اسکے چھوٹے سے تکیے کو منہ پہ رکھ کر منہ چھپا کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔ارمش کی مہک اسکے تکیے سے بھی آ رہی تھی۔۔۔

دادی کے کمرے میں آنے کے بعد بھی ارمش کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

"افففف یہ مجھے کیا ہو رہا ہے یہ غلط ہے"

ارمش اپنے سرخ لال اور انگارے جیسے دہکتے گالوں کو اپنے ہاتھوں سے سہلانے لگی۔

"لڑکی پانی ڈال دے۔۔۔" دادی نے نقاہت سے پانی مانگا۔۔ مگر ارمش کا نام نہ لیا۔۔ وہ حیات کی وجہ سے غصہ تھیں۔۔۔

"جی دادی۔۔۔ یہ لیں"

ارمش نے فوراً سے پانی گلاس میں ڈال کر انہیں دیا

دادی نے پانی لے کے ارمش کو کمرے سے جانے کو کہا۔۔ ارمش دادی کو چھوڑ کر باہر نکلی تو اسے لگا جیسے سب واپس آ چکے ہیں۔ دروازہ کھولنے کے لیے وہ باہر پہنچی ہی تھی کہ زریان بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا تھا۔۔۔ دروازے کی دوسری جانب دو آنکھوں میں نفرت کی لہر اس وقت اٹھی ارمش کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا زریان نے۔۔۔ وہ دو آنکھیں حیات کی تھی۔۔۔ جو دروازے کے اوپر سے ہی سب دیکھ چکی تھی۔۔۔ باقی لوگ گاڑی میں تھے۔۔۔ مین گیٹ کو کھولنے کے لیے وہ اندر داخل ہونے ہی والی تھی۔۔۔ جب ارمش اور زریان بیک وقت باہر نکلے تھے۔۔۔

"میں کھولتا ہوں دروازہ۔۔۔" زریان نے حیات کو روکنا چاہا۔۔

"جی اچھا"

ارمش نے خاموشی سے اسے راستہ دے دیا۔۔۔ جو ہوا تھا وہ ابھی تک بار بار ارمش کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔۔۔ اور زریان کے دوبارہ سامنے آتے ہی دل دوبارہ زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"تم یہاں؟" حیات ارمش کی جانب بڑھی۔۔۔ وہ زریان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

بہن سے تمیز سے بات کرنے کا وہ وعدہ جو اس نے آج ہی اپنے آپ سے کیا تھا وہ اسے توڑ چکی تھی۔۔۔

"ہاں تو؟"

ارمش حیات کے فضول کے شک سے تنگ آرہی تھی۔۔۔اور اب جب زریان کسی تیسرے کو بیچ میں نہیں لانا چاہتا تھا تو وہ کیوں کسی تیسرے کو اہمیت دیتی

"تو یہ کہ پیچھے کیا کچھ ہوا۔۔۔اپنی بہن کو نہیں بتاؤ گی۔۔۔"

حیات نے گھٹیا بات یوں مسکراتے ہوئے کہی تھی کہ اس کے ابا اماں میں سے کسی کو شک بھی نہ ہوا تھا۔۔۔۔۔

ارمش خاموش رہی تھی ہر کسی کو جواب دینا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔کچھ لوگوں کو خاموشی سے جواب دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔۔۔ورنہ آپ میں اور ان میں کیا فرق؟...
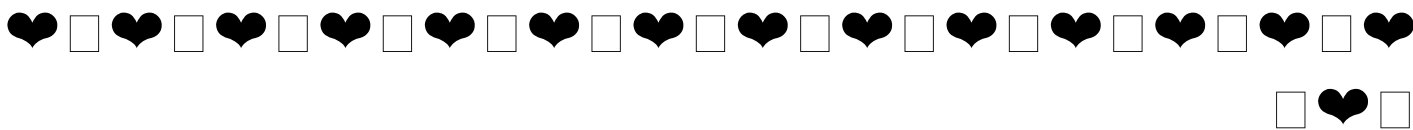
کالج میں نوال اور نازش سے چھپ کر پروفیسر یاقوت کا نمبر حیات نے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیا تھا۔ذہن میں پیدا ہونے والے اندیشوں کے سبب حیات ایسے اوچھے ہتھکنڈوں کے استعمال کے بارے میں بھی سنجیدگی سے

سوچنے لگی تھی۔۔ وہ کب تک یوں گھر والوں کو منانے کی کوشش کرتی رہے۔ ناکامی کا خوف گھر کر چکا تھا حیات میں۔ وہ پروفیسر یاقوت کو فون کرے گی۔۔۔ شاید یہ ہی آخری راستہ باقی تھا۔۔۔

گھر آکر حیات نے یہ نمبر اپنے موبائل میں سیو کر لیا تھا نازش کے نام سے۔ نازش کے نمبر اکثر ہی بدلتے رہتے تھے۔۔ اس کے نام سے نمبر رکھنا کسی خطرناک صورتحال میں فائدہ مند ہو سکتا تھا۔۔ اس روز تو حیات فون نہ کر سکی تھی۔ آج بھی شایان کے گھر دعوت پہ جانے کی وجہ سے اسنے فون نہیں کیا تھا۔۔ لیکن واپسی پے جو منظر اس نے دیکھا تھا، اس کے بعد حیات کے اندر آگ جل اٹھی تھی۔۔۔ وہ ارمش کے بے تکے سے جواب کے بعد سیدھی کمرے میں آئی تھی۔۔۔ کمرے میں کال کرنے کے بجائے وہ چھت پر چلی آئی تھی۔۔۔ یہاں اس کی بات کوئی دوسرا نہیں سن سکتا تھا۔۔۔ یہ ہی محفوظ مقام ہو سکتا تھا۔۔۔

اندھیری رات میں یہ تاریک سوچیں حیات سے اس قدم کو اٹھانے پہ مجبور کر رہی تھیں۔۔

ایسے کیسے زریان کو چھین سکتی ہے وہ اس کو اس وقت ارمش سے حسد محسوس ہو رہا تھا کبھی نا ختم ہونے والا حسد اور اسی حسد کی آگ میں جلتے ہوئے اس نے وہ راہ چن لی تھی جو صرف تباہی کی طرف جاتی تھی۔۔۔

اس نے پروفیسر یاقوت کا نمبر ملاتے ہی فون کان کے ساتھ لگایا تھا۔۔

گھنٹی بج رہی تھی۔۔۔گھنٹیاں بجنے کے دوران خاموشی کا جو وقفہ آتا تھا اس میں حیات کو اپنے دل کی دھڑکن تک سنائی دیتی تھی۔اپنے جسم میں بہتے خون کا جوش کھولتا ہو الگ رہا تھا۔۔وہ زریان کی آنکھوں میں ارمش کی تصویر دیکھ کر لاوے کی طرح کھولنے لگی تھی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔کون؟"

فون اٹھایا گیا تھا۔۔۔بھاری بھر کم آواز نے حیات کے جسم میں سنسنی کی لہر پیدا کر دی تھی۔۔۔اسے بولنا چاہیے یا فون بند کر دینا بہتر ہو گا۔۔۔حیات سوچنے لگی تھی۔۔۔

"میں حیات آپکے بارے میں پڑھا کے اپ سب کچھ کر سکتے ہیں آپ سے مجھے بھی کچھ چاہیئے".

اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا ہر قیمت پر حیات نے رٹے رٹائے سبق کی طرح سب سنا دیا اس ڈر سے کے کہیں دیر کرنے پر بھول ہی نا جائے۔۔۔

"حیات۔۔۔" پروفیسر یاقوت نے نام دوہرایا تھا۔۔۔ان کے دماغ میں اپنی حیات کا خیال آیا تھا۔۔۔کیا یہ سچ مچ وہی ہے۔۔ نہیں نہیں۔۔۔اسے میرے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔۔۔

"بچے آپکا مکمل نام۔۔۔"حیات کے تعریفی جملے نظر انداز کرتے ہوئے پروفیسر نے پوچھا۔۔۔انکے خود کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ سی آگئی تھی۔۔۔

"مم میں حیات قدیر ہوں کل ہی آپ کے بارے میں اخبار میں پڑھا پلیز مجھے آپ سے ملنا ہے مجھے آپکی مدد چاہیے"..

"حیات قدیر۔۔۔"حیرت کے مارے پروفیسر یاقوت جو اصل میں حیات کے ماموں لگتے تھے رشتے میں چونک اٹھے۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔یہ چھوٹی سی لڑکی۔۔۔

دعوت کی وجہ سے وہ بے حد تھکے ہوئے تھے۔۔۔اس وقت ان کا دماغ ان کی جسمانی تھکاوٹ کی وجہ سے کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔۔۔

"آپ ملنا چاہتی ہیں؟" یہ سوال پوچھ کر خود پروفیسر یعقوب کو عجیب سا لگا تھا۔۔ان کا سچ سامنے آجانے سے کتنا کچھ ہاتھ سے نکل سکتا تھا۔۔۔

"ہاں میں آپ سے ہر قیمت پر ملنا چاہتی ہوں"

"مم ملنا۔۔ ہم فون پر گفتگو کر سکتے ہیں۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے حیات کو روکنے کی کوشش کی۔۔۔

"نہیں فون پے بات کرنے سے میں آپکو کچھ نہیں بتا سکوں گی مجھے آپ سے ملنا ہے کام میری مرضی کا ہو گا اور رقم آپکی مرضی کی آپ جو بولیں گے میں کرنے کو تیار ہوں بس میں جس سے پیار کرتی ہوں اسکو آپ نے میرا بنانا ہو گا"...

"کل۔۔۔ کل دن دو بجے۔۔۔" کچھ سوچتے ہوئے پروفیسر نے جواب دیا۔۔۔

"ٹھیک مگر کس جگہ آنا ہے؟؟"

"مم میں بتادوں گا صبح کے وقت۔۔۔" پروفیسر یاقوت کے لہجے سے پتہ لگ رہا تھا کہ وہ فون بند کرنے کی جلدی میں ہیں۔۔۔

فون بند ہو جانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر وہاں کھڑی رہی۔۔۔

دل تھا کہ بس بند ہونے کو تھا۔۔۔ اور سانسیں اکھڑی اکھڑی۔۔۔ جیسے وہ کوئ جنگ لڑ کر فارغ ہوئ ہو۔۔۔

وہ آگے کی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ فون کان سے ہٹانا بھول گئ تھی۔

تیز ہوا کے جھونکے نے اس کو سوچوں کی وادی سے باہر لایا تو اسے فون کان سے ہٹانا یاد آیا۔۔ کال کو کٹے پانچ منٹ گزر چکے تھے اور اسے خیال ہی نہ رہا تھا۔۔۔

وہ خوش تھی؟؟ اس کے ہاتھ ایک امید کا سرا آیا تھا۔۔۔ ایک نئ آس بندھی تھی اب اس کی محبت کو اس سے کوئ دور نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

لیکن اس کی خوشی شاید ڈر کی وجہ سے محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔وہ حد درجہ ڈری ہوئی تھی۔۔۔

اگر ابا کو پتا چل گیا؟؟اگر کسی اور کو پتا چل گیا؟؟اگر عمل الٹا ہو گیا؟؟پروفیسر یاقوت کس حد تک اس کی مدد کریں گے؟؟

کئی سولات تھے جو اسے ڈرا رہے تھے۔۔۔

ڈر؟؟کیا سچ میں وہ ڈر رہی تھی؟؟

یہ ڈر تھا یہ حیات کا کہنا تھا۔۔۔لیکن یہ اس کا دل تھا جو اسے بار بار اس سب سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

یہ اس کے دل میں موجود تھوڑا سا اللہ پر ایمان تھا جو اسے روک رہا تھا۔۔۔

یہ کلمے کی فضیلت تھی جو اسے روکنے پر بضد تھی۔

لیکن شیطان اسے اپنے راستے پر بلا رہا تھا۔۔۔ اور اسے ان دونوں میں سے ایک کو چننا تھا۔۔۔

"جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مددگار بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی جیسی ہے وہ بھی ایک گھر بناتی ہے اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہی ہوتا ہے کاش کے یہ لوگ جانتے"

)سورت العنکبوت 41(

کاش وہ بھی یہ جان لیتی تو یہ انتہائی قدم اٹھانے سے گریز کرتی۔

اس کا دماغ اب تک ماؤف تھا۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔ میں یہ نہیں کروں گی۔۔۔ افف حیات وہ اللہ جانے پروفیسر کون ہو؟ کیا ہو؟ میں بھی پاگل ہو گئی ہوں امی سے کہتی ہوں وہ کچھ کریں۔۔۔ یہ میرے بس کا کام نہیں"

ایک دفعہ پھر اس کے دل نے اسے پکارا تھا۔۔۔

یہ فیصلہ کر کے وہ نیچے جانے کے لیے مڑی تھی جب اس کی نظر لان میں بیٹھے زریان پر پڑی۔۔۔

وہ موبائل میں مصروف تھا۔۔۔ شاید کسی سے بات کر رہا تھا۔۔۔ جب ارمش کافی مگ اٹھائے اس کے پاس آئی تھی۔

کافی کا مگ زریان کو تھما کر وہ مڑنے لگی تھی جب زریان نے اسے روک لیا تھا کوئی ضروری بات کرنے کے لیے۔۔۔

ارمش کو زریان کے ساتھ دیکھ کر حیات کے جسم میں پھر سے آگ بھڑکنے لگی تھی۔۔۔ اور جو فیصلہ ابھی اس نے لیا تھا اس سے مکرنے میں ایک لمحہ لگا تھا۔۔۔

"میں یہ ہر حال میں کروں۔۔۔ ارمش بی بی تمھیں تو میں برباد کر دوں گی۔۔۔

میری محبت مجھ سے چھیننے کی کوشش کرو گی اور میں تمھیں معاف کر دوں گی؟؟

اب میں زریان کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تمھیں بھی برباد کر دوں گی"

خود میں جلتے کڑھتے حیات اپنے کمرے میں آئی تھی۔۔۔ اور تھوڑی ہی دیر میں ارمش بھی کمرے میں آ گئی تھی۔۔۔

ارمش کو خوش دیکھ کر حیات ایک دفعہ پھر اپنے حسد کی آگ میں جلنے لگی تھی۔۔۔

چادر اپنے چہرے تک تان کر حیات نے سونے کی کوشش کی تھی۔۔۔

حیات کو سوتا دیکھ کر ارمش بھی خاموشی سے سو گئ۔

لیکن نیند تھی کہ حیات کی آنکھوں سے کوسوں دور کھڑی اس کا منہ چھڑا رہی تھی۔۔۔

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس میں موجود آگ مزید بھڑک رہی تھی۔۔۔اور صبح کا انتظار۔۔۔اس صبح کے لیے وہ اب کس قدر پر جوش تھی۔۔۔

یہ رات اس نے آنکھوں میں گزاری تھی۔۔۔پاس سوئ ہوئ ارمش اسے زہر لگ رہی تھی۔۔۔سوئے ہوئے ارمش کے چہرے پر موجود مسکراہٹ حیات کی آگ کو مزید ہوا دے رہی تھی۔

وہ کالج کا کہہ کر کالج کے بجائے آج شہر کے اس حصے کی طرف جا رہی تھی جو کالج سے مکمل دوسرے رخ پر تھا۔۔۔پروفیسر یاقوت نے ایک پرانی سی مغل سلطنت کے دور کی عمارت میں ملنے کو کہا تھا۔۔۔یہ بوسیدہ سی

عمارت دیکھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑنے کی اب ں ھی وہی قوت رکھتی تھی۔۔۔ یہاں لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔ راہداری میں چلتے چلتے حیات کو یوں لگتا تھا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔۔۔ وہ ایک درخت کے نیچے پہنچ چکی تھی۔۔۔ اینٹوں کی مدد سے بنی ہوئی یہ گول دیوار جس پہ دھول جمی تھی۔۔ حیات نے ہاتھ کی مدد سے مٹی صاف کی اور وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔۔۔

"آگئی آپ؟" وہ جو کوئی بھی تھا اس نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے منہ پہ جوکر والا ماسک چڑھا رکھا تھا۔۔۔

"کک کون ہو آپ؟" حیات نے اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھا تو اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"پروفیسر یاقوت۔۔۔" تحمل سے جواب دیا گیا تھا۔۔۔ ارد گرد کی فضا جیسے بے روح ہوگئی تھی۔۔ حیات جس قدم کو اٹھانے کی کشمش میں تھی وہ آخر اٹھا چکی تھی۔۔۔

"آپ نے چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے۔۔۔" وہ گھبرائی ضرور تھی لیکن وہ تھی حیات۔۔۔ جسے اپنے آپ کی پریشانی ظاہر کرنے کی عادت نہ تھی۔

"بچے آپکو کام سے مطلب ہے یا میری شکل سے؟" روکھا سا جواب دیا تھا پروفیسر یاقوت نے۔۔۔ بالوں میں اترتی چاندی کو دیکھ کر حیات کو کچھ شک شبہ پیدا ہوا تھا۔۔۔ جیسے یہ چہرہ جو مکھوٹے کے پیچھے چھپا ہے کہیں دیکھ رکھا ہے۔۔۔

"میں اگر لڑکی ہو کر کھلے چہرے سے یہاں آسکتی ہوں تو آپ مرد ذات ہو کر گھبرا رہے ہیں۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔" حیات نے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔۔۔ مرد کو بزدل کہنے سے بڑھ کر شاید ہی کوئی دوسری تذلیل کی بات یا جملہ ہو۔۔۔۔

"یہ آپکی بہادری نہیں۔۔۔ آپکی بیوقوفی ہے۔۔۔ اور اس حماقت کی امید آپ مجھ سے بھی رکھتی ہیں؟"

"جو بھی ہے میں آپ کی طرح ڈرپوک نہیں ہوں۔۔۔" حیات کی ہتھیلیوں میں پسینہ آگیا تھا۔۔

"مجھے آپکی مدد کرنے کا نہ جانے کیوں دل چاہ رہا ہے۔۔۔ تو کیوں نہ ہم ایک عہد کریں۔۔۔" پروفیسر نے جواب دیا۔۔۔ دولت کی لالچ نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی اصلیت بتادیں گے۔۔۔

"عہد؟.... مگر کیسا عہد؟"

حیات نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔

"مسٹر یاقوت جہاں تک میرا خیال تھا ہماری آپ کی منہ مانگی رقم کے بارے میں ہوئی تھی کسی معاہدے کے بارے میں نہیں.."حیات کسی بھی قسم کے چنگل میں پھنس کر اپنے آپ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔۔۔

"جو راز آپ جاننا چاہتی ہیں۔۔ وہ جان لینے کے بعد ہم دونوں کا منہ بند رکھنے کا معاہدہ طے ہو ہی جائے گا۔۔۔ ورنہ آپ کی ذات کو ہی خطرہ ہو گا۔۔۔"

پروفیسر یاقوت حیات کو جان گئے تھے۔۔۔ انہیں خوف تھا تو اس بات کا کہ وہ یہ راز کسی کو بتا نہ دے۔۔۔ ان کے اندر تجسّس کی وجہ سے وہ حیات کا راز جاننے کو بیتاب تھے۔۔۔ وہ یہ جادو کس پہ اور کیوں کروانے آئی ہے۔۔۔

"میری ذات کو کیسا خطرہ ہو گا میرا کام تو آپ سے ہے اور میری ذات آپ سے منسوب نہیں ہے... تو پھر کیسا خطرہ؟؟

جن لوگوں کے ساتھ میری ذات منسوب ہے مجھے ان سے خطرہ ہونا چاہیے۔۔۔"حیات کی آنکھوں کے سامنے ارمش کا چہرہ آیا تھا۔۔۔وہ ہی خطرہ تھی۔۔۔

"شاید تم جانتی نہیں لڑکی کے میں تمھارے والد قدیر صاحب کو جانتا ہوں۔۔۔اور چاہوں تو ابھی تمھارے ابا کو یہاں بلوالوں۔۔۔"پروفیسر یاقوت نے حیات کے سامنے جان پہچان کا ذکر کر کے حیات کے چہرے کا رنگ اڑا دیا تھا۔۔۔

"کک کیا مطلب جانتے ہیں آپ انہیں کیسے جانتے ہیں دیکھیں اگر آپ نے میرا کام کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں چلتی ہوں.."حیات اپنے بابا کا نام سن کر ڈر گئ تھی۔۔۔وہ اپنا بیگ اٹھا کر چل دینے کو تھی۔۔۔

"محبوب قدموں میں تب ہی آتا ہے جب قربانی دی جائے۔۔۔بس راز رکھنے کا عہد اور محبوب تمھارا۔۔"
محبوب۔۔۔چاہت۔۔۔پیار۔۔۔حیات کی دکھتی رگ تھی۔۔۔وہ اب پلٹ نہ سکتی تھی۔۔۔پروفیسر نے ترپ کا پتہ کھیلا تھا۔۔۔

"مگر کون سارازرکھنا ہے آپ ہیں کون آخر..." حیات نے کمزور پڑتے ہوئے کہا۔۔۔

"میں۔۔۔" پروفیسر نے چہرے سے ماسک اتارا تو جیسے حیات کے ارد گرد سناٹا چھا گیا۔۔۔ جسم ایسا پیلا پڑا کہ جیسے کاٹ ڈالو گے تو ایک قطرہ خون نہ نکلے۔۔۔۔

"ماموا آپ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں آپ میرا پیچھا کر رہے تھے؟؟" تھوک نگلتے ہوئے حیات بولی۔۔۔
(حیات کے دماغ میں اچانک خیال آیا کیا اس رات اس نے غلطی پر وفیسر یعقوب کا نمبر ملایا تھا)۔۔۔

"یہ ہی راز ہے بچے۔۔۔اگر سنبھال پاؤ تو۔۔۔ورنہ ہم دونوں کی تباہی۔۔۔" پروفیسر یعقوب جیسے اپنی اصلیت چھپا چھپا کر تھک گئے تھے۔۔۔حیات کے ملنے پہ وہ پر امید ہو گئے تھے کہ ان کے دل میں اٹھنے والے اس طوفان میں کشتی کو پار لگا سکتی ہے تو وہ حیات ہی ہے۔۔۔۔

"کیا مطلب ہے اس سب کا آپ آپ یہ سارے غلط کام کرتے ہیں مگر آپ کو اس سب کی کیا ضرورت ہے مامو مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا آپ اور جو یہ انکشاف کر رہے ہیں مجھ سے ہضم نہیں ہو رہا..." سر تھام کر حیات بیٹھ چکی تھی گھاس پے۔۔۔

"غلط کام؟" حیات کی دیگر باتیں نظر انداز کرتے ہوئے پروفیسر نے جواب طلب نگاہ سے دیکھا۔۔۔

"مجھے کچھ نہیں پتا مجھے آپ سے جاننا ہے کہ آپ یہ سب کیوں اور کب سے کر رہے ہیں..." حیات کو یہ بات سن کر حیرت ہوئی تھی۔۔۔ اتنا بن ٹھن کے رہنے والے شخص سے اتنا قبیح فعل کیسے منسوب ہو سکتا ہے۔۔۔

"دیکھو لڑکی۔۔۔ یہ برا کام ہے تو کیوں کروا رہی ہو۔۔۔ کسی کی زندگی برباد کروا رہی ہو۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے الٹا حیات پہ ہی دباو ڈال دیا تھا۔۔۔

"اگر میں برا کام کروا رہی ہوں تو میری مجبوری ہے۔ مگر آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟؟ آپ کو کیا مجبوری ہے چونکہ اب ہم۔ دونوں کے اصلی چہرے سامنے اگئے ہیں تو اب سچائی بھی آنی چاہیئے۔۔۔" حیات نے سنجید گی

سے کہا۔۔۔اسے اب گھر والوں کی فکر نہ تھی کہ وہ کالج نہیں گئی یا کوئی ایسا سوال۔۔۔ماموں کے ہوتے ہوئے اسے کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔۔

"دولت بیٹا جی دولت۔۔۔وہ سب جس کی چاہت میرے دل میں تھی اسے پانے کے لیے۔۔۔جیسے تم پیار پانے کے لیے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے حیات کا دوستی کے لیے بڑھا ہاتھ تھام لینے میں بہتری سمجھی تھی۔۔۔

"او اچھا تو آپ نے دولت کے لیے سب کیا.. تو کیا آپ مجھے میرا پیار دلوا سکتے ہیں؟ کیا اس شخص کو میرے قدموں میں لا سکتے ہیں؟ جو میری اور میری محبت کی ناقدری کرتا ہے۔۔۔" زریان کا وہ ارمش کی آنکھوں میں دیکھنے کا منظر حیات کے خون کو جلا رہا تھا۔۔۔

"بچے۔۔۔میں سب کروں گا۔۔۔ لیکن یہ میرا راز بس راز رہے۔۔۔اور ایک چیز جو مجھے چاہیے۔۔۔وہ بعد میں بتاؤں گا۔۔۔" پروفیسر یاقوت کی آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی۔۔۔وہ ارمش کو سوچ کر کھل اٹھے تھے۔۔۔ اوپر والے نے پھل جھولی میں ڈالنے کا اشارہ دے دیا تھا۔۔۔بس حیات نام کی اس ٹہنی کو اچھے سے قابو کرنا تھا۔۔۔۔

"ہوں ٹھیک ہے بس میرا کام ہو جانا چاہئے اب میں چلتی ہوں۔۔۔"

حیات نے گھڑی پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔

"میں کالج تک چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔اور سنو۔۔۔میں شام میں آؤں گا۔۔۔گھبرانا نہیں دل مضبوط کر لو اب۔۔" پروفیسر یاقوت نے حیات کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔۔۔وہ ان کی بھانجی تھی۔۔۔کاروبار اپنی جگہ۔۔۔وہ حیات کی فکر بھی کر رہے تھے۔۔۔یا شاید اس ٹہنی کو ٹوٹنے سے بچا رہے تھے۔۔۔

~•~• ~•~ ~•~ ~•~ ~•~ ~•~

" تمہیں دادی اور اپنی ماں کی باتوں میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں دیکھ لوں گا انہیں۔۔۔" قدیر صاحب نے ارمش کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔۔وہ جو دادی کے رویے سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی تھی ابا کو یہ کہنے آئی تھی کہ یہ رشتہ نہ کریں۔۔۔لیکن انہوں نے ارمش کو تسلی دے کر مزید الجھا دیا تھا۔۔۔

"لیکن ابا۔۔۔

وہ پہلے مجھ سے متنفر ہیں۔۔۔

اور میں لوگوں کی باتیں سننے کی ہمت نہیں رکھتی اب"

ارمش صبح کی دادی اور اماں کی باتیں سن چکی تھی جس میں وہ اسے حیات کا حق کھانے کے طعنے دے رہی تھیں۔۔۔اور ارمش کسی کا حق نہیں کھا سکتی تھی۔۔وہ خاموشی سے خود کو اس سب سے الگ کر لینا چاہتی تھی۔۔۔اللہ نے جو اس کے لیے لکھا ہے وہ اسے مل جائے گا یہی سوچ کر وہ ابو سے بات کرنے آئی۔

"کوئی باتیں نہیں کرے گا۔۔۔ہم کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے۔۔۔اور جو بہتر ہے اس سے پیچھے ہٹ جائیں کہ لوگ برا کہتے ؟؟"قدیر صاحب نے بیٹی کو مزید سوالات میں الجھایا تھا۔۔۔کیا سچ مچ لوگوں کی باتوں میں آکر وہ پیچھے ہٹ جائے؟وہ جو تیسرے کسی کے دخل کے خلاف تھا۔۔۔اس پہ اعتماد نہ کرے؟؟؟

"ابو۔۔۔"

وہ تھکی ہوئی سی لگ رہی تھی۔۔۔ اندر کی ٹوٹ پھوٹ صاف عیاں تھی۔۔۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ بہتر جانیں۔۔۔ میں چلتی ہوں"

وہ مطمئن نہیں تھی لیکن وہ صاف انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ آخر زریان اس کی بھی محبت تھا۔

"جانے سے پہلے اپنے ابا سے ایک وعدہ کرو۔۔۔ کہ کبھی مجھے شکایت کا موقع نہ دو گی۔۔۔ تمھاری ماں سے شادی کے بعد سے میں پورے خاندان سے لڑائی کرتا رہا۔۔۔ میرا سر مت جھکانا اپنے بھائی کی طرح۔۔۔ جس نے گوری سے شادی کر لی۔۔۔ "قدیر صاحب نے بیٹی کو روک لیا تھا۔۔۔ وہ آج تک کبھی اپنے اندر چھپے ہوئے دکھوں دردوں کو زبان تک نہ لائے تھے۔۔۔ یہ پہلی بار تھا۔۔۔ وہ ارمش سے ایسا کچھ کہہ رہے تھے۔۔۔

"ابو۔۔۔

کیا آپ کو پہلے میری وجہ سے شکایت ملی؟

میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔

میں کبھی آپ کا سر نہیں جھکنے دوں گی۔۔۔ میرے لیے سب کچھ آپ ہیں ابو"

وہ آنسو چھپاتے ہوئے وعدہ کر رہی تھی۔

"نہیں بیٹے نہیں۔۔۔ اور اب پریشان نہ ہونا۔۔""قدیر صاحب نے ارمش کے سر پر ہاتھ رکھا تو جیسے اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔۔۔

وہ کمرے سے نکلی تو فراز سامنے سے آتا دیکھائی دیا۔۔۔

"ہیلو سسٹر۔۔۔ یہ آنکھوں میں سیلاب کیوں آرہا ہے؟؟؟"فراز قریب آکر رکا۔۔۔

"کچھ نہیں بردار تم بتاؤ آج فون کہاں ہے تمھارا؟"

ارمش نے موڈ فوراً سے بہتر کیا اور فراز کو تنگ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اوہ فون۔۔۔ وہ تو آپ نیا لے کر دو گی نا۔۔۔ ابا سے سفارش کر کے۔۔"بہن کے کندھے پہ بازو رکھ کر فراز نے کہا۔۔۔ وہ ارمش کے لیے اپنی ماں دادی اور سب سے بڑھ کے حیات کے ساتھ بھی الجھ جاتا تھا۔۔۔

"فراز کے بچے تو تم مجھے استعمال کر رہے ہو"

ارمش نے فراز کو مصنوعی گھوری سے نوازا۔۔

"اپنے چھوٹے بھائی کی امداد کرنا ثواب کی بات ہے۔۔۔۔ آپ شک کر رہی ہو سسٹر صاحبہ۔۔"فراز نے بہن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے رونی صورت بنائی تھی۔۔۔

"برادر صاحب۔۔۔ یہ کیا چکر ہے ہر وقت فون کا؟

کون ہے؟ مجھ سے بھی چھپاؤ گے؟"

ارمش نے شکی نظروں سے فراز کو دیکھا۔۔۔

"ہائے توبہ۔۔۔۔" فراز نے دادی کی نقل اتاری تھی۔۔۔جو ارمش کے چہرے پہ مسکراہٹ لے آئی تھی۔۔۔

"ابا نے پیٹ ڈالنا ہے اگر میں نے کوئی ایسی حرکت کی تو۔۔" فراز سچ بول رہا تھا یا نہیں۔۔۔ مگر وہ ارمش کی طرح ابا کا سر جھکنے نہیں دے سکتا تھا۔۔۔

"سچ کہہ رہے ہو؟

اچھا چلو اپنا فون دیکھاؤ مجھے؟"

ارمش کو فراز پر یقین تھا مگر اسے تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"وہ وہ خراب ہے نا آپی۔۔۔باجی مم آپی۔۔۔"ارمش کے کان کھینچنے پہ فراز نے جیب سے فون نکال کے ارمش کو تھما دیا۔۔۔

"شاباش۔۔۔ چلو اب لاک بھی کھول کر دو"

ارمش نے ابھی تک اس کا کان نہیں چھوڑا تھا۔۔

"کیا کرو گی۔۔۔ گیمز ہیں بس۔۔۔"وہ دونوں لان میں پہنچ چکے تھے لڑتے لڑتے۔۔۔یہ نوک جھونک بس ارمش اور فراز کے درمیان ہی ہو سکتی تھی۔۔۔چند دن سے فراز بے حد بدلا بدلا تھا تھا۔۔۔وہ پہلے جیسا تنہا رہنے والا نہ رہا تھا۔۔۔

"جی میں وہی کھیل لوں گی آپ کھول دیں محترم"

ارمش بھی صرف فراز سے ہنسی مزاق کر سکتی تھی باقی گھر والے تو اس سے بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتے سوائے ابا کے۔۔۔ لیکن وہ مصروف ہی رہتے۔۔

لان میں کرسیوں پہ بیٹھتے ہوئے فراز نے لاک کھول کر ارمش کو دے دیا۔۔۔ تب ہی وہاں اچانک سے زریان آگیا۔۔۔ جس کی آنے کی خبر ارمش کو نہ ہوئی تھی۔۔۔

"فراز کی بچے فون کو تو بہت صاف رکھا ہوا ہے۔۔۔ کہیں پہلے سے شک تو نہیں تھا کہ آج جب مجھ سے نئے فون کی فرمائش کرو گے تو میں چیک کروں گی؟

بس میں سمجھ گئی اسی لیے کچھ نہیں ملا مجھے اس میں۔۔۔"

فون واپس کرنے کے ساتھ ساتھ بھی ارمش اسے تنگ کرنے سے باز نہیں ائی تھی۔

"یہ بھی چیک کر لیں۔۔۔" فراز کے بجائے زریان کی آواز سن کر، ارمش کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔۔ زریان اپنا فون ارمش کی جانب بڑھاتے ہوئے اس کے سامنے جھکا ہوا تھا۔۔ جیسے کسی بادشاہ کے آگے اس کے وزیر سر جھکائے کھڑے ہوں۔۔۔

فراز نے ہنسی روکنے کی کوشش کی تھی لیکن ہلکی سی ہنسی سی آواز نکل ہی گئی تھی۔۔۔

"اوہ۔۔۔

لیکن میں نے آپ کا فون نہیں مانگا"

خود کو سنبھالتے ہوئے ارمش نے غصے سے جواب دیا تھا۔۔۔ وہ بے شک کل رات کو معافی مانگ چکا تھا لیکن جو ہوا تھا۔۔۔

وہ اب شادی تک اس سے دور ہی رہنا چاہتی تھی۔

"اور فراز بہت ہنسی آ رہی ہے نہ تمھیں میں کوئ ابو سے تمھارے فون کی بات نہیں کر رہی"

فراز کو گھورتے ہوئے وہ وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گئ تھی۔

"ارے ارے میرے پہ کیا غصہ۔۔۔" فراز سٹپٹا کے رہ گیا۔۔۔وہ بہن کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

"موبائل میں لے دوں گا یار۔۔۔یہ آپکی آپی اگر مجھ سے ناراضگی ختم کر دیں تو۔۔۔کروادو گے؟" زریان نے ارمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"ناراضگی بس؟؟ اتنی سی بات؟" فراز چہکتے ہوئے بولا۔۔۔

"میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔۔۔میں نے یہ کل ہی بتا دیا تھا"

ارمش زریان کی بجائے فراز سے بول رہی تھی۔

"میری پیاری بہن اک بار ہنس ہی دو۔۔۔ پلیز۔۔۔۔زریان بھائی موبائل پکانا۔۔۔" فراز ارمش کو جانے سے روکنے کے لیے آگے بڑھا۔۔۔

"اگر نہیں ناراض تو فون دیکھنے میں کیا برائی ہے۔۔۔"

زریان نے فراز کی بات پہ اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

"مجھے فون دیکھنے سے کوئی مطلب نہیں اور نہ ناراضگی سے۔۔۔

اور میں ہنس ہی رہی ہوں"

"یہ بارہ بجتے چہرے کو ہنسی کہتے۔۔۔"اب باری فراز کی تھی۔۔وہ اسے ستانے لگا تھا۔۔۔

"میرا چہرہ ہے گھڑی نہیں"بازوں کو باندھے ہوئے وہ فراز کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"ہاں فراز تمھاری بہن کا چہرہ ہے گھڑی نہیں۔۔۔اور ویسے بھی گھڑی ٹک ٹک کرتی۔۔۔چک چک نہیں۔۔۔" فراز کے پیچھے کھڑے زریان کو ارمش نے دیکھا تو زریان نے آنکھ ماردی۔۔۔یہ منظر ارمش کو بھڑکانے کے لیے جلتی پہ تیل کا کام کرنے کو تھا۔۔۔

"فراز اب تم بھول جاؤ فون۔۔۔ آج ہی ابو سے کہہ کر تمہارا فون بند کرواتی ہوں"

ارمش زریان سے لڑ نہیں سکتی تھی اس لیے سارا غصہ فراز پر نکالا۔۔۔

"میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟" فراز بچوں جیسے بولا۔۔۔ اور پلٹ کے زریان کو دیکھنے لگا۔۔۔

"بھائی صاحب موبائل لے کے دیں نہ دیں میرا یہ معصوم دوست نہ چھینیں۔۔۔" موبائل سامنے کرتے ہوئے فراز بولا۔۔۔

"ارمش دھمکی نہ دیں چچا کی۔۔۔" فراز کی سائیڈ لینے زریان جو تھا۔۔۔ ارمش کی برداشت سے باہر تھا یہ سب۔۔۔۔۔

"چاچو کی دھمکی نہیں ہے یہ۔۔۔ ایسا کر دیا نا میں نے پھر پوچھوں گی۔۔۔ فراز تم ساتھ دو ان کا اور اپنے پیارے دوست کا ساتھ بھول جاؤ"

یہ آخری کوشش تھی فراز کو اپنی سائیڈ پر کرنے کی۔

"مم میں آپ کے ساتھ ہوں آپی۔۔۔ میں تو کہتا زریان بھائی آپ یہاں آئے کیوں۔۔۔" ارمش کی بات ابا نے مان لینی ہے یہ بات فراز اچھے سے جانتا تھا۔۔۔ ارمش سے دشمنی گھاٹے کا سودا تھا۔۔۔

"اور تو اگر میں کہوں کے چچا آپ کو آج رات میرے اور فراز کے ساتھ موبائل لینے بھیجیں گے۔۔۔ تو مانیں گی؟" زریان بھی طوفان تھا کیسے ارمش کے آگے جھک سکتا تھا۔۔۔

"مم۔۔ میں نے کیوں جانا ہے"

وہ بار بار فراز کو بیچ میں لا کر بول رہی تھی جب کہ زریان اسی سے مخاطب تھا اور یہ پہلی بار تھا جب وہ زریان سے خود مخاطب ہوئی تھی غیر ارادی طور پر۔۔

"یہ تو آپ دیکھ لیں گی۔۔۔ فراز کو دھمکی۔۔۔ میرے چچازاد کو۔۔۔"زریان مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔۔۔اور فراز بہن کے سامنے یوں چل رہا تھا جیسے مرغا لڑائی کے بعد فتح کا جشن منا رہا ہو۔۔۔

"تمھیں تو میں دیکھ لوں گی فراز"

فراز کو ایک اور گھوری سے نوازتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلی گئ۔۔۔

"پتر اکیلے آئے ہو عصمت کو لے آتے نا۔" دادی جو پلنگ پر تکیے کے سہارے بیٹھی ہوئی تھیں پروفیسر یعقوب سے مخاطب تھیں۔ جو حیات کے ساتھ کیے گئے اپنے وعدے کے مطابق شام میں گھر آ گئے تھے۔ اور آتے ہی انہوں نے حیات کو ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔۔

حیات بھی پروفیسر یعقوب کے ہی انتظار میں تھی۔۔۔ماموسے مل کر ان کے ہاتھ سے قیمتی پتھروں کے بارے میں کتاب لیتے ہوئے ماموں نے اسے صفحہ نمبر پچیس پڑھنے کی خاص تلقین کی تھی۔۔۔اس کے بعد وہ دادی کے کمرے میں ان کی خیریت پوچھنے چلے آئے تھے۔۔

"خالہ جی پتہ ہی ہے آپ کو۔۔۔کاروباری لوگوں کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے۔۔۔اور خلوص تو لالچ لگتا ہے انہیں۔۔۔"بیچارگی کی تصویر بنے پروفیسر یعقوب نے انجم خالہ سے دکھ بیان کیا اپنا۔۔

"یعقوب اب روتے کیوں ہو،سب نے کہا تھا نہ یہ بے جوڑ شادی کرو۔۔"

فرحت نے اپنے کزن کی رونی صورت دیکھ کر اسے ڈانٹا تو دادی نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"یہ تو یعقوب پتر کی نیکی ہے ورنہ کون کرتا ہے بیوہ سے شادی وہ بھی بچے بھی ہوں جس کے۔۔۔"

"اماں گلے بھی تو پڑ گئی نا اب نیکی۔۔۔" فرحت کو عصمت سے یوں بھی خدا واسطے کا بیر تھا۔ جبکہ دونوں کالج کے دور میں اچھی دوستیں رہ چکی تھیں۔ لیکن جب سے عصمت نے یعقوب سے شادی کی تھی وہ اس وقت سے ہی زہر لگنے لگی تھی۔۔۔

"اے ہئے دفع کر کیوں دل خراب کرتی ہے یعقوب کا۔ اتنے دنوں کے بعد آیا ہے آج کھانا کھا کر ہی جائے گا۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے کچھ کہنا چاہا تو انجم دادی نے ہاتھ اٹھا کے چپ رہنے کو کہا۔۔

"بس آج کا کھانا ادھر ہی۔۔۔" فرحت نے بھی ساس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے پروفیسر یعقوب کو قدیر صاحب سے ملنے کا کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ قدیر صاحب کو یوں تو پروفیسر یعقوب کچھ زیادہ پسند نہ تھے۔ مگر رشتے میں وہ سالے بھی تو تھے۔۔۔ اور بیگم کے غضب سے بچنے کے لیے ملنا ہی پڑتا تھا۔۔۔

قدیر صاحب کو مل کر پروفیسر یعقوب نے سیاست کے موضوع پر بات کرنا یوں شروع کی کے وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ اس سب کے دوران حیات کو ملنے والی کتاب کا صفحہ نمبر پچیس حیات کے سامنے کھلا پڑا تھا۔۔

""اپنے مقصد کے حصول کے لیے جس راستے کا انتخاب حیات بیٹی تم کر چکی ہو۔ یہ راستہ جان لینے اور جان دینے والا ہے۔۔۔ اس راہ پہ ایک بار جو اگر قدم رکھ دو گی تو واپسی کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔۔۔ ادھورے کام کا انجام تمھاری موت ہو گا۔۔۔ اچھے سے سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا۔۔۔۔ اور کل تک مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔۔۔

تمھارا ماموں! پروفیسر یعقوب""

حیات کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔ اس کی رنگت پیلی پڑتی جا رہی تھی۔۔ وہ ایمان کی طاقت کے زیر اثر تھی۔۔ وہ جس کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی اذان کی آواز ڈالی گئی تھی وہ کفر کے کلمات کو کیسے اپنے اندر جگہ دے سکتی تھی۔۔۔

لیکن نفرت اور حسد کی جلتی ہوئی اس آگ نے حیات کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ جو پیار کو بس پا لینا سمجھتی تھی، وہ یہ بات بھول رہی تھی کہ پیار کرنے والوں کی تو خوشی عزیز ہوا کرتی ہے۔۔۔ ان کو درد دینا، تکلیف پہنچا کر پیار نہیں کیا جاتا۔۔۔۔

پروفیسر یعقوب نے کیوں حیات کو یہ خط دیا تھا وہ یہ بھی نہ سمجھی تھی۔ وہ یہ بات فون پہ بھی تو کر سکتے تھے۔۔۔ اس کے لیے گھر آنے کی وجہ سمجھ سے باہر تھی۔۔۔

حیات اس سب کے بارے میں سوچنا چاہتی بھی نہیں تھی۔ اسے اس وقت زریان کی ایک الفت بھری نگاہ کی طلب تھی۔ کون کیا کرتا کیا چاہتا ہے اس سے حیات کو کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔

"تو کیسا گھر تلاش کر رہے ہو زریان؟" شایان چھٹی کے دن زریان سے ملنے کے لیے قادر صاحب کے گھر آ گیا تھا۔ فرحت بیگم کے دل میں تو شایان کی ماں کے لیے کوئی لگاؤ یا ہمدردی نہ تھی لیکن شایان انہیں اچھا لگتا تھا۔ دونوں لڑکوں کے لیے ناشتے میں آلو کے پراٹھے انہوں نے خود تیار کیے تھے۔ اور کھانے کی میز پر ارمش ناشتہ لگا رہی تھی جب شایان نے یہ سوال کیا تھا۔۔۔ زریان نے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو شایان کو بھی احساس ہوا کے شاید ارمش کے ہوتے ہوئے ایسا سوال کرنا ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ وہ اس خبر کو خود تک نہ رکھ سکی تو زریان کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔۔۔

"وہ ایک نیا کولیگ ہے دفتر میں اسے کرایہ پر کمرہ لینا ہے پورا گھر نہیں۔۔۔"زریان نے بات مکمل کی، تاکہ ارمش کے دل میں کسی طرح کا شک شبہ پیدا نہ ہو۔۔

"اوہ ہاں یاد آیا۔۔۔بتایا تھا تم نے۔۔۔"شایان نے جھوٹ بولا۔۔۔

"گڈ مارننگ۔۔۔زریان۔۔۔"چھٹی کے دن حیات کا اتنی صبح جاگ کر اس طرح کے روایتی لباس میں ہونا ایک کے بعد ایک دھچکا پہنچا رہا تھا وہاں موجود سب ہی لوگوں کو۔۔۔زریان کا نوالہ منہ میں جانے کے بجائے واپس پلیٹ میں پلٹ گیا تھا، وہیں کچن سے نکلنے والی فرحت نے بھی بیٹی کا نیا روپ دیکھ کر دل پہ ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔۔

"مارننگ حیات۔۔۔میز پہ اکیلا تو نہیں میں۔۔۔کوئی اور بھی موجود ہے۔۔۔"زریان نے حیات کو بے دلی سے جواب دیا تھا۔۔۔وہ اس لڑکی کی حرکتوں سے پہلے ہی بیزار تھا، اور آج یہ سرپرائز کہ وہ صبح سویرے یوں اجلے لباس میں۔۔۔ حیرتوں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا اور حیات اس میں اضافہ کیے جارہی تھی جب اس نے شایان کو بھی سلام کر کے ارمش کے ہاتھ سے چائے کے کپ لے کر خود دونوں کے سامنے رکھے۔۔۔

"سوری اماں مجھے اٹھا دیتیں جلدی۔۔۔خوامخواہ آپی کو زحمت دی آپ نے۔۔۔" حیات نے ارمش کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔۔دونوں بہنیں ایک ساتھ کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔حیات کی نگاہیں مسلسل زریان پہ جمی ہوئی تھیں۔۔۔

ارمش حیات کی نظروں کا تعاقب کر رہی تھی۔۔۔

حیات کی زریان پر جمی نظریں۔۔۔ارمش کو کچھ ہوا تھا۔۔۔دل چاہ رہا تھا کہ وہ زریان کو ان نظروں سے دور کر دے۔۔۔وہ اس کا تھا اور کوئی اور کیسے ڈھٹائی سے اس کی چیز کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

"کوئی بات نہیں حیات میں تو روز ہی کرتی ہوں"

ارمش نے تحمل سے جواب دیا تھا جب کہ دل کچھ اور ہی چاہ رہا تھا۔

"زریان مجھے بازار سے کچھ بکس لینی تھی ابا نے کہا تھا آپ کے ساتھ دن میں چلی جاؤں"

ارمش نے زریان کو مخاطب کیا۔

"ارے۔۔۔ کیسے کہ گئے قدیر صاحب بھی کمال کرتے۔۔۔ فراز ہے حیات ہے بہن بھائیوں کے ساتھ جانے کو نہ کہ گئے۔۔۔ حد ہی کرتے ہیں۔۔۔" فرحت نے ارمش کی بات سنی تو ان کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔۔۔۔

حیات نے بھی ناگواری سے ارمش کو دیکھا۔۔۔

"ہاں میں چلوں گی ناساتھ۔۔۔ اماں کیوں پریشان ہوتی ہیں میری بہن کو کچھ نہیں کہتے زریان۔۔۔" حیات آج کسی اور ہی سوچ میں تھی۔۔۔

"حیات رات کو تم نے منع کر دیا تھا جانے سے اور فراز نے ابو کے ساتھ جانا تھا۔۔۔ اسی لیے مجھے ابو نے زریان کے ساتھ جانے کو کہا"

رات کو ارمش نے سب سے پہلے حیات اور فراز سے ہی پوچھا تھا اس کے بعد قدیر صاحب کے پاس گئی تھی۔۔۔ اور اب تو حیات کا لہجہ ہی بدلا ہوا تھا۔۔۔

"نہ وہ تو میں شرارت کر رہی تھی نا۔۔۔ آپی اتنا تو کر ہی سکتی نا۔۔۔ اور ویسے بھی شادی سے پہلے یوں اکیلے۔۔۔ ہائے کبھی نہیں۔۔۔۔" حیات نے آنکھیں گھماتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ زریان اس سب کے پیچھے چھپی ہوئی وجہ کو خوب جانتا تھا۔۔۔

"ہاں تو چلے چلتے ہیں۔۔۔ شایان بھی آیا ہوا ہے۔۔۔ ہم چاروں چلیں گے چاچی۔۔۔" شایان نے ارمش کے ساتھ جانے کے خیال کو دل میں لاتے ہی مسکراتے ہوئے چلنے کی حامی بھر لی تھی۔۔۔

ناشتے سے فارغ ہو کر شایان اور زریان گاڑی میں حیات اور ارمش کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔ ارمش کی آنکھوں میں زریان کے لیے وہ خاص چمک جو شایان اپنے لیے ہی دیکھنا چاہتا تھا، زریان کے لیے ارمش کی نگاہوں میں دیکھ چکا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ آگے بیٹھنے کے بجائے پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔۔۔ ارمش کو زریان سے دور کر کے دل توڑنے کا اس کا کوئی ارادہ نہ تھا۔۔۔

ارمش کے آتے ہی زریان نے اگلا دروازہ کھول کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔اس دوران حیات نے مسکراتے ہوئے خود ہی پیچھے بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔۔

بظاہر مسکراتی ہوی حیات کے اندر ایک طوفان سا آگیا تھا زریان کا اس طرح ارمش کے لیے پیار حیات کو نا قابل برداشت لگا تھا کچھ سوچتے ہوئے وہ دوبارا گاڑی سے اتری تھی۔۔

"وہ میں ایک چیز اندر ہی بھول آئی بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔۔"

"حیات۔۔۔ٹائم نہیں ہے۔۔۔جلدی آنا۔۔"زریان نے حیات کو آواز دی۔۔

"ہوں میں جلدی اوں گی"..

اس نے مسکراتے ہوئے زریان کو جواب دیا اور اندر کی جانب بڑھ گئ۔۔۔

وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی تھی۔۔ اور دروازہ بند کر کے اس نے مٹی کے جیسے کچھ عجیب سی چیز تھوڑی سی اپنے ہاتھ میں لگائی تھی اور پھر مسکراتے ہوئے دوبارا واپس گاڑی میں اکے بیٹھ چکی تھی۔۔۔

"کہاں گئی تھی آپ؟؟؟" یہ شایان تھا جو حیات سے مخاطب تھا۔۔ وہ کم ہی حیات کے ساتھ بات کیا کرتا تھا۔۔۔

"وہ میرا فون اندر رہ گیا تھا تو وہی لینے گئ تھی..." حیات نے موبائل زریان کے سامنے ہلاتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا..

"حیات سوال میں کرتا ہوں آپ جواب زریان کو دے رہی ہو۔۔" حیات کو شایان نے چھیڑتے ہوئے کہا۔۔۔

"شایان میری بہن کو تنگ نہ کریں۔۔ آپ آگے بیٹھیں میں حیات کے ساتھ بیٹھتی ہوں۔۔" اس سے پہلے کے زریان گاڑی سٹارٹ کرتا ارمش دروازہ کھول کے گاڑی سے باہر آگئی تھی۔۔۔

"شایان میں آپ کو ہی جواب دے رہی ہوں..."حیات نے نظروں کا رخ شایان کی طرف کیا...

"اور ارمش تم آرام سے اگے بیٹھو.."حیات نے پیار سے ارمش کے چہرے پر چٹکی کاٹی...

"افف یہ کیا کرتی ہو۔۔۔ گاڑی کی دھول منہ پہ لگا دی ہے۔۔۔"حیات نے بہن سے شرارت کرتے ہوئے گاڑی کی مٹی اس غرض سے منہ پہ لگائی تھی کہ اسے نظر نہ لگ جائے۔۔۔

ارمش نے ناگواری سے حیات کو دیکھا اب وہ پھر سے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔۔۔زریان نے دیر کیے بنا گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔۔۔

ارمش کو اپنے چہرے پہ جلن سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔وہ بار بار دوپٹے کی مدد سے اپنے چہرے کو صاف کر رہی تھی۔۔۔

"کیا ہو گیا ہے؟ارمش یار میں کیوں لگاؤں گی مٹی؟شایان دیکھو اس کے فیس پے کچھ لگا ہے؟؟"

حیات نے معصومیت سے شایان کی طرف دیکھا۔۔۔

"کیسی مٹی؟؟؟"نہ منہ تو صاف ہے۔۔۔"شایان نے ارمش کی جانب نظر ڈالے بغیر کہا تھا۔۔۔

"ہاں ناپتا نہیں... ارمش کیوں منہ صاف کر رہی ارے ارے نار گڑو کچھ بھی نہیں ہے فیس پے مرر میں دیکھ لو اگر یقین نہیں آرہا"...

"ہاں زریان سے پوچھ لو۔۔۔"شایان بھی حیات کی شرارت میں شامل ہو گیا تھا۔۔۔

"چھوڑیں آپ گاڑی چلاں ئیں۔۔۔"

ارمش بھی اب ان کی شرارت سمجھنے لگی تھی اس لیے آخری دفعہ چہرا دوپٹے سے رگڑ کر چھوڑ دیا۔۔۔

"ہاں آپ گاڑی چلائیں۔۔۔"نقل اتارتے ہوئے حیات نے ارمش کو دیکھا۔۔۔

ارمش کو ابھی تک اس جگہ جلن محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ لیکن وہ نظر انداز کر گئ۔

اس کا دل خراب ہو رہا تھا۔۔۔

ابھی گاڑی کالونی سے باہر بھی نہیں نکلی تھی جب اس کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی۔

"زریان گاڑی دو منٹ کے لیے سائیڈ پر روکیں پلیز"

ارمش کا سر چکرانے لگا تھا۔۔۔ اور دل عجیب طریقے سے دھڑک رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہو گیا ارمش۔۔۔؟" ارمش کی پیشانی پے موجود پسینے کو دیکھ کر زریان گھبرا گیا تھا۔۔۔ ایک دم سے جیسے ارمش کی سانس بھی تیز ہونے لگی تھی۔۔۔

"کیا ہوا آپی؟؟" حیات نے ارمش پہ نظریں جمائے ہوئے کہا۔۔اس کے دل میں ایک سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔۔۔مگر چہرے پہ فکرمندی سجائے ہوئے حیات نے بھی گاڑی روکنے کو زور دیا۔۔۔

"حیات کیا ہو گیا اچانک اتنی طبعیت کیوں خراب ہو رہی یہ لو پانی پیو..." فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولے حیات اب سامنے موجود ارمش کو پانی پلا رہی تھی...

"نہیں حیات میرا دل خراب ہو رہا ہے مجھے پانی نہیں پینا۔۔۔

تم لوگ جاؤ بکس لے آؤ۔۔۔

حیات تمھیں پتا ہیں نا بکس؟

میں گھر جا رہی ہوں"

وہ ابھی گھر سے زیادہ دور نہیں تھے اس لیے وہ گھر جا سکتی تھی۔۔۔ساتھ جا کر وہ اور بیمار نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔۔اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔۔۔

"نہیں نہیں یار ایسے کیسے میں تمہیں چھوڑ کے چلی جاوں" حیات نے ارمش کی کمر سہلاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"میں چلی جاوں گی گھر پلیز آپ لوگ جائیں"

وہ مزید وہاں نہیں رکنا چاہتی تھی اس لیے وہاں سے جانے کے لیے کھڑی ہو گئ۔۔۔

"حیات آپ چلی جاؤ زریان کے ساتھ میں ارمش کو گھر لے جاتا ہوں۔۔۔" شایان نے تجویز دی تو زریان نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

"بکس کی لسٹ تمھارے پاس ہے حیات؟" ارمش کے گھر جانے کے بعد یہ پہلی بات تھی جو زریان نے حیات سے کی تھی۔۔۔وہ بک شاپ کے سامنے پہنچ چکے تھے۔۔۔زریان گاڑی پارک کرتے ہوئے کچھ کھویا ہوا الگ رہا تھا۔۔

"ہاں نام تو پتا ہے بٹ مجھے سہی نہیں لگ رہا زریان ہمیں بھی گھر چلنا چاہیئے۔۔۔مجھے بکس نہیں لینی کل تم ارمش کے ساتھ آ کے لے لینا۔۔۔" حیات نے فکر مندی سے زریان کی طرف دیکھا۔۔

"اس نے خود کہا ہے۔۔۔اور کل تو میرا آفس ہے اور اسے بھی اسائنمنٹ تیار کرنی ہے۔۔۔"زریان کو بھی گھر جانے کی جلدی تھی لیکن ارمش کا کام ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔

"کچھ نہیں ہوتا مجھ سے نہیں خریدی جائیں گی تم چلو اگر اس کی طبعیت ٹھیک ہوئ تو ہم شام میں اجائیں گے"..

"ایک تو پہلے یہاں تک چلی آئی اور اب کتابیں نہیں لینی۔۔۔اور دوسرا یہ تم تم کیا لگا رکھی ہے؟ آپ بولا کرو۔۔۔"زریان کو برا لگا تھا ارمش کو یوں شایان کے ساتھ چھوڑ کر چلے آنا۔۔وہ کسی تیسرے کو اپنے درمیان جگہ نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔

"اور گاڑی میں بیٹھو چل کے۔۔۔میں خود بکس لے لیتا ہوں۔۔۔"لسٹ ہاتھوں سے لے کر وہ حیات کو وہیں کھڑے چھوڑ کر چل دیا تھا۔۔۔

"میری بات سنو اس طرح تم میری انسلٹ کیسے کر سکتے ہو اور دوسری بات جو اس دن میں نے تم سے باتیں کی اس کے بعد میں نے بہت سوچا اور پھر مجھے سمجھ اگئ کے نصیب کے آگے کسی کا زور نہیں ہے۔۔اور نا ہی تم میری ٹائپ کے ہو میں سب کچھ بھلا کے اچھا بننے کی کوشش کر رہی ہوں تو مہربانی کر کے تم بھی سب بھول

جاو۔۔۔"لوگوں کے دیکھنے کی پرواہ کیے بغیر حیات بولے جا رہی تھی۔۔۔پاس سے گزرتے لوگ زریان کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے حیات کو چھیڑا ہے۔۔۔

"حیات یہ بات بات پہ تم کہنا بند کرو۔۔۔"حیات کی باتوں کو نہ زریان نے تب توجہ دی تھی نہ ہی آج وہ ان باتوں پہ کان دھر رہا تھا۔۔۔ایسے بچپنے کی امید ہی کی جا سکتی تھی حیات سے۔۔۔اب یہ بدلنے کی بات بھی کوئی ڈرامہ ہی ہو گا۔۔۔زریان نے سوچا اور آگے بڑھ گیا۔۔

گاڑی میں چل کے بیٹھنے کے بجائے حیات زریان کے ساتھ چل رہی تھی اور اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم کہنے سے اگر لگتا کے میں بدتمیزی کر رہی ہوں تو ٹھیک ہے۔۔۔زریان آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔۔میری نادانی کو آپ میرا کردار سمجھ کر بہت بڑی بھول کر رہے ہیں۔۔۔اور کسی کی چال چلن آپکو اسکا کردار لگتا ہے تو افسوس آپ کے میچور ہونے پہ۔۔۔"حیات نے لسٹ لیتے ہوئے کتابوں کی تلاش شروع کر دی تھی۔وہ جس قدر شرمندہ سی لگ رہی تھی اب ویسا کچھ نہیں تھا۔۔زریان کا بار بار حیات کو احساس دلانا حد سے بڑھ چکا تھا۔۔۔

"باتیں اچھی کرلیتی ہو ویسے۔۔۔"زریان حیات کے قریب آکر کتاب کی ورک گردانی کرتے ہوئے یوں بولا کہ دیکھنے والوں کو نہ لگے کہ وہ آپس میں بات کر رہے ہیں۔۔۔

"میں اور بھی بہت کچھ کرلیتی ہوں پر افسوس ابھی صرف آپکو باتوں کا پتا چلا..."حیات اپنی مطلوبہ کتاب نکالتے ہوئے اس جگہ سے ہٹ گئ۔۔۔

"اور؟؟؟باتیں بنانے کے علاوہ؟"زریان ماحول کو بہتر کرنے کی غرض سے بولا۔۔۔اسے تو ارمش کے خیالات سے بھی پیچھا چھڑانے میں مشکل پیش آرہی تھی۔۔۔

"اور کیا کچھ نہیں یہ تو وقت آپکو بتادے گا اگر آپ کو برا نا لگے تو واپس چلیں اب"..

"برا یہ لہجہ لگے گا حیات۔۔۔"اب دونوں گاڑی کی جانب بڑھنے لگے تھے۔۔۔

"آئسکریم کھانی ہے؟"حیات سے پوچھتے ہوئے زریان نے مسکرانے کی کوشش کی۔۔وہ شرمندہ سا لگ رہا تھا۔۔۔اسے یوں حیات کو اتنی باتیں نہیں سنانی چاہیے تھیں۔۔۔

"نہیں میں ائسکریم نہیں کھاتی مجھے کچھ خاص پسند نہیں"...

"چپس؟"

زریان بچوں کی طرح حیات کو مختلف آپشنز دے رہا تھا۔۔۔

"گول گپے۔۔۔یا کچھ بھی۔۔۔"

"نہیں کچھ بھی نہیں اب آپکو اچانک کیا ہو گیا ہے جو ایسے بی ہیو کر رہے ہیں آپ پہلے جیسے ٹھیک ہیں اس سے اوقات یاد رہتی ہے۔۔۔"

"اچھا نا کزن اب غصہ کیسا؟؟ اس دن کی باتیں بس کچھ دل میں چبھ رہی تھیں۔۔۔" زریان کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔۔۔

"میں جب آپکو بول چکی ہوں کے وہ باتیں سیریس نہیں تھی۔۔۔پتا نہیں مجھے اچانک کیا ہوا کے میں بولتی چلی گئ حالانکہ آپ کے اور میرے ٹیسٹ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔۔۔ آپ جیسا لڑکا ارمش کے لیے ہی ٹھیک ہے اور ہاں میں اپنی بہن کی خوشیوں میں بہت خوش ہوں"...

"that's good my dear hayyat."

زریان نے گاڑی سڑک پر ڈالی تو اس کا دل حیات کی جانب سے صاف ہو چکا تھا۔۔۔ارمش جانے کیسی ہو گی۔۔۔۔۔۔یہ فکر کھائے جا رہی تھی زریان کو۔۔۔

ہوں جو آگ میں لگا چکی ہوں نا زریان اس میں تم بھی ضرور جلو گے بس تھوڑا سا انتظار اس کے بعد تم میرے ہو گے سر سے پیر تک تمہارے دل و دماغ میں پھر میں ہوں گی صرف میں وہاں کوئ ارمش نہیں ہو گی حیات سوچتے ہوئے مسکرانے لگی...

"ارمش آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانا تھا تو آنٹی کو ساتھ لے جاتیں۔۔۔" حیات کی باتوں اور معصومیت نے زریان کی سوچوں میں وہ بات ڈال دی تھی جو وہ ارمش کے متعلق ڈالنا چاہتی تھی۔۔۔

جلتی پہ تیل ڈالنے کا کام ارمش کا شایان کا ہاتھ تھام کر گھر میں آنا ثابت ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر کے پاس سے لوٹ کر آئی تھی۔۔۔

نقاہت کی وجہ سے اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔۔ اس لیے شایان نے ہاتھ پکڑا تھا۔۔۔

حیات نے بھی یہ منظر دیکھ کر زریان کی جانب فاتحانہ انداز سے دیکھا تھا۔۔۔

اب ارمش بستر میں لیٹی ہوئی تھی اور رات ہو چکی تھی۔۔۔ دن کا وہ منظر زریان کی آنکھوں کے آگے گھوم رہا تھا۔۔۔

"زریان۔۔۔"

نقاہت کی وجہ سے اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔

"مجھے درد ہو رہا ہے"

اتنا بول کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ سر میں درد کے باعث آنکھیں زیادہ دیر کھولے رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن ارمش کی خاموشی نے کسی بڑے طوفان کو روک دیا تھا اپنی جانب بڑھنے سے۔۔۔

زریان کا فون جیب میں تھر تھرا رہا تھی۔۔۔ فون شایان کا تھا۔۔۔

"ہیلو۔۔۔۔ زریان۔۔۔؟" شایان جلدی میں تھا بولا۔۔۔

"ہمم بولو کیا مسئلہ ہے؟"

زریان بھی فون بند کرنے کی جلدی میں تھا اور غصے میں بھی۔۔۔ آخر شایان اس کے اور اس کی ارمش کے درمیان آنے کی کوشش جو کر رہا تھا۔

"زریان۔۔۔ میں نے ارمش کا حال دریافت کرنے کے لیے فون کیا ہے۔۔۔" غصے کو دباتے ہوئے شایان نے جواب دیا۔۔۔ وہ ایسے لب ولہجہ کا عادی نہیں تھا۔۔۔

"وہ ٹھیک ہے اب"

زریان کا لہجہ اب نرم تھا۔۔۔ یوں لڑنے جھگڑنے کا وہ بھی عادی نہیں تھا۔۔۔ لیکن ارمش کے قریب کسی اور کو برداشت کرنا بھی اس کے لیے مشکل تھا۔

"بہتر۔۔۔ کتابیں مل گئی تھی؟؟ یا میں پہنچادوں؟" شایان نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔۔۔

"مجھے مل گئ تھیں کتابیں تمھیں ضرورت نہیں۔۔۔

میں اسے وہی دینے اس کے کمرے میں آیا تھا۔۔۔ سامنے ہی ہے وہ کہیں تو بات کروادوں؟"

زریان نے شایان کو جتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ارمش کے پاس ہے

"نہیں۔۔۔۔ آرام کرنے دو۔۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔"شایان نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ جس چیز کی طلب انسان کرے اگر وہ دوسرے کی دسترس میں ہو تو وہ کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہے۔۔۔ شایان کو اس بات کا احساس ہوا تھا۔۔۔ فون بند کر کے وہ گھاس پہ یوں بیٹھا تھا جیسے اسے کسی نے کھینچ کر بیٹھا دیا ہو۔۔۔۔

"شایان مائے سن۔۔۔ کیا سوچتا ہے؟؟؟"

وہ سر ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا جب مس جانسن نے اسے آواز دی۔۔۔

"آپ یہاں؟ مجھے لگا آپ سو گئی ہو نگی۔۔۔ پروفیسر یعقوب نے تو آپ کا داخلہ ہی یہاں بند کر رکھا ہے مسز جانسن۔۔۔"شایان اٹھتے ہوئے بولا۔۔ وہ اپنی ماں جیسی نینی کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔۔۔

"نیند کب آتا مائے سن۔۔۔ اب تو ڈر لگتا کب پروفیسر ہم کو یہاں سے نکال دے گا۔۔۔"مس جانسن کی آواز اور چہرے سے ان کے دکھ کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔۔۔

"مائے سن آپ کیوں اداس بیٹھا۔۔۔Is everything alright?"

"جی جی سب ٹھیک ہے۔۔۔

اور آپ ڈرا نہیں کریں ابھی تو میں ہوں یہاں"

شایان نے مجبوراً مسکرا کر جواب دیا تھا۔۔۔ ابھی مس جانسن کو اپنی وجہ سے مزید پریشان کرنا اسے مناسب نہ لگا۔

"ابھی؟ کیا مطلب؟ کہیں جا رہا تم؟" شایان کی بات میں سے مسز جانسن نے یہ بات اچک لی تھی۔۔۔

"جی سوچ رہا تھا"

شایان نے سر جھکا کر جواب دیا

"ڈونٹ ٹل می۔۔۔۔ پھر سے یہ بھوت تمھارے سر پہ سوار ہوا؟ میں بتاتی تمھاری مدر کو۔۔۔"

"اوہو کہیں نہیں جا رہا آپ تو فوراً دھمکیوں پر اتر آتی ہیں۔۔۔

اب یہاں سے جانے کا ٹائم نہیں کسی اور کے آنے کا ٹائم ہے"

اس نے انہیں ہنسانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ یہاں سے جانے نہ جانے کے بارے میں ابھی تک اس نے کوئی خاص فیصلہ نہیں کیا تھا۔۔۔

آخری بات کرتے ہوئے دن کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرا تھا جب وہ درد کی وجہ سے آنکھیں بند کیے سر اس کے کندھوں پر رکھے ہاسپٹل میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

دن میں درد کی وجہ سے ارمش اسپتال میں جب شایان کے کندھے سر رکھ کر بیٹھی تھی۔۔۔ویسا ہی درد اب بھی ارمش کے سر میں اٹھا تھا۔۔۔

"شش شایان پا پانی۔۔۔" سر کو تھام کر ارمش نے پانی مانگا تو زریان کے تن بدن پہ جیسے کسی نے چھریوں کا وار کر کے گہرے زخم لگا دیے تھے۔۔۔

"ارمش میں ہوں زریان۔۔۔پانی۔۔۔" ہاتھ میں گلاس تھماتے ہوئے زریان نے غصہ چھپانے کی ناکام کوشش کی۔۔۔

حیات جو دور صوفے پہ بیٹھی یہ منظر دیکھ رہی تھی مسکرا اٹھی۔۔۔

درد کی شدت کی وجہ سے ارمش کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔اس نے بس پانی کا گلاس پکڑا چند گھونٹ اندر اتارے۔۔۔گلاس رکھنا چاہا تھا لیکن ہاتھوں کی لڑکھڑاہٹ کی وجہ سے گلاس زمین بوس ہو چکا تھا اور کانچ فرش پر بکھر اگیا تھا

حیات اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہاں سے آٹھ کھڑی ہوئ تھی

اچھا زریان آپ اس کے پاس تھوڑی دیر رکنا میں امی کو بھیجتی ہوں۔۔

"حیات۔۔۔یہ کانچ صاف کر دیں گی۔۔۔چچی کو میں خود بلالاتا ہوں۔۔۔"زریان کے اندر شایان نام کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔۔۔

"کمینہ۔۔۔دوست بن کے جڑیں کاٹ رہا ہے۔"زریان زیر لب بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا۔۔۔

یا اللہ اب یہ کیسے صاف کروں میں

نہیں نہیں آپ ادھر ہی رکیں میں جاتی ہوں اس سے پہلے کے وہ کچھ اور کہتا وہ جلدی سے باہر اگی

یا اللہ اب یہ کیسے صاف کروں میں

ٹھیک ہے آپ جائیں امی کو بلا لائیں۔۔

زریان کے جاتے ہی حیات فرش پے بکھرے کانچ کے ٹکڑوں سے بچتی ہوئ ارمش کے قریب ائ چچ چچ چچ بیچارررری ارمش چلی تھی حیات سے اس کا پیار لینے پر افسوس میری جان تم تو ابھی سے ہمت ہار گئ بہت شوق ہے نا تمہیں حیات کی چیز پے نظر رکھنے کا پر دیکھو نا حیات نے تمہارا کیا حال کر دیا اب دوبارا زریان کے قریب ہوئ نا تو ان چلتی سانسوں کو بھی روک دوں گی میں...

"جانتی ہو حیات۔۔۔ جو آگ لگا تا ہے وہ بھی ابتدا ایک ماچس کی تیلی سے کرتا ہے، ایک شعلہ ایک چنگاری کافی ہوا کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ تمہیں بھی ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے ثابت قدم رہنا ہو گا۔۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پروفیسر یعقوب نے حیات کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔۔

"کسی خطرناک کام، کسی ایسے منصوبے کو سوچنے اور کرنے کے دوران جو وقت ایک خوفناک خواب کی مانند ہوتا ہے۔۔۔ میں اس وقت سے گزر چکی ہوں ماموں۔۔۔ اور حیات قدیر پیچھے ہٹنے والی نہیں۔۔۔" حیات نے پر عزم انداز میں جواب دیا۔۔۔ وہ جو پروفیسر کی نظروں میں الجھی ہوئی اور پریشان حال لگ رہی تھی اب اچانک سے بدلی بدلی دیکھائی دینے لگی تھی۔۔۔ اسے اپنے عصاب کو قابو میں رکھتے ہوئے پروفیسر یعقوب کی ہر ایک بات کو اچھے سے سمجھنا تھا۔

حیات پروفیسر کی دی ہوئی مٹی کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔ وہ مٹی جو ارمش کے چہرے سے لگائی گئی تھی، صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا پروفیسر یاقوت کے پاس سچ مچ کوئی علم ہے۔۔۔ حیات کا شک دور ہو گیا تھا۔۔۔ اس مٹی نے جو کچھ ارمش کے ساتھ کیا تھا۔ اسے دیکھ کر حیات کو مکمل یقین ہو گیا تھا کہ اب زریان کو کوئی چھین نہیں سکتا تھا۔۔۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" اپنی ہتھیلی میں لکھے ہوئے زریان کے نام کو دیکھ کر حیات نے پروفیسر یعقوب سے سوال کیا۔۔۔ یہ نام ہتھیلی پر لکھا ہوا دیکھ کر اس کے لیے مشکلات کتنی بڑھ سکتی تھیں۔ وہ یہ سب جانتی تھی، خیر یہ بات حیات کے لیے کوئی معنی نہ رکھتی تھی۔۔۔ وہ زریان کو تو اس بات کا یقین دلا ہی چکی تھی کہ وہ اب ارمش اور اسکے درمیان نہیں آئے گی۔۔۔

"کرنا بہت کچھ ہو گا۔۔۔ لیکن اس کرنے کی تفصیل بتاتا ہوں میں۔۔۔ یہ جان لو کہ مختلف حربے ہیں۔۔۔ جو تمہیں سہل لگے وہ اپنا لو اور مجھے بتا تا دو۔۔۔"

حیات کے لیے کون سا طریقہ کار مناسب رہے گا وہ خود سے یہ فیصلہ نہیں لینا چاہتے تھے۔۔۔ جتنا کٹھن کام ہو گا وہ اپنے پیار کو پانے کے لیے کر گزرے گی۔۔ اور ایسے میں وہ پروفیسر یعقوب کی بات مانے گی۔۔۔ انکار نہ کر سکے گی۔۔۔

"ماموں؟ آپکو لگتا میں اتنے بڑے کام کی حامی بھر لوں گی اور آسان راہیں تلاش کرتی رہوں گی بعد میں؟" حیات نے پروفیسر یعقوب کی سوچ کو ہنستے ہوئے مزاق میں اڑایا تھا۔۔۔ پروفیسر یعقوب کے سامنے یہ پہلی لڑکی آئی تھی جو سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھی۔۔ جس کی آنکھوں سے جنون چھلک رہا تھا۔۔۔

"گھر والوں کی موجودگی میں چھوٹے چھوٹے کام بھی بہت بڑے پہاڑ ثابت ہوتے ہیں حیات۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے دباؤ برقرار رکھنا چاہا تھا۔۔ کہیں حیات کی ذات سے خوف نکل گیا تو وہ خود ان کے کیے خطرہ بن جائے گی۔۔۔ ایسی صورت حال میں حیات کا دبے رہنا ہی اچھی بات تھی۔۔۔

"گھر والوں کے ہوتے ہوئے ہی آپ نے عصمت آنٹی سے شادی کی تھی ماموں جان۔۔۔" حیات نے مسکرا کر جواب دیا۔ اپنے اندر چھپے خوف کو ظاہر کرنے سے بہت کچھ الٹ ہو سکتا تھا۔۔۔ بھیڑ کی کھال میں سامنے موجود بھیڑیے کو رام کرنے کے لیے حیات اپنی قربانی نہیں دینا چاہتی تھی۔۔۔

"آہ!!! یہ عصمت نام کا بوجھ اٹھائے ہوئے میں تھک چکا ہوں۔۔۔ جانتی ہو زہر لگتے ہیں اب تو یہ ماں بیٹا۔۔۔ عصمت تو اس عمر میں بھی بڑی بڑی حسیناؤں کو مات دیتی ہے۔۔۔ مگر یہ شایان۔۔۔۔ شیطان نام رکھ لیتے اسکا تو اچھا تھا۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے نفرت سے شایان کا نام آتے ہی میز پہ بیٹھی مکھی کو ہاتھ سے مار کر اسے کچل

ڈالا تھا۔۔۔ آنکھوں میں جو وحشت شایان کے نام سے پیدا ہوئی تھی اسے دیکھ کر حیات بھی لمحہ بھر کو سکتے میں آگئی تھی۔۔۔ اگر پروفیسر یعقوب مسکرانہ دیتے تو شاید حیات کچھ اور کہہ بھی نہ پاتی اور گھر کی راہ لے لیتی۔۔۔

"ڈراہی دیاماموآپ نے۔۔۔"گہری سانس لیتے ہوئے حیات نے شکر ادا کیا کہ معاملہ سنجیدہ نہیں ہوا۔۔۔ پانی پیتے ہوئے وہ ماموکو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"چلوکام کی بات کرتے ہیں۔۔۔"پروفیسر یعقوب نے خاموشی سے کچھ کاغذات دراز سے نکال کر میز پر پھیلائے۔۔۔

"جی جی بلکل کام کی بات کرتے ہیں"..

حیات اب توجہ سے پروفیسر یعقوب کو سن رہی تھی۔۔۔ وہ پانی کاگلاس رکھ کر اپنے ہاتھ کی پشت سے ہونٹوں کو خشک کررہی تھی۔۔

"یہ پہلا طریقہ۔۔۔ بے حد سود مند ہے۔۔ بہت طاقتور اور پر اثر۔۔۔"پروفیسر یعقوب نے پھیلے ہوئے کاغذات پر انگلی رکھ کر حیات کو دیکھنے کا کہا۔۔۔ حیات اپنی کرسی سے ایک جھٹکے میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

تجسس کے مارے حیات اٹھ کھڑی ہوئی تھی، جبکہ وہ آرام سے بیٹھ کر بھی وہ تصاویر اور اس لکھی ہوئی تحریر باآسانی پڑھ سکتی تھی۔۔۔ پروفیسر یعقوب کیا سوچیں گے اس کی حیات کو پرواہ نہیں تھی۔۔۔

"یہ عمل ہم آج سے بیس پچیس روز بعد کریں گے۔ اگر تم چاہو گی۔۔ جب نیاچاند نکلے گا۔۔۔"پروفیسر یعقوب نے اپنی رائے دی تھی۔۔۔

"جی جی میں تیار ہوں سب کرنے کو مگر کیا مجھے زریان مل جائے گا؟"

وہ اب کی بار تھکے ہوئے انداز میں نیچے بیٹھی تھی۔۔۔نا امیدی کا خیال آتے ہی وہ پل بھر کو گھبر ائی تھی۔۔

"زریان ؟؟؟ دنیا کا کوئی بھی شخص ہو تمھارے پاؤں نہ چوم لے میرے عملیات کے زیر اثر تو جو چور کی سزا وہ میری۔۔۔بھانجی تمھارے ماموں نے تو یہ عصمت بی بی کو قابو میں کر لیا تھا۔۔۔یہ زریان تو ابھی کل کا بچہ ہے۔۔۔"غرور بھرے انداز میں اپنے ہاتھوں میں موجود انگوٹھیوں کو سہلاتے ہوئے پروفیسر یعقوب نے حیات کو حوصلہ دیا۔۔۔

"اور ہاں حیات۔۔۔تمھارے گھر میں کیا کوئی خالی کمرہ ہو سکتا ہے ؟؟؟اس کی بہت ضرورت پڑے گی۔۔۔" پروفیسر یعقوب کو جیسے کچھ یاد آ گیا تھا۔۔۔وہ اپنے ذہن میں گھر بھر کا نقشہ یاد کر رہے تھے۔۔۔

"ہاں ہے سٹور روم وہاں کوئی نہیں ہوتا...نہ کوئی جاتا۔۔۔"حیات چہکتے ہوئے بولی۔۔۔

"ارے نہیں نہیں۔۔۔اس عمل کے لیے پورا ایک الگ سے کمرہ چاہیے ہو گا۔۔۔"پروفیسر یعقوب نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔

"ایسے تو عمل ہو پانا ممکن نہیں"پروفیسر یعقوب نے افسردگی ظاہر کی۔۔۔

"اس کے علاوہ تو گھر میں کوئی بھی ایسا کمرہ نہیں ہے ماموں.."وہ جیسے ہارنے لگی تھی۔۔۔ایک خالی کمرہ نہ ہونے سے وہ یہ جنگ ہار جائے گی۔۔۔

"وہ جو آپکے گھر میں سب سے اوپر کمرہ ہے۔۔۔جو زریان کے استعمال میں۔۔اور اس کے ساتھ جو ہے۔۔۔جو بند رہتا۔۔" پروفیسر یعقوب نے حیات کو جیسے یاد دلانے کی کوشش کی۔۔۔وہ کمرہ جس میں حیات کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔۔۔ایک وہی کمرہ تو تھا جس میں جاتے ہوئے مر جانا بہتر سمجھتی تھی۔۔۔

"پر میں کیسے ادھر نہیں! نہیں! مجھ سے یہ نہیں ہو گا وہ کمرہ مجھے بچپن سے ہی بہت خوفناک لگتا ہے میں دن کی روشنی میں کبھی ادھر نہیں گئی تو رات کے اندھیرے میں کیسے؟؟"

وہ ہمت ہارنے کے قریب تھی۔۔۔اپنے اندر پروان چڑھ چکے اس ڈر سے چھٹکارا پانے کے لیے ہمیشہ کوشش کی تھی۔۔۔لیکن یہ ڈر یہ خوف اسے اسکے پیار سے دور کرنے کو تھا۔۔۔

"تو ٹھیک ہے۔۔۔بھول جاؤ زریان کو۔۔۔کفر کرنے کی حد تک پہنچ چکی ہو۔۔۔مگر خوف کے سامنے جھک رہی۔۔۔کمال کرتی ہو حیات۔۔۔" پروفیسر یاقوت نے بھڑکتے ہوئے میز پر بکھرے کاغذات کو سمیٹتے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے حیات کی طرف دیکھا۔۔۔

"مگر آپ کوئی دوسرا حل نہیں نکال سکتے؟" حیات کا ڈر زریان کی محبت پے سبقت لے جا رہا تھا... بہت دیر بت بنے بیٹھے رہنے اور مسلسل سوچنے کے بعد آخر میں محبت نے ڈر کو مات دے دی تھی۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے میں اس کمرے میں جانے کے لیے تیار ہوں"..

"یہ یہ ہوئی سچے عاشقوں والی بات۔۔۔میں ہوں نا خوف کیسا۔۔۔" پروفیسر یعقوب کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔۔۔

"دیکھو تم تم گھر چل کر کہ دو کے آج سے تم اس کمرے میں سٹڈی کرو گی۔۔۔ اور کوئی تنگ نہ کرے تمھیں۔۔۔ اور رہ گئی بات اس عمل کی تو میں زریان کے نام کا پتلہ آج ہی بنا۔۔۔ نہیں آج تو نہیں" پروفیسر یعقوب ایک دم خاموش ہو گئے تھے۔۔۔ انکا رنگ بھی پیلا پڑنے لگا تھا۔۔۔

"مگر آج کیوں نہیں آپ جانتے ہیں نا میں چاہتی ہوں سب کچھ جلد ہو جائے... مگر اب آپ ایسے کر رہے ہیں۔ آج ہی اس کمرے کو صاف کرواتی ہوں اور آپ مجھے آج ہی بنا کر دیں گے۔۔۔" حیات نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔۔۔

"آج نہیں بن سکتا حیات۔۔۔ ممکن ہی نہیں ہے۔۔۔ جانتی ہو کیوں؟" سوالیہ نظروں کا سامنا تھا پھر سے حیات کو۔۔۔ پروفیسر یاقوت ہر گزرتے لمحے میں پراسرار ہوتے جا رہے تھے۔۔

"ہاں بتائیں کیوں؟؟" حیات بھی بے صبری سے پروفیسر یعقوب کو دیکھ رہی تھی...

"اس پتلے کو بنانے کے لیے۔۔۔ پرانی قبر کی مٹی۔۔۔ اور کسی کنواری لڑکی کا خون چاہیے۔۔۔ کہاں سے آئے گا آج یہ سب؟؟؟" پروفیسر یاقوت نے سر کھجاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"سب آجائے گا پرانی مٹی آپ لائیں گے اور خون خون میرا لے لیں." حیات نے جھٹ سے بازو آگے کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ تمھارا خون نہیں۔۔۔ اگر عمل الٹا ہو یا کوئی کمی رہ گئی تو تمھاری اپنی زندگی کو خطرہ ہے۔۔۔"

پروفیسر نے رک کر حیات کی طرف دیکھا۔۔۔

"تم اپنی جان کی پرواہ نہیں کرو گی معلوم ہے۔۔ مگر یہ کام تمھارے لیے کر رہا ہوں تمہیں ہی نقصان ہو جائے تو فائدہ کس کا؟؟؟" پروفیسر یاقوت نے کمال مہارت سے حیات کے دماغ میں فائدے کی بات کر کے ارمش کا نام ڈالا تھا۔۔

"مگر اس کے علاوہ تو اور کوئی نہیں ہے ماموں۔۔ اور ایسے کسی کا خون ہم کہاں سے لائیں گے؟؟؟" حیات گھبرائی ہوئی تھی۔۔

"ارمش۔۔" مختصر جواب میں پوری داستان چھپی ہوئی تھی۔۔ یہ پروفیسر یاقوت کا پہلا تیر تھا۔۔ جسے انہوں نے جلد بازی میں چھوڑا تھا۔۔

"نہیں نہیں ماموں میں ارمش سے بس زریان لینا چاہتی۔۔ میں اپنی خوشی کے لیے اب اور اس کا نقصان نہیں کروں گی، جو بھی ہے وہ میری بہن ہے۔۔ مم میں! آپ میرا خون لے لیں اپنا بویا میں خود ہی کاٹنا چاہتی"...

"پاگل مت بنو۔۔ بہن کا اتنا غم ہے تو اسکو پیار دے دو اپنا۔۔ یہ بچگانہ سوچ چھوڑ دو۔۔ ارمش کا خون پھر بن جائے گا۔۔ مگر تمہیں زریان نہ ملا تو کیا کرو گی؟؟؟" پروفیسر یاقوت کو حیات کے دل میں بہن کے لیے محبت جاگتے دیکھ کر تشویش نے گھیر لیا تھا۔۔

"نہیں جو بھی ہے میں اب اپنی وجہ سے اس کو نقصان نہیں دوں گی...." حیات کا لہجہ بدلنے لگا تھا۔۔

"ماموں اور رہی بات زریان کی بس مجھے اس سے یہی چاہیئے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔۔ یہ تکلیف اور دکھ۔۔ اس کے لیے بہت ہو گا۔۔ کیونکہ وہ! وہ بچپن سے اس سے پیار کرتی ہے مجھے تو اب پیار ہوا ہے اس سے۔ اب میرے دل میں یہ چاہت پیدا ہوئی ہے۔۔ اور ویسے بھی روح کو لگے زخم جسمانی گھاو سے خطرناک ہوتے۔۔"

"تو ٹھیک ہے کروالو کسی سے یہ کام۔۔" پروفیسر یاقوت تو جیسے ارمش کو گھاؤنہ ملنے پہ حیات کے بنے بنائے کام کو ہی چھوڑنے پہ تلے تھے۔۔

"ٹھیک ہے نہیں کرنا آپ نے میرا کام نا کریں آپ کے علاوہ بھی بہت سے عامل ہیں چلتی ہوں..."اب حیات کو یکدم ہی غصہ آیا تھا....

"یہ کانٹوں کی سیج ہے حیات قدیر۔۔۔ جہاں جاؤ گی یہ ہی سننے کو ملے گا۔۔ کوئی بھی عامل اپنے پیسے برباد نہیں کر سکتا۔۔ تمھارے بعد انہیں پیسہ کون دے گا؟؟؟" پروفیسر یعقوب نے پان منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔۔

"جانتی ہو؟؟؟۔۔ کسی کو حاصل کرنے کی قیمت اپنی عزت گنوا!!! کر بھی دی جاتی ہے۔۔۔ میں تو تم سے تمھاری بہن کا خون مانگ رہا۔۔ وہ بھی سوتیلی۔۔۔ اور بھلائی کر رہا۔۔"

پروفیسر یاقوت کے اندر شیطانی نظام بھرپور انداز میں عمل کر رہا تھا۔۔ یہ سب بتا کر وہ حیات کو کسی دوسرے عامل کے پاس جانے سے روکنے کے ساتھ ساتھ ارمش کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کر رہے تھے۔۔ حیات ہی انکو مقصد میں کامیاب کروا سکتی تھی۔۔۔

"اتنا تو مجھے بھی علم ہے ماموں کے انسانی خون کے علاوہ بھی ہم کوئی خون استعمال کر سکتے مگر وہ عمل تھوڑا مشکل ہو گا"...

"جس کا خون ہم ڈالیں گے۔۔۔ زریان اس سے نفرت کرے گا۔۔ یہ بھی جانتی ہو؟" پروفیسر یعقوب نے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔۔

"ہاں میں جانتی ہوں مگر مجھے یہ بھی پتا ہے کہ انسانی خون ضروری نہیں ہے ماموا ب مجھے نہیں پتا آپکو اپنے کس مقصد کے لیے ارمش کا خون چاہیے... "حیات نے دوٹوک فیصلہ سنایا۔۔۔

"پینے کے لیے۔۔۔ احمق لڑکی۔۔۔ جاؤ گھر جا کر سوچنا رات فون کر کے بتا دینا۔۔۔ "پروفیسر یعقوب نے حیات کی بات میں پوشیدہ شک کو سر اٹھاتے دیکھا تو کلاس لینے کا کہ کر چل دیے۔۔۔

..

"پروفیسر۔۔۔ جو پاورفل ہوتا اس کو رحم دل بھی ہونا مانگتا۔۔۔ آپ کے پاس ہم کو نکالنے کا پاور ہے۔۔۔ لیکن دل میں رحم نہیں ہے۔۔۔۔ اور آپکا یہ عمل رانگ ہے مسٹر پروفیسر۔۔۔"

مسز جانسن نے بمشکل اپنے آنسوں کو بہنے سے روکا تھا۔ وہ پروفیسر یاقوت کی جلاد صفت طبعیت اور مزاج سے اچھے سے واقف تھیں۔ ان کے سامنے رونے والے شخص کا جینا محال ہو جاتا تھا۔۔۔

"یعقوب کیا کرتے ہیں کہاں جائے گی اس وقت یہ۔۔۔ اور اب اس عمر میں میں انکو نکال دوں گی تو کیا لوگ یہ ہمارا سرکل باتیں نہیں کرے گا۔۔۔ "پروفیسر یعقوب کو عصمت کی بات سن کر برا تو لگا تھا لیکن وہ چپ چاپ بیگم کی بات سنتے رہے۔۔۔ مسز جانسن کے ہوتے ہوئے شایان کو نقصان پہنچانے کا خواب بس خواب ہی رہنے والا تھا۔۔۔

"آپ جائیں مسز جانسن اور شایان کو یہ بات مت بتایئے گا۔۔۔ وہ خوامخواہ پریشان ہو گا۔۔۔ "مسز جانسن کو حکم دے کر عصمت بیگم جو نہی پلٹی تو اپنے سامنے شایان کو کھڑے پایا۔۔۔

"بیٹا تم؟؟؟"وہ حیرت سے شایان تو کبھی پروفیسر یعقوب کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

"ارے آپ بھی کہاں میری باتوں میں آجاتی ہیں میں غصہ میں مسز جانسن کو کچھ بھی بولتا رہتا ہوں۔۔۔ کیوں مسز جانسن۔۔" مسز جانسن کی جانب پلٹ کر انہوں نے گھورتے ہوئے دیکھا تو بیچاری مسز جانسن نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔

"پروفیسر صاحب آپ کتنے نرم دل ہیں۔۔" مسکراہٹ سجائے عصمت بیگم نے شوہر کی تعریف کی تو شایان مسز جانسن کی جانب بڑھا۔۔

"امی۔۔۔ جانتی ہیں ریچھ کو آئینہ دیکھا کر اندھا کیا جاتا ہے۔۔ دام میں پھانس لیا جاتا ہے۔"

مسز جانسن کی آنکھوں سے عینک اتار کر انکی بھری ہوئی آنکھوں کو اپنے ہاتھوں کی مدد سے صاف کرتے ہوئے شایان نے ماں کو بتایا۔۔۔

"ہاں شاید کہیں پڑھا تھا بیٹا۔۔۔ کیوں پروفیسر صاحب آپ ہی نے تو نہیں بتایا تھا یہ؟" پروفیسر یعقوب کی جانب دیکھتے ہوئے عصمت بیگم نے جواب دیا۔۔۔ پروفیسر یعقوب کے کچھ کہنے سے پہلے شایان نے مسکراتے ہوئے مسز جانسن کا ہاتھ پکڑا اور انیکسی کی جانب چل دیا۔ وہ رکا اور پلٹ کر ماں کو دیکھا۔

"اماں۔۔۔ پروفیسر صاحب نے ادھوری بات بتائی آپ کو۔۔۔ انسان کے بارے میں یہ بتانا بھول گئے۔۔۔ بتاتے بھی کیسے۔۔۔۔ فطرت ہے انکی۔۔۔"

شایان نے مسز جانسن کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو انہوں نے شایان کو روکنا چاہا کہ وہ کچھ نہ بولے۔۔۔

"اور انسان اندھا ہوتا ہے خوشامد سے۔۔۔" شایان نے الفاظ چباتے ہوئے بات مکمل کی۔۔۔ وہ الفاظ چبا رہا تھا، اس کا بس چلتا تو وہ پروفیسر یعقوب کو اس بد تمیزی کی سزا میں کچا چبا جاتا جو انہوں نے مسز جانسن سے کی تھی۔۔۔

شایان کے جاتے ہی عصمت بیگم صوفے پر گر گئیں۔۔۔ اور اپنا سر پکڑ کے رہ گئیں۔۔۔ شایان نہ جانے اچانک کہاں سے آ گیا تھا۔ وہ تو کچھ دیر پہلے ہی باہر گیا تھا۔ گھر کے معاملات میں عصمت بیگم کی ناکامی ان کے ذہنی تناؤ میں اضافہ کرتی جا رہی تھی۔۔۔

نیند کی گولیاں کھانے تک نوبت کب کی پہنچ چکی تھی۔۔۔ اب تو بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی رنگ برنگی گولیاں کھانی پڑتی تھیں۔۔۔

"آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں۔۔۔ مجھ سے ناراضگی ہے۔۔۔ آپ تو جانتی ہیں وہ کتنا پیار کرتا ہے آپ کو۔۔" پروفیسر یعقوب نہیں چاہتے تھے کہ عصمت ان کے جال سے نکل سکے۔۔۔

"آپ ایسا کریں دوائی لے کر آرام کریں میں ابھی آتا ہوں کچھ دیر میں۔۔" حیات کا فون تو نہیں آیا تھا۔ لیکن پروفیسر یعقوب کو یقین تھا کہ فون ضرور آئے گا۔

وہ جلد از جلد مٹی لانا چاہتے تھے۔

وہ پروفیسر یعقوب سے ملنے کے بعد گھر آ کے اپنے کمرے میں بند ہو گی تھی۔۔۔ کتنی ہی دیر خالی ذہن لیے وہ سامنے موجود دروازے کو گھورتی رہی۔۔۔ اور پھر وہ اک دم سے آٹھ کر اوپر موجود اس خالی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ جس میں جانے سے وہ بچپن سے ہی ڈرتی تھی۔۔

"کہاں جا رہی ہو حیات؟" ماں نے حیات کو دیکھا تو اسے آواز دی۔۔۔ حیات سے انہیں کوئی بہت ضروری بات کرنا تھی۔۔۔

"کچھ نہیں امی بھوک لگی ہے تو کچھ کھانے کو ملے گا مجھے.." حیات اپنے کہیں جانے کے بارے میں بتانے کے بجائے ماں سے سوال کرنے لگی۔

"ہاں کیوں نہیں اور تم سے ضروری بات کرنی ہے مجھے۔۔۔ کچن میں ہی آ جاؤ۔۔" فرحت نے ادھر ادھر دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ ارمش کہیں قریب موجود تو نہیں ہے۔۔۔

"اچھا نا پہلے کھانے کو تو کچھ دیں، باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی..." لاپرواہی سے حیات نے ماں کو بنا دیکھے کہا اور کچن کی طرف بڑھی۔۔

"باتیں جو ہو رہی ہیں سن کے تمھاری بھوک مر جائے گی۔۔۔ تمھارے ابا کی آنکھوں پہ تو پٹی بندھی ہوئی ہے جیسے۔۔۔"

برتنوں کو غصے میں پٹختے ہوئے فرحت نے بیٹی کو دیکھا۔۔وہ کیسی بیمار بیمار لگنے لگی تھی۔اچھی خاصی صورت مریضوں سے بھی بری لگ رہی تھی۔۔۔برتنوں کے بجنے کی آوازیں حیات کے دماغ میں لگ رہی تھیں۔۔۔

وہ سوچ رہی تھی معاملہ سچ مچ ہی بڑا ہے۔۔ورنہ ماں یوں غصہ نہیں ہوتیں۔۔۔

"امی اب کیا ہو گیا ہے؟ چوبیس گھنٹے اس گھر میں کوئی نا کوئی مسلہ شروع ہوا ہوتا ہے"...

پروفیسر یعقوب سے رابطے کے بعد سے تو حیات کے ذہن سے زریان اور اس کے رشتے کی اہمیت ہی نہیں رہی تھی۔۔وہ تو بس یہ جانتی تھی کے وہ پروفیسر کی مدد سے زریان کو حاصل کر لے گی۔

اس لیے گھر میں اس بارے میں کیا بات ہوتی اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی۔۔

"تمھارا رشتہ آیا ہے۔۔۔"فرحت نے بیٹی کی طرف دیکھا تھا اس کے اس تیز انداز کی وجہ سے۔۔۔وہ کیسے اتنی مطمئن تھی۔۔۔

"رشتہ پر کس کا؟؟"حیات نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے ماں کو دیکھا..

"شایان کا۔۔۔"برتن دھوتے ہوئے ماں نے جواب دیا۔۔

"امی یہ آپ کیا کہ رہی ہیں؟ اس کا رشتہ اب میرے لیے کیوں آنے لگا ہے بھلا؟ اور اور کہیں ابو نے مجھ سے پوچھے بغیر تو کچھ نہیں کر دیا؟"

کھانے کی پلیٹ دور دھکیلتے ہوئے حیات ماں کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔وہ ایک لمحے میں ماں کے قریب پہنچی تھی۔۔

"کیا نہیں ہے۔۔۔ کر دیں گے۔۔۔ عصمت.!!!

اس چڑیل نے بات ہی تمھارے ابا سے کی ہے۔۔۔ مجھے کہتی تو صاف انکار کر دیتی میں تو۔۔۔"

شایان کے لیے نرم دلی کے باوجود وہ حیات کو اس کی خواہش کے مطابق بیاہنے کا سوچ بیٹھی تھیں۔۔۔

"مگر امی کیوں آپکو پتا ہے نا میں زریان کو۔۔۔۔ بس مجھے کچھ نہیں پتا آپ ابا کو بتا دیں ورنہ میں خود جا کے بتا دوں گی"...

حیات نے پانی کا گلاس ایک گھونٹ میں خالی کیا اور بولی،

"اور ہاں مجھے اوپر والا کمرہ صاف کروا کے دیں میں وہاں پڑھا کروں گی پیپرز آنے والے ہیں میرے۔۔۔"

"کمرہ؟ پاگل ہو؟ تم اور وہاں۔۔۔" شادی اور رشتہ کی بات تو جیسے ذہن سے نکل ہی گئی تھی۔۔ حیات اور وہ کمرہ۔۔ سب کو ہی علم تھا حیات کے اس ڈر کا۔۔۔

"ہاں تو امی اور کوئی کمرہ ہے؟ یا تو پھر سٹور روم کا سامان ادھر شفٹ کر کے وہ میرے لیے خالی کروا دیں۔۔"

"پاگل ہو۔۔ اتنے سالوں کا کاٹھ کباڑ کون اوپر لے کے جائے گا۔۔۔ فراز آتا ہے تو میں کرواتی ہوں صاف کمرے کو۔۔۔۔" بیٹی کی ضد سے وہ خوب واقف تھی۔۔

"اور رشتے کی بات اپنے ابا سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ جوتے پڑواو گی مجھے بھی۔۔۔"

"ہاں اچھا نہیں کرتی... اور میری پیاری امی۔۔ امی مجھے فراز کو بول کے جلدی سے ٹھیک کروا دیں کمرہ۔۔"

ماں کے گلے میں بازو ڈال کر وہ شایان کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔شایان دیکھنے میں اچھا تو تھا مگر اس کی جانب دل کبھی متوجہ نہ ہوا تھا۔۔۔

وہ ایک دوست تو ہو سکتا تھا شریک سفر نہیں۔۔۔زندگی گزارنے کے لیے تو زریان ہی سب سے بہترین انتخاب ہو سکتا تھا۔۔۔

ماں کو کمرے کی صفائی کا کہہ کر حیات دماغ کی سوچوں سے نجات کے لیے ٹی وی لاونج میں چلی آئی تھی۔۔یونہی بے مقصد چینلز بدلتے ہوئے حیات کو ارمش کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔۔

وہ کچھ سوچ رہی تھی یا بے حد پر سکون تھی کہ اپنے ارد گرد سے مکمل طور پہ غافل ہو گئی تھی۔۔۔

حیات کو بلانا آ بیل ٹکر مار کے مترادف تھا سو اسے نہ بلانے کا فیصلہ کر کے ارمش اپنا ناول لیے صوفے پر بیٹھ گئ اور حیات ہی کی طرح ارد گرد سے غافل ناول پڑھنے لگی۔ چینلز کے بار بار بدلنے سے ارمش کو کوفت ہو رہی تھی مگر وہ خاموش رہی۔۔۔

"ہیلو لڑکیو کیسی ہو۔۔" یہ زریان تھا جو ابھی ابھی دفتر سے لوٹ کر آیا تھا۔۔۔

اپنے لیے ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس وہ اٹھا لایا تھا۔۔۔کسی کو اپنے کام کے لیے کہنا زریان کو اچھا نہ لگتا تھا۔۔

"سلام کرتے ہیں۔۔ہیلو کیا ہوتا ہے۔۔" حیات نے روکھائی سے جواب دیا۔۔۔وہ زریان کو دیکھ نہیں رہی تھی۔۔۔اسے زریان کے بدلتے موڈ سے پریشانی تھی۔۔

"السلام علیکم۔۔۔

کیسا گزرا آپ کا دن"

ارمش نے ناول بند کر کے پوری توجہ سے سلام کیا۔۔۔

"وعلیکم سلام۔۔۔بہت بہترین۔۔۔اور آپکی اسائنمنٹ کا کیا بنا؟" زریان نے پوری توجہ سے اور شوق سے سوال کیا۔۔۔

حیات کی بات کا جواب دینا زریان نے ضروری نہ سمجھا۔۔ وہ تو ایسے بیٹھا تھا جیسے حیات یہاں ہے ہی نہیں۔۔۔ اپنے آپ کو ٹوکے جانا اسے عزت نفس پہ حملہ معلوم ہوا تھا۔۔ طوفانی مزاج کے زریان کو کوئی ٹوک کیسے سکتا ہے بھلا۔۔۔

"میں نے تو صبح ہی بنالی تھی۔۔۔ تھینکس بکس کے لیے۔۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ اب میں بکس نہیں لا پاؤں گی۔۔۔ لیکن آپ سب وہی لائے جو مجھے چاہیے تھی۔"

ارمش نے دل سے شکریہ ادا کیا۔۔

"ارے شکریہ کیسا۔۔۔ یہ تو۔۔۔" زریان کی بات مکمل ہوتی اس سے پہلے حیات بول اٹھی۔۔

"شکریہ میرا بھی ہو سکتا تھا ادا۔۔ کب سے بیٹھی ہوئی ہیں یہاں آپ" حیات نے ٹی وی کا والیم اونچا کرتے ہوئے کہا۔۔۔

حیات کا بات ٹوکنا زریان کو برا لگا تھا۔۔ حیات کو کسی کے بھی برا ماننے کی اس وقت کوئی فکر نہیں تھی۔۔ اسکے دل کو لگی تھی یہ بات۔۔

"اسکا شکریہ ادا کر لو پہلے۔۔۔ شاید ثواب زیادہ ہو گا۔۔۔" زریان نے کلائی میں بندھی گھڑی اتارتے ہوئے کہا۔۔۔ زریان کی بات سن کر ارمش مسکرا اٹھی تھی۔۔۔ اس سے پہلے کہ حیات اس جانب دیکھتی ارمش نے اپنا چہرہ کتاب کے پیچھے چھپا لیا تھا۔۔۔ مگر اس کی مسکراتی ہوئی آنکھوں کو کیسے دیکھنے سے روکا جا سکتا تھا۔۔۔

"ثواب گناہ آپ لوگ جانیں۔۔ مجھے تو بس اتنا کہنا ہے کہ کوئی آپ کو نہ بھی اچھا لگے تو اس کی اچھائی کو تسلیم کر لینا چاہیے۔۔۔"

حیات نے زریان کی بات کا جواب دیا تو ارمش کی جانب بھی نظر ڈالی۔۔۔ اسکی مسکراتی آنکھوں میں حیات کو اپنے لیے ہتک محسوس ہوئی تھی۔۔۔ وہ اس پہ ہنس رہی تھی؟؟ وہ زریان کے ساتھ مل کر؟ جس بہن کا خون بہانے سے وہ منع کر آئی تھی یہ جانتے ہوئے کہ اس انکار سے سب چوپٹ ہو جائے گا۔۔۔

وہ حیات پہ ہنسے گی یوں؟ ارمش کی معصومیت سے بھری آنکھوں میں خوشی کتنے وقفے سے دیکھائی دیتی تھی۔۔۔ کبھی کبھی دیکھا جانے والا منظر تب ہی تو خاص لگتا ہے۔۔۔

لیکن حیات کو یہ خاصیت زہر معلوم ہوئی تھی۔۔۔

"حیات کیوں سیریس ہو رہی ہو زریان مذاق کر رہے ہیں"

حیات کو زیادہ سیریس ہوتے ہوئے دیکھ کر ارمش نے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کی۔

"مگر میری بات مزاق نہیں تھی۔۔۔ اور آپ دونوں کو دوسروں کی فیلنگز کا مزاق بنانا اچھے سے آتا ہے۔۔۔ قریب کر کے دور کر دینا۔۔۔ مطلب پورا توٹا ٹا بائے بائے۔۔۔"

حیات نے زریان پہ طنز کیا تھا۔۔۔ وہ کل کیسے حیات کی خوشی کے لیے وہ سب کر رہا تھا۔ اور آج ارمش کے سامنے ۔۔۔۔۔

زریان کو ارمش کی باتیں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔

"ایسا نہیں ہے حیات۔۔۔

ہم نے تمہارا مزاق نہیں اڑایا۔۔۔

اور ہم نے مطلب کب پورا کیا؟"

جواب پھر ارمش نے ہی دیا تھا۔ ارمش غیر ارادائ طور پر بولتے ہوئے بار بار 'میں' کی جگہ 'ہم' استعمال کر رہی تھی جو حیات کو چھبنے کے لیے کافی تھا۔۔

"آپی۔۔۔ کیا ہم ہم کر رہی ہو۔۔۔ نکاح نہیں ہوا ہے آپکا ان سے۔۔۔ اور ان کے منہ میں زبان ہے یہ جواب دے سکتے ہیں۔۔۔"

حیات کے اندر حسد کی آگ پھر سے جلنے لگی تھی۔ وہ اس بار بار کی "ہم" کی تکرار سے جھنجھلا اٹھی تھی۔۔۔ ریموٹ میز پر پھینکتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ حیات کی آواز اونچی نہ ہوئی تھی۔۔

میز پہ ریموٹ کے گرتے ہی جیسے خاموشی میں ایک دھماکہ سا ہوا تھا۔۔ حیات ٹی وی کب کا بند کر چکی تھی۔۔۔

"حیات تمہیں مسئلہ مجھ سے ہے تو بات مجھ تک رکھو۔۔۔ ارمش کو کیوں باتیں سنا رہی ہو۔۔۔" زریان نے سختی سے کہا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ برا لگا آپ کو؟؟ بنا نکاح کے ہم ہم کہنے سے جو ٹوک دیا۔۔۔ بے حیا تو میں ہوں جو آپ کو تم کہتی۔۔۔ یہ میں اور آپ کی جگہ ہم۔۔۔ کیا بات ہے آپکے اصولوں کی۔۔۔" نفرت برستی نگاہوں سے ارمش کو دیکھا تھا اب کی بار حیات نے۔۔۔

حیات کے جاتے ہی ارمش کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔۔۔ انسان کو سب سے زیادہ تکلیف اس کی ساتھ جڑے رشتوں سے ملتی ہے۔۔۔ وہ جیسی بھی تھی،

تھی تو اس کی بہن ہی اور اپنی بہن کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر برداشت کرنا ارمش جیسی حساس لڑکی کے ممکن نہ تھا۔

"ارمش آپ رو رہی ہیں۔۔۔ پلیز مت روئیں۔۔۔" زریان نے اپنے لیے لائے ہوئے پانی کو ارمش کی طرف بڑھایا۔۔۔

"رو نہیں ارمش۔۔۔ اسکی باتوں کو سنجیدہ لینے لگی تو خوش رہ نہیں سکو گی۔۔۔ بچپنے سے باہر نہیں نکل رہی ابھی۔" زریان ایک مناسب فاصلے پر ارمش والے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

ارمش نے بنا جواب دیے اپنا سر گھٹنوں پر گرا دیا۔۔۔ کیا ہمیشہ ارمش اور زریان کے درمیان حیات کا نام آئے گا؟ کیا ہمیشہ وہ جب بھی زریان کے ساتھ ہو گی تو حیات کی وجہ سے خوش نہیں ہو گی؟

زریان کا دل چاہا تھا وہ ارمش کو بانہوں میں بھر لے۔ اسکے بہتے آنسوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرے۔۔۔ اسے بتائے کہ وہ ارمش کو کتنا پیار کرتا ہے۔۔۔ اسکی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو موتیوں سے بھی بڑھ کر قیمتی سمجھتا ہے۔۔۔

"ارمش پانی۔۔۔" زریان نے بشمکل اتنا کہا تھا۔۔۔ اسکے اندر حیات کے لیے نفرت تھی اور اپنے لہجے سے اس کرواہٹ کو ظاہر نہ ہونے دینے کی بھرپور کوشش کی تھی زریان نے۔۔۔

ارمش نے پانی کا گلاس لے کر ایک گھونٹ بھرا تھا۔۔۔ آخر وہ کیوں حیات کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرے۔۔۔ گلاس میز پر رکھ کر آنسو صاف کرتے ہوئے وہ دوبارہ نارمل ہو چکی تھی۔

"سوری زریان وہ تھوڑی پاگل سی ہے۔۔۔ چھوڑیں اسے ہم کوئی اور بات کرتے ہیں"

وہ اپنے رونے پر بھی شرمندہ شرمندہ سی تھی۔

"اور بات؟ ابھی تو کچن سے کچھ کھانے کو لادو۔۔۔"زریان نے بچوں جیسا منہ بناتے ہوئے خواہش ظاہر کی۔۔۔

"ویسے میں نے سوچا ہے شادی کے بعد میں شہر ہی رہوں گا آپ گاؤں والے گھر میں ابا کے ساتھ۔۔۔"زریان نے پہلی بار ارمش سے یوں سیدھے سیدھے شادی کی بات کی تھی۔۔۔

وہ جو کیچن میں جانے کے لیے اٹھی تھی دوبارہ بیٹھ گئ تھی۔۔۔

"جی۔۔۔

نہیں۔۔۔

جی جی ٹھیک ہے"

ارمش کنفیوز ہو گئ تھی۔جب کوئ جواب نہ بن پایا تو جلدی میں جو منہ میں آیا بول دیا۔

"یہ ایک ساتھ اتنے جی۔۔۔ کیا کھانا نہ دینے پہ جی نہیں؟"زریان نے چھیڑتے ہوئے کہا۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔میں ابھی دیتی ہوں۔۔۔ دو منٹ"

ارمش کے لیے فلحال وہاں سے اٹھ جانا ہی بہتر تھا۔۔۔وہ جتنی کنفیوز تھی ضرور کچھ نا کچھ الٹا بول دیتی۔۔

"پاگل لڑکی۔۔۔"زریان کے منہ سے بے ساختگی میں نکلا تھا۔وہ ارمش کے آنے سے پہلے چینج کر کے واپس آجانے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

کیچن میں آکر ارمش نے سب سے پہلے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔۔۔

وہ ہمیشہ زریان کے سامنے ایسے ہی کنفیوز ہو جاتی تھی۔

"کیا زریان سچ میں ہماری شادی کے بارے میں سوچ رہے ہیں"

ارمش دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔

کھانے کو اون میں گرم ہونے کے لیے رکھ کر وہ سوچوں میں گم ہو گئی تھی۔۔۔

"اے ہے کیا جلا رہی ہو۔۔۔" دادی نے باورچی خانے میں قدم رکھتے ہی ناک بھوں چڑھاتے ہوئے ارمش کو دیکھا۔۔۔ جل کچھ بھی نہ رہا تھا۔۔ بس یہ تو دادی جل رہی تھی جنہیں زریان کمرے میں جاتے ہوئے کہ گیا تھا کہ وہ ابھی آتا ہے واپس ارمش کھانا گرم کر رہی ہے۔۔۔

دادی کی کرخت آواز سن کر سپنوں کا محل جو ارمش کے خیالوں میں تعمیر ہو رہا تھا پل بھر میں گم ہو گیا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔۔

نہیں کچھ بھی نہیں جل رہا دادی میں بس زریان کے لیے کھانا گرم کر رہی تھی"

"اب سے جو کام ہو تجھے۔۔۔ چاچی یا حیات کو بولنا ہے۔۔۔ یہ چونچلے سہی نہیں ہیں شادی سے پہلے۔۔۔" دادی بھی حیات کی طرح بات کو غلط رنگ دے رہی تھی۔۔

"دادی تو کیا حیات سے کہنا ٹھیک ہے؟"

زریان نے بھی دادی ہی کی ٹون میں جواب دیا تھا۔۔

"چھوٹی بہن ہے تیری۔۔۔اور باز آجاؤ اب۔۔۔" دادی نے ارمش کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔۔۔

"ہائے اللہ جی۔۔۔حیات تو اتنی احمق ہے مجھے یقین نہیں آتا۔۔۔ایک تو لڑ کر آئی اوپر سے ان دونوں کو اکیلا بھی چھوڑ آئی ہو؟"

حیات نے اوپر کے کمرے میں ماں کو صفائی کرتے دیکھا تو انہیں سب بات آکر بتادی دی۔۔۔ماں نے بیٹی کی بات سنی تو سر پیٹ کر رہ گئی۔۔۔

"رب جانے کس دروازے سے حماقت ہمارے گھر میں آئی تھی،اور توں نے اسے گلے لگالیا۔۔"

بند الماری کو کھولنے پہ دھول اڑی تو حیات کو کھانسی شروع ہو گئی۔وہ کبھی ماں کے بولے جملے یاد کرتی تو کبھی اپنے کیے ہوئے کارنامے کو سوچتی۔۔۔

اسے زریان سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔۔ماں سچ ہی تو کہ رہی۔۔۔کیا میں احمق ہوں سچ مچ؟؟؟

خیالوں میں ڈوبی ہوئی حیات کھوئی کھوئی سی تھی۔وہ ماں کو کمرے کی صاف صفائی میں مدد کر رہی تھی۔اسکا ذہن اب تک ارمش اور زریان کی باتوں میں اٹکا ہوا تھا۔۔وہ جس بہن سے نیکی کرنے کا سوچ رہی تھی،وہ منہ سے دو بول شکریے کے ادا کرنے کو تیار نہیں تھی۔۔

"اماں یہ کمرے میں بس گلدان رہنے دیں۔۔ میں دوست کو ایک فون کال کر آوں۔۔۔" حیات نے گلدان ماں کے ہاتھ میں دیا اور جلدی سے باہر نکل گئی۔۔

"ماموں کہاں ہیں آپ اس وقت ؟" حیات نے کال ملتے ہی ماموں کو نہ سلام کیا نہ ہی ان کی خیریت دریافت کی۔

"قبرستان میں مٹی لینے آیا تھا۔۔" پروفیسر یعقوب نے جواب دیا۔ وہ مسکرا رہے تھے مگر ان کی آواز میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ وہ ویسے ہی روکھے ہوئے انداز میں بولے تھے جیسے خود حیات نے بات کی تھی۔

"قبرستان ؟ مٹی۔۔۔ تو آپ نے خون کا انتظام کر لیا نا؟" حیات کو روکھا جواب ملنے پہ اپنے غلط لہجے کا احساس ہوا تھا، اس نے جلدی سے اپنا انداز بدلتے ہوئے ماموں سے امید لگائی تھی کہ وہ خون کا انتظام کر چکے ہونگے۔۔

تب ہی تو وہ مٹی لینے گئے ہیں۔ اب تو حیات کو زریان اپنے قریب محسوس ہوا تھا۔ اسے کچھ کرنا نہیں ہو گا۔۔۔ وہ خوشی میں ماموں کا شکریہ کہنے والی تھی جب ماموں نے ہنستے ہوئے کہا،

"خون کا انتظام تو آپ ہی کرو گی بیٹے۔۔۔ اور یہ بھی جانتا ہوں یہ فون اسی سلسلے خ میں آیا ہے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے سائیکالوجیکل حربہ آزمایا تھا۔۔۔ وہ اس قدر اعتماد کے ساتھ کہہ رہے تھے جیسے انہوں نے حیات کے دل کی بات جان لی ہے۔۔۔

"پر میں نے آپکو بتایا تھا کے خون کا انتظام کرنا بہت مشکل ہے... میں کیسے کروں ؟؟؟ آپ خود سوچیں. دیکھیں ماموں میں بہت پریشان ہوں میں سمجھ رہی تھی کے شاید آپ میری پریشانی ختم کر دیں گے مگر آپ تو۔۔۔"

اپنے غصے کو پیتے ہوئے حیات نے جواب دیا۔۔۔ پروفیسر یعقوب کا یہ وار ناکام جاتا دیکھائی دے رہا تھا۔۔

"توٹھیک ہے۔۔ مٹی رہنے دیتا۔۔اب خون میں لاتا اور آپ لانا مٹی۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے تحمل سے جواب دیا۔۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ میں مٹی لے اوں گی آپ کی اگر یہی ضد ہے تو ٹھیک ہے۔۔ میں سمجھی تھی شاید بھانجی ہونے کے ناطے آپ میرا تھوڑا لحاظ کریں گے۔۔۔" حیات نے جذباتی داؤ کھیلا۔۔۔

"لحاظ ہی کر رہا ہوں حیات۔۔۔ بھول گئی دفتر میں کیا بتایا تھا میں نے۔۔۔ تمھارے جیسی بچیوں کو ایسے کام کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑتی ہے۔" پروفیسر نے حیات پہ غصہ نہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ یہ لڑکی اتنی سیدھی نہ تھی جتنا وہ سمجھے تھے۔۔

"جو بھی ہے وہ اور لڑکیاں ہوتی ہے میں ان میں سے نہیں ہوں میں حیات قدیر ہوں۔۔۔ آپ کی بھانجی ہوں ہمارا رشتہ ہے اور رشتوں کی قدر کی جاتی ہے انہیں بکھیرا نہیں سمیٹھا جاتا ہے۔۔"

حیات اپنے غصے کو دباتے ہوئے آواز بلند ہونے سے روکنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔۔ماں کے کان تک اس کے یہ پلان کی خبر پہنچی تو بہت برا ہو گا، حیات کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی۔۔ وہ چلتے چلتے کمرے سے کافی دور چلی آئی تھی۔۔۔

"حیات بچے۔۔۔ یہ خون بہتے تم دیکھ نہیں سکتی۔۔۔ بہن کو درد ہو قبول نہیں کر سکتی۔۔۔ تو جب جادو کا اثر ہو گا وہ دیکھ لو گی؟ برداشت ہو گا؟" پروفیسر یعقوب نے اپنے لہجے کو ویسا ہی میٹھا رکھا تھا۔۔۔

"ان کاموں میں رشتے نہیں نبھائے جاتے۔۔۔ جادو ایسی وادی ہے جو اچھائی کی بلکل الٹ ہے۔۔۔ نیک نیتی سے یہ کام کبھی نہیں کیے جاتے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے ترش لہجے میں جواب دیا تھا۔۔۔

"میں نیک نیت نہیں بن رہی ماموں۔ نہ ہی مجھے کوئی شوق ہے۔۔۔ مگر میں ارمش سے بس زریان کو لینا چاہتی ہوں، اس کے علاوہ میں اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتی نا ہی تکلیف میں دیکھ سکتی۔۔۔"

"زریان کوئی کھلونا نہیں ہے۔ جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ چلا جائے۔۔۔ قیمت ہوا کرتی ہے ایک۔۔۔ سوچ لو۔۔۔ دس روز ہیں۔۔" پروفیسر یعقوب نے فون بند کرنا چاہا۔۔

"ماموں...ماموں۔۔۔ میری بات سنیں!" حیات کی آواز اچانک اونچی ہوئی تھی۔۔

"دیکھیں میں مر جاوں گی میں بہت تکلیف میں ہوں آپ آپ کیوں نہیں سمجھ رہے..." حیات کی آواز درد کو دباتے ہوئے رو دینے کو تھی جیسے۔۔۔

"میں مٹی لاوں گی بس مجھے زریان ہر قیمت پے چاہیئے"...

"مٹی۔۔ قبر کی ہو گی حیات بیٹے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے مایوسی پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔۔ انہیں حیات سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ یوں انکار کر کے بزدلی کا مظاہرہ کرے گی۔۔۔۔

"ہاں مجھے پتا ہے بس یہ بتا دیں کتنی پرانی ہونی چاہیئے..." حیات نے جلدی سے سوال کیا۔۔۔

"یہی کوئی سو سال یا اس سے زیادہ۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے اتنے آرام سے سو سال کہا تھا جیسے کل پرسوں ہی کی بات ہے۔۔۔۔

"ٹھیک ہے آپ فکر نا کریں میں لے اوں گی مگر مجھے زریان چاہیئے.." حیات بار بار زریان کو مانگ رہی تھی۔۔۔

"بے فکر ہو جاؤ حیات۔۔۔زریان تمھارا۔۔۔زریان کے بعد بھول مت جانا ماموکا کام بھی کرنا ہے تمہیں۔"

پروفیسر یعقوب اب واپس گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے۔ارمش کا خون حاصل نہ ہونے پہ انہیں بے حد افسوس تھا۔۔لیکن وہ اچھی طرح جانتے تھے۔۔ابھی بہت سے ایسے لمحے آئیں گے جب حیات کمزور پڑے گی۔۔

کال ختم ہوتے ہی وہ ٹیرس کیطرف آکے اب سامنے موجود آسمان کو دیکھتے ہوئے آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔اس کا سر پھٹ رہا تھا۔۔

""آپ سے مانگا آپ نے نہیں دیا شاید مجھے مانگنا نہیں آتا مگر آپ کو دینا تو آتا تھا؟ پھر بھی زریان کو ارمش کا نصیب میں دے رہے؟

اس کے دل میں اس کے لیے محبت میرے لیے کیوں نہیں اللہ۔۔۔؟؟"وہ خدا کے قریب کبھی نہیں گئی تھی۔۔اپنے ظاہری حسن پہ اترانے والی لڑکی نے جھکنے کے بجائے ڈٹ جانے کا فیصلہ کرنے کے بعد خدا کے فیصلوں کے خلاف جانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

قہقہے بلند ہوتے جارہے تھے ور سب ہی ایک دوسرے سے مزاق کر رہے تھے۔اپنے بچوں کو اس قدر خوش دیکھ کر۔دادی انجم کا دل بھی شاد تھا۔انہیں اپنے دونوں بیٹوں کو اس قدر خوش دیکھ کر اپنی زندگی کی تمام خواہشات کی تکمیل ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ایک ماں کے لیے اس کی سکھی اولاد سے بڑھ کر کون سی خوشی ہو سکتی تھی۔۔۔

وہ اس وقت اپنے پوتے فراز کے بارے میں ہنسی مزاق کے چلنے والے دور سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ سردیوں کی شامیں خاندان والوں کو مل بیٹھنے کے ایسے مواقع فراہم کرتی ہی رہتی ہیں۔ اس تیزی کے دور میں روایات سے جڑے ہوئے خاندان بھی شہروں میں بسنے کے بعد یہ سب بھولتے جا رہے تھے۔

دیہات میں رہنے والے بیٹے قادر کو اماں نے بلوایا تھا کہ وہ انہیں چند روز کے لیے گاؤں لے جائیں۔۔ ویسے تو وہ یہاں خوش تھیں مگر نہ جانے کیوں چند روز سے اپنے مرحوم شوہر کو وہ رات خواب میں دیکھنے لگی تھیں۔۔۔

ان کی قبر پر جانے اور دعا کر کے انہیں سکون پہنچے گا ایسا انہیں محسوس ہوتا تھا۔۔ یا شاید وہ اپنی زندگی کے بیتے ان تمام برسوں کی یادیں سمیٹنے کے لیے گاؤں جانا چاہتی تھیں۔

فراز میں آنے والے بدلاؤ کو گھر والے اگر قبول نہ کر پائے تھے تو انہوں نے اسے روکا بھی نہیں تھا۔ موبائل کمپیوٹر کی کل دنیا سے نکل کر وہ اگر دین کی جانب بڑھ رہا تھا تو اسے روکنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اسکے ساتھ مزاق کرنا تو جیسے معاشرے کے ہر فرد کا فریضہ تھا۔۔

ایسے ہی بیٹھے بیٹھے آج گھر میں وہ سب لوگوں کے مزاق کا نشانہ بن گیا تھا۔ وہ تحمل سے یہ سب سن رہا تھا۔ اسے ان باتوں پہ خود بھی ہنسی آرہی تھی۔ کوئی اسے مولوی صاحب کہتا تو کوئی اس کی بے ترتیب داڑھی کو کچھ کہتا۔۔

"زریان کی ویسے سب باتیں ٹھیک ہیں بھائی صاحب۔۔ بس نماز نہیں پڑھتا۔۔۔" قدیر چچا نے اپنے بھتیجے کی جیسے شکایت کی تھی بھائی کو۔۔ جو فراز کی طرف داری کر رہے تھے۔۔۔ حیات اپنے تایا کے قریب اس قدر مؤدب بیٹھی تھی جیسے ارمش کے بجائے وہ ان کی بہو بننے جا رہی تھی۔۔

جبکہ ارمش سب سے الگ تھلگ اپنے ہاتھوں میں موجود چائے کے کپ کو خالی ہونے کے باوجود بھی گھور رہی تھی۔۔۔ اسے اس ہنسی مزاق کے ماحول میں نہ جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کمرے کے باہر بلائیں بانہیں پھیلائے ہوئے کھڑی ہیں۔۔۔ یہاں سے نکلنے والا کوئی بھی فرد ان کی زد سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔۔۔ وہ سب کو خاموش ہو جانے کا کہنا چاہتی تھی۔۔ سب کو منع کرنا چاہتی تھی۔۔۔ لیکن اس کی بات کو سنجیدگی سے لے گا بھی کون۔۔۔

"قدیر چچا۔۔۔ اب فراز پڑھ رہا ہے نا۔۔۔ اور ویسے بھی دادی بتاتی رہتی ہیں۔۔۔ آپ اور ابا جی نے تو نمازیں شادی کے بعد شروع کی تھیں۔۔۔" زریان خشک میوہ جات کو چباتے ہوئے مسکرا کر بولا۔۔۔

زریان کے جواب پہ دادی انجم اور فرحت چچی کی ہنسی نکل گئی تو قدیر چچا بھی کھسیانی ہنسی ہنسنے لگے۔۔۔

"پتر جی۔۔۔!!! آپ کی شادی میں بھی کچھ زیادہ وقت نہیں ہے۔۔۔ پھر سر پے ٹوپی اور منہ مسجد کی طرف ہی ہو گا۔۔۔" اب کی بار تایا جی نے زریان کو جواب دیا تو وہ غیر ارادی طور پر ارمش کو دیکھنے لگا۔۔۔

"تایا جی میری آپی ایسی جلاد تو نہیں ہیں۔۔۔" حیات نے تایا جی کی طرف دیکھا۔۔۔ ارمش اپنے لیے حیات کے منہ سے تعریف سن کر خوش ہوئی تھی۔۔۔

"حیات بیٹے بہن کی تعریف کرتے ہوئے آپ بھول رہی جلاد اماں کو بنا رہی ہو بیٹا جی۔۔۔" تایا جی نے تو جیسے حیات کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔۔

"حیات۔۔۔" اماں نے مصنوعی انداز میں ناراض ہوتے ہوئے حیات کو دیکھا تو حیات نے مدد طلب نظروں سے ابا کو دیکھا۔۔۔

"ابا دیکھیں تایا جی نے مجھے پھنسا دیا۔۔۔" حیات بچوں کی طرح ناراض ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

اس سب بحث و تکرار میں ارمش کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ آئی تھی۔ حیات کیسے سب کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔۔۔ کاش گفتگو کا یہ فن اسے بھی آتا۔۔ وہ چپ چاپ رہ رہ کر جیسے اچھے جملے ادا کرنا ہی بھول گئی تھی ۔۔۔

ارمش کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے زریان کی نظریں محسوس ہوئی تو وہ خود میں ہی سمٹتی چلی گئی۔۔۔

"اماں جی ادھر حویلی میں اکیلی کیسے رہیں گی۔۔ کیوں نہ آپ اور زریان چھٹی والے روز آجانا گاؤں۔۔ وہاں کون حویلی میں۔۔۔"

ماں کو سمجھانے کی کوشش کی ہی تھی قادر نے کے اماں بھڑک اٹھیں۔۔

"رہن دے۔۔ مجھے میرے ہی گھر تیری اجازت سے جانا ہو گا؟"

"اماں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔"

قادر نے بھائی کی طرف مدد مانگنے کی غرض سے دیکھا تو چھوٹا بھائی مسکرا کے رہ گیا۔۔۔اس عمر میں اماں کی خواہشات کو کوئی دلیل کیسے رد کر سکتی تھی۔۔۔

"تایا جی میں چلوں گی۔۔۔دادی کے ساتھ۔۔" حیات اچانک سے بولی۔۔۔

وہ جو دیہات کا ذکر سن کر نفرت سے منہ موڑ لیتی تھی وہ گاؤں جائے گی؟؟؟حیات کی بات پہ خود دادی تو کیا کمرے میں سب نے حیرت کے مارے حیات کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

"وہاں کیبل نہیں ہو گی ڈرامے دیکھنے کے لیے۔۔۔" فراز نے لقمہ دیا۔۔۔

فراز کی بات پہ دبی دبی ہنسی گونجی کمرے میں۔۔۔

"فراز چپ کرو۔۔۔

ہاں حیات اکھٹے چلیں گے مزہ آئے گا"

ارمش نے فراز کو آنکھیں دیکھائیں

"آپ کی یونیورسٹی ہے آپ کہاں؟؟"حیات نے جھٹ سے ارمش کو ٹوکا۔۔۔

"نہیں میں جاسکتی ہوں۔۔۔

یونیورسٹی کا کیاہے۔۔۔اٹینڈینس پوری ہے میری"

"پھر آپ ہی ہو آو۔۔۔گھر میں اماں کی مدد کے لیے بھی تو ہو نا کوئی۔۔۔"حیات نے اندر کا غصہ چہرے پہ آنے سے روکا۔۔۔اسی بہانے سے وہ زریان کے ساتھ وقت گزار لے گی۔۔۔مٹی کا کیا ہے آتی رہے گی۔۔۔

زریان نے ارمش کو گھورا تھا۔۔ مگر وہ کب زریان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ گاؤں چلی گئی تو اسکے یہاں رکنے کا مطلب۔۔۔۔"پاگل کہیں کی۔۔۔" دل ہی دل میں زریان بولا۔۔۔۔

"نہیں کوی مسئلہ نہیں تم چلی جاو۔۔۔

مجھے اب یاد آیا کہ ماہین کی شادی ہے مجھے تو ادھر جانا ہے"

ارمش کچھ سوچتے ہوئے بولی تھی

"ایک تو اس کی سہیلیوں کی شادیاں۔۔۔یہ بوڑھی ہو جائے گی۔۔۔" دادی نے منہ چڑھایا۔۔۔

"اماں بس اگلے سال میں کر دیں گے ارمش اور زریان کی بھی۔۔۔" قادر نے اماں کی بات سنی تو جلدی سے رشتے کی بات لے بیٹھے۔۔۔۔تایا جان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ تو جیسے تیر بن کر اتر گئے تھے حیات کے دل میں۔۔۔وہیں ارمش کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔۔

ارمش کا چہرہ شرم سے جھک گیا تھا۔۔۔

"میں چائے لاتی ہوں"

ارمش چائے کے بہانے باہر چلی گئ۔

ڈھلتے ہوئے سورج کی ہلکی نرم سی دھوپ میں بیٹھی ارمش اپنے ناخنوں کو نیل پینٹ سے سجا رہی تھی۔۔۔
سردی کی شام میں ہلکی سی ٹھنڈک میں دھوپ کتنی بھلی لگ رہی تھی۔۔۔

"ارے یہ کیا بادل۔۔۔"اچانک سے اس پہ دھوپ آنا بند ہو گئی تھی۔۔۔ارمش نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے زریان کھڑا تھا۔۔۔

ہاتھ سے نیل پولش گرتے گرتے بچی تھی۔زریان کو اتنے قریب دیکھ کر ارمش کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"آپ۔۔۔کوئی کام ہے؟"

ارمش نے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں کام۔۔۔شادی۔۔۔"زریان سنجیدگی سے بولا۔۔۔وہ ارمش کی ایک ایک حرکت پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔۔۔اسکی نظروں میں حوس کا شائبہ تک نہ تھا۔۔وہ تو ارمش سے بات کی غرض سے یہاں آگیا تھا۔۔

"شادی۔۔۔کس کی؟"

ارمش کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ کیا بول رہا ہے۔۔

"ہماری۔۔"

زریان ارمش کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔زریان کی آنکھوں میں سرخی دیکھائی دے رہی تھی۔۔اتنی سردی کے باوجود وہ ایک سادہ سی شرٹ پہن رکھی تھی زریان نے۔۔

اس سے آگے ارمش سے کچھ کہا نہ گیا تھا۔۔۔جھکی نظریں۔۔۔گالوں پر سرخی۔۔۔شرماتی آنکھیں۔۔۔اور انداز میں جھجھک۔۔۔

ارمش کے لیے مزید اس جگہ بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا لیکن اٹھنے کا دل بھی نہیں تھا۔

"ارے شرما رہی۔۔۔ویسے چچا کہ رہے تھے میں ہی آپکو شادی میں لے کر جاؤں گا۔۔۔اور واپسی بھی۔۔۔" زریان کی مسکراہٹ بدلی بدلی سی تھی۔۔۔وہ ارمش کے چہرے کو جس شدت سے دیکھ رہا تھا اس دیکھنے کی تپش سورج سے بھی زیادہ تیز تھی۔۔۔

"جی۔۔۔نہیں میں چلی جاوں گی۔۔۔"

ارمش کا دل تو زریان کے ساتھ جانے کو ہی تھا لیکن اس وجہ سے اس پر کئی باتیں بن سکتی تھیں۔

"چلی تو جائیں گی۔۔۔ اپنے بابا کا حکم نہیں مانیں گی؟..."زریان کتنے تیز ہیں۔۔۔ کیسے ہر بات ابا سے منسوب کر کے کرتے ہیں۔۔۔ ارمش کو غصہ آیا تھا۔۔۔

"دادی نہیں ہیں تو گھر بہت سنسان سا ہے نا۔۔۔"زریان نے بات بدلی۔۔۔

"دادی یا حیات۔۔۔"یہ پہلی شرارت تھی ارمش کی۔۔۔

حیرت سے زریان نے ارمش کو دیکھا۔۔۔

"کیا کہا؟؟"جیسے وہ سن نہ سکا تھا۔۔۔۔

"وہ۔۔۔وہ کچھ نہیں بس ایسے ہی مزاق کیا"

بولنے کی بعد ارمش کو لگا تھا شاید زریان ناراض نہ ہو جائے۔۔۔

"آپ کو لگتا میں حیات کو مس کروں گا؟"زریان نے ارمش کے ہاتھ سے نیل پالش لیتے ہوئے کہا۔۔۔زریان کے ہاتھ سرد موسم میں بھی کتنے گرم تھے۔۔۔یہ بات ارمش کے لیے عجیب سی تھی۔۔۔

"نہ۔۔۔نہیں نہیں وہ میں بس مزاق کر رہی تھی"

ارمش نے ڈرتے ہوئے کہا۔۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔۔۔"زریان اب کچھ نارمل سا ہوا تھا۔۔۔

"آپ تیار ہو لو میں جیکٹ۔۔۔"اشارے سے زریان نے بتایا کہ وہ سردی محسوس کر رہا ہے۔۔۔

"جی ٹھیک ہے"

زریان کے ٹھیک سے بات کرنے پر ارمش کی سانس بحال ہوی تھی۔

ارمش زریان کے ساتھ شادی پے جائے گی۔۔۔وہ یہ سوچ کر کتنی خوش تھی۔اسے یاد بھی نہ رہا تھا کہ اسے زریان نے تیار ہونے کو کہا ہے۔وہ اگلے پانچ منٹ اس خیال میں ڈوبی ہوئی وہیں بیٹھی رہ گئی۔۔۔وہ مزید کتنی ہی دیر یوں بیٹھی رہتی اگر اسکی گود میں موجود فون پہ وائبریشن نہ ہوتی۔۔۔پیغام اسکی دوست کی طرف سے آیا تھا۔اسے گھر سے جلدی آنے کو کہا گیا تھا۔۔۔

ارمش اپنے اس پاگل پن پہ مسکرا اٹھی۔۔وہ اب تک زریان کی راہ دیکھ رہی تھی۔جہاں وہ بہت دیر پہلے گیا تھا۔۔۔

وہ جلدی ہی اٹھ کر اندر چلی گئ۔ اسے تیار ہونے میں بس پندرہ منٹ لگے تھے۔ اس نے عام لڑکیوں کی طرح ڈھیروں میک اپ نہیں تھوپا تھا۔۔۔ ہلکے گلابی رنگ کے جوڑے میں دوپٹہ اچھے سے سیٹ کیے وہ تیار کھڑی تھی۔ بس یہی اس کی تیاری تھی۔

"آپ تیار نہیں ہوئی؟" زریان سیڑھیاں اترتے ہوئے ارمش کو ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی قمیض کے بازو کے بٹن باندھتے ہوئے نیچے آرہا تھا۔۔۔ زریان نے گاڑھے نیلے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کندھوں پہ گرم چادر تھی۔۔۔ وہ ڈراموں میں موجود کسی وڈیرے جیسا لگ رہا تھا۔۔

"جی میں بس تیار ہوں۔۔۔ ایک منٹ مجھے بریسلیٹ پہننا ہے۔۔۔ میں بس وہ پہن لوں"

ارمش کی ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتے تھے۔۔۔ وہ برائے نام میک اپ بھی نہیں کرتی تھی اور نہ ہی کوئی خاص جیولری لیکن انگلیاں کبھی رِنگز کے بغیر اور کلائی کبھی بریسلیٹ کے بغیر نہ ہوتی۔

"میں پہنا دوں؟" زریان نے یہ فرمائش یوں اچانک سے کی تھی۔۔۔ ارمش اس کے لیے بلکل بھی تیار نہ تھی۔
وہ زریان تھا کب کیا بول دے۔۔۔ اپنے نام کے جیسے طوفان برپا کرنے والا زریان ارمش کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بھی بڑھا دیا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔ وہ۔۔۔"

ارمش کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔ وہ حیران حقہ بقہ بس اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں یا نہ ارمش؟" زریان مسکرایا۔۔ وہ ارمش کا نام لے کر اس سے بات کر رہا تھا۔۔ گھر والے نہ جانے کہاں تھے۔۔ کوئی آج انہیں دیکھ کیوں نہیں رہا۔۔۔ ارمش دل ہی دل میں کسی کی آنے کی دعا کر رہی تھی تو وہیں اس کے دل میں یہ خواہش بھی تھی کہ زریان اکیلے میں نہیں ایسے سب کے سامنے بھی اپنی چاہت کا اظہار کرتا۔۔۔

وہ اب بھی خاموش تھی۔۔۔ دل تھا کہ ہاں کر دوں۔۔۔ لیکن ساتھ کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔۔۔ وہ بس ہاتھ میں بریسلیٹ پکڑے زریان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

زریان نے ہاتھ سے بریسلیٹ لے کر ارمش کے ہاتھ کو چھوئے بنا اسکی کلائی میں بریسلیٹ پہنا دیا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی میں یہ سب کر گزرا تھا۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ اس قدر بے باک ہے۔۔۔ اس کا اندازہ ارمش کو کبھی نہ ہوا تھا۔۔۔

"چلیں؟" اس سے پہلے کہ ارمش کھڑے کھڑے سوچوں میں ہی رات گزار دیتی۔۔۔ زریان نے سوال کیا۔۔۔

ارمش بنا کوئی جواب دیے اس کے پیچھے چل دی تھی۔۔۔ بے شک ارمش کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے پہنائے لیکن یوں اس طرح۔۔۔ اس کا دل بے چین ہوا تھا۔ دل اسے کسی غلطی سے خبر دار کر رہا تھا۔

"آپ فنکشن کے بعد مجھے کال کر دینا۔۔۔ میں لینے آجاؤں گا۔۔۔" زریان نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد سے اب پہلی بار بات کی تھی۔ وہ اس خاموشی کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا جو اس کے بریسلیٹ پہنانے کے بعد ان دونوں کے درمیان آگئی تھی۔۔۔

"میرے پاس آپ کا نمبر نہیں"

ارمش نے ہاتھ میں پہنے بریسلیٹ سے نظریں ہٹاتے ہوئ جواب دیا۔۔

"ہیں؟ نمبر نہیں۔۔۔ کمال کرتی ہو قسم سے۔۔۔ نہیں تنگ کروں گا کالز کر کے۔۔۔ سستے ڈراموں کے عاشقوں کی طرح۔۔۔" زریان خود اپنی ہی کہی بات پہ ہنسا تھا۔۔۔ وہ بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اسے علم تھا کہ ارمش نے اس حرکت پہ احتجاج نہیں کیا مگر وہ خوش بھی نہیں ہوئی۔۔۔ یا شاید ایسی جلد بازی نے ارمش کا موڈ خراب کیا تھا۔۔۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔ کبھی ضرورت نہیں پڑی اس لیے نمبر بھی نہیں ہے"۔۔

زریان نے اپنا فون ان لاک کر کے ارمش کے ہاتھ میں دیا۔۔ اور کہا۔۔

"اپنا نمبر سیو کر کے میرے فون سے کال ملا لو۔۔۔ نمبر آجائے گا۔۔۔" ان لاک فون کو دیتے ہوئے زریان نے ارمش کی طرف ایسے دیکھا جیسے اپنی اس حرکت پر ارمش کے دل کی کیفیت جاننا چاہتا ہو۔۔۔ کیا وہ اس پہ اعتبار کرتی ہے۔۔۔ کیا وہ اس چھوٹے سے عمل سے اعتماد حاصل کر پائے گا؟۔۔

ارمش نے فون لے کر نمبر سیو کر دیا تھا۔ خود کو کال ملا کر اس نے فون دوبارہ زریان کی طرف بڑھا دیا۔

"کوئی شک نہیں؟" زریان مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔ جیسے اسے امید تھی ارمش اسکے فون کو کھول کر چیک کرے گی۔۔۔ مگر یہاں تو اس قدر اجنبیت تھی کہ زریان جھنجھلا کر رہ گیا۔۔۔

"شک؟؟ شک کس چیز پے؟"

ارمش حیران ہوئی تھی۔ اس میں بھلا شک والی کون سی بات تھی۔

"وہ آپ نے میرا فون چیک نہیں کیا ارمش۔۔۔ ویسے تو لڑکیاں فون ٹٹول کے رکھ دیتی ہیں۔۔" زریان نے ارمش کے سوال پر حیران ہو کر کہا۔۔۔

"جی لیکن مجھے ایسی لڑکیاں اچھی نہیں لگتی" ارمش نے شک کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ صاف ستھرے انداز سے سوچنے والی تھی۔

"اگر میں کہوں کے آپکا ایسا کرنا مجھے اچھا لگتا۔۔۔"زریان نے نظر ڈالی ارمش پہ۔۔۔وہ ارمش سے توقع رکھتا تھا کہ اب تو وہ زریان کو بھی اپنے اس ہونے والے رشتے کی وجہ سے ایسے نٹ کھٹ انداز میں تنگ کرے۔۔

"جی تو پھر دے دیں میں چیک کر لیتی ہوں"

ارمش نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔۔اس نے بہت دیر بعد یا شاید پہلی بار اپنی پوری توجہ سے زریان کی طرف دیکھا تھا۔۔

"اب۔۔۔"زریان ایسے بولا جیسے اسے یقین نہ آیا تھا۔۔۔یا وہ اپنی کسی چوری کے پکڑے جانے سے خوفزدہ تھا۔

"جی تو کیا ابھی چیک نہیں کیا جا سکتا؟"

ارمش نے حیرانی سے دیکھا تھا۔

"اب تو شادی ہال۔۔۔"زریان بامعنی انداز میں مسکرایا تھا۔۔۔ جیسے اسے ارمش کو ستا کر اچھا لگ رہا تھا۔۔۔

"یہ شایان اور اسکی امی بھی یہاں ہیں۔۔۔"زریان نے گاڑی پارک کرتے ہوئے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہیں۔۔۔ یہ یہاں کیسے؟"

ارمش کی نظریں بھی باہر کی جانب اٹھی۔

زریان نے ارمش کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔۔۔ پارکنگ میں کھڑے شایان اور اسکی امی زریان کی گاڑی کی جانب ہی آرہے تھے۔۔۔ زریان اور ارمش بھی گاڑی سے نکل آئے تھے۔۔۔

"زریان تم یہاں؟"شایان نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔۔۔ تو عصمت بیگم بھی ارمش کو گلے لگا کر ملی۔۔۔

"جی وہ میری دوست کی شادی تھی تو مجھے ڈراپ کرنے آئے تھے۔۔۔"زریان کے بجائے ارمش نے جواب دیا تھا۔۔۔

"اوہ تو یہ آپکی دوست کی شادی۔۔۔ اسکے والد تو میرے بزنس پارٹنر میں سے ہیں بیٹا۔۔۔"شایان کی امی کے جواب پہ شایان نے زریان کو شادی میں رکنے کی دعوت دی۔۔۔

زریان یوں بن بلائے مہمان نہیں بننا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن ارمش کے ساتھ ہونے کی صورت میں وہ یہاں سے جانا بھی تو نہیں چاہتا تھا۔۔۔

"ہاں بیٹا آپ رک جاؤنا۔۔۔ میری فیملی بن کر آپ بھی آجاؤ۔۔۔ پروفیسر یعقوب تو آئے نہیں۔۔۔"

"ارمش آپ ہی منالیں۔۔۔ آپکی بات رد تھوڑی ہی کریں گے۔۔۔"شایان کی آواز لرز رہی تھی۔۔۔ سردی کا اثر تھا یا اپنے رقیب کی سفارش کرتے ہوئے شایان کی آواز کپکپانے لگی تھی۔۔۔ یا شاید یہ صرف ارمش کو محسوس ہوا تھا۔

سب ارمش کی جانب دیکھ رہے تھے کہ وہ کچھ بولے اور وہ سب کو کہ اب کیا بولوں۔۔۔

"جی وہ کہہ رہے ہیں تو رک جائیں نا"

سب ارمش کے شرمانے کو دیکھ کر مسکرانے لگے تھے۔۔۔ہال کی جانب بڑھتے ہوئے عصمت نے حیات اور دادی کے بارے میں خصوصاً پوچھا تھا۔ جس کے جواب میں ارمش نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ مہمانوں کی ایک بڑی تعداد ہال کے اندر پہنچ چکی تھی۔ مردوں اور عورتوں کے بیچ الگ سے دو حصے نہیں تھے۔۔شایان اور زریان سٹیج کے سامنے ایک میز پہ جا بیٹھے تھے۔۔۔ جبکہ ارمش اپنی دوست سے ملنے سٹیج پر چلی گئی تھی۔۔

زریان اور شایان دونوں سٹیج پہ بیٹھی ارمش کو دیکھنے میں مشغول تھے۔۔۔زریان تو بیٹھے بیٹھے سٹیج پر بیٹھے دلہن اور دولہا کی جگہ خود کو اور ارمش کو امیجن کر چکا تھا۔۔۔ جبکہ شایان نے بس دکھ سے نظریں پھیر لی تھیں۔

ارمش کی نظریں زریان سے ملی تھیں۔۔۔بس ایک لمحے کے لیے۔۔۔وہ تھوڑی ہی دیر میں سٹیج سے نیچے آ گئ تھی۔ارمش کے ان دونوں کے پاس آتے ہی زریان نے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پیش کی تھی جس پر وہ خاموشی سے بیٹھ گئ۔۔

"زریان اور آپ میں کافی اچھی دوستی ہو گئی ہے۔۔۔اور دیکھ لیں جب سے ہم یہاں بیٹھے ہیں ایک بھی بات نہیں کی اس نے۔۔پرانے دوست کو بھول گیا ہے۔۔"جیب سے موبائل فون نکال کر میز پر رکھتے ہوئے شایان نے ارمش سے جیسے شکوہ کیا تھا۔۔

زریان اپنا جواب دینے سے پہلے اس بات کا منتظر تھا کہ ارمش کیا کہے گی۔وہ اس تعلق کو دوستی کا نام دے گی یا بس ایک کزن کی حیثیت سے دیکھ رہی ہے وہ یہ سب کچھ۔۔۔

شادی میں بجنے والے میوزک کی وجہ سے ان کے درمیان ہونے والی بات چیت کوئی اور نہیں سن سکتا تھا۔۔۔

"جی ہم تو بچپن سے کافی اچھے دوست تھے۔۔۔بس وقت کی دھول پڑ گئ تھی ہمارے رشتے پر۔۔۔ورنہ ہم تو اب بھی ویسے ہی ہیں"

ارمش نے جس دل جگرے سے یہ بولا تھا یہ وہی جانتی تھی۔۔

ارمش کا جواب سن کر شایان کو جیسے اپنے اندر کچھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اپنے سامنے وہ اپنے پیار کے منہ سے کسی کے لیے ایسے الفاظ۔۔۔ شایان نے زریان سے اس کی جاب کے بارے میں باتیں کرنا شروع کر دی تھیں۔۔۔ وہ ارمش کو نظر انداز کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔۔۔

"تم کہاں چل دی حیات۔۔۔ ابھی تو آئی ہو گاؤں اور ابھی حویلی سے باہر جانے کی ضد کر رہی ہو۔۔" دادی نے حیات کی اس ضد پہ اسے ٹوکا تھا۔ حویلی کی خادمہ سے حیات کی گفتگو سن کر دادی نے حیات کی طرف توجہ دی تھی۔۔۔

"دادی مجھے باہر جانا ہے گاوں دیکھنا ہے بس اور کچھ نہیں ادھر تو بڑوں میں بیٹھ بیٹھ کے میں بور ہو گئ..." حیات دادی کی گود میں سر رکھتے ہوئے بولی۔۔۔

"میرے ساتھ چلیں شام میں۔۔۔ اور یہ کیسے کپڑے پہنے توں نے۔۔۔ یہاں عورتیں باتیں بنائیں گی۔۔۔" دادی نے حیات کو جینز میں دیکھ کر اسے ڈانٹا۔۔۔

"اماں کوئی میری بچی کو کچھ نہیں کہے گا۔۔۔ اور شہر کی بچی ہے ایسے کپڑوں کی عادت ہے اسے۔۔۔" تایا قادر جو ابھی ابھی اندر آئے تھے دادی پوتی کے درمیان باتوں کا وہ بھی حصہ بن گئے تھے۔۔۔

"دیکھ لیں دادو اب تایا نے بھی اجازت دے دی ہے اب تو مجھے جانے دو"..

"اچھا چلی جا لیکن دور نہ جانا زیادہ۔۔۔" دادی نے اجازت دی تو حیات کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔۔

"ٹھیک ہے نہیں جاوں گی.." دوپٹہ سر کے گرد لپیٹتے ہوئے حیات نے دادی کو مسکرا کے دیکھا اور تایا کے سامنے جھکی تو تایا نے سر پہ ہاتھ پھیر کر دعا دی۔۔۔

ملازمہ کے بار بار کے روکنے کے باوجود بھی حیات نے اسکی کسی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ اس جانب آگئی تھی۔۔ گاؤں کے اس حصے سے لوگ شام کے وقت جانے سے نہ صرف گھبراتے تھے بلکہ یہاں سے دن کے وقت گاڑی میں سے گزرنا بھی لوگوں کے لیے ممکن نہیں تھا۔

حیات کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں، اسکی پیشانی پر پسینہ اور دھڑکنیں اپنے کانوں میں ہی گونجتی سنائی دے رہی تھیں۔۔۔ حیات پرانے قبرستان میں جانے سے خوفزدہ ہو رہی تھی۔۔ یہ قبرستان جو اب ایک جنگل لگ رہا تھا۔۔۔

حیات نے ایک لمحے کے لیے رک کر اپنے حواس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔ وہ جس کام کے لیے آئی تھی اسے اب پیچھے پلٹنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔۔۔

حیات جھاڑیوں اور درختوں میں الجھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ اسکے پاؤں زخمی ہو رہے تھے۔۔۔ لیکن وہ رکی نہیں۔۔۔ اپنی جیب میں موجود پلاسٹک کی تھیلیوں کو جینز کی جیب سے نکال کر وہ اب ایک خستہ حال قبر کے پاس دوزانوں ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ ہاتھ میں موجود چاقو جسے وہ گھر کے کچن سے اٹھالائی تھی، وہ حیات کے ہاتھ میں کپکپا رہا تھا۔۔۔

کسی کی آخری آرام گاہ کو یوں کھودنے کے لیے وہ کتنی گنہگار ہو گی۔۔۔ گناہ!!! گناہ تو وہ ہے جو گھر والے کر رہے۔۔۔ دل توڑ کر۔۔۔ حیات نے اپنے آپ کو سمجھایا تھا۔۔۔ گاؤں کی مسجد سے مغرب کی آذان کی آواز سنائی دی تو حیات کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چلا تھا۔۔۔

پہلے ہی وار نے کو کھلی ہو چکی قبر کی دراڑ کو شگاف میں بدل دیا تھا۔۔۔ وہ احساس جرم جو حیات کے جسم پہ لرزہ طاری کیے ہوئے تھا اب ختم ہو گیا تھا۔۔۔

وہ کسی مشین کے جیسے مٹی کرید کرید کر تھیلیاں بھر چکی تھی۔ دو تھیلیوں کی یہ مٹی وہ اپنی اس چادر کی مدد سے چھپا کر با آسانی لے جا سکتی تھی۔ حیات نے اپنا کام کر دیکھایا تھا۔۔۔ دادی نے اس کی جو مدد اپنے ساتھ گاؤں لا کر کی تھی وہ اس پہ بے حد خوش تھی۔۔۔۔

ملازمہ جو اس راستے پہ کھڑی خود کو کوس رہی تھی، نہ وہ حیات کو جانے دیتی نہ یہ انتظار کرنا پڑتا۔۔۔ اسے جنگل کی جانب سے حیات آتی نظر آئی تو رجو کی جان میں جان آئی۔۔۔ وہ بھاگتی ہوئی حیات کے پاس آئی۔۔۔

"حیات بی بی ٹھیک تو ہو۔۔۔ اتنی دیر کہاں رہ گئی تھی آپ؟" رجو نے حیات کی جانب دیکھا۔۔۔ وہ جو آتے ہوئے چادر مردوں کے انداز میں کندھے پہ رکھے بے پرواہی سے چلتی آئی تھی۔۔۔ اب وہ حیات چادر ایسے لیے ہوئی تھی جیسے اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا باپردہ اس پورے گاؤں میں نہ ہو گا۔۔۔

"رجو کیوں گھبرا رہی۔۔۔ میں تو بس پرندوں کی آوازیں سننے گئی تھی۔۔۔ شہر میں یہ سکون کہاں۔۔۔"
حیات کے جواب نے رجو کو مطمئن کر دیا تھا، وہ اب شہر کے ماحول اور کپڑوں کے بارے میں حیات سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگی تھی۔۔۔ حویلی قریب آچکی تھی۔۔۔

"آپ کو کس بات کا ڈر ہے؟ یوں شام تک گاڑی نہیں ملنے والی۔۔۔" شایان جو یونیورسٹی سے واپس لوٹ رہا تھا اسے راستے میں ارمش بس سٹاپ پہ کھڑی دیکھائی دی تھی۔۔ وہ گاڑی ارمش کے سامنے روک کر اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہ رہا تھا۔ وہ اسے گھر چھوڑ دے گا۔۔۔ مگر ارمش نے ایک ہی ضد پکڑی تھی۔۔۔ "نہ...."

شہر میں پبلک ٹرانسپورٹ کی ہڑتال کی وجہ سے کوئی بھی گاڑی سڑک پہ نہیں تھی۔ پہیا جام ہڑتال نے شہر کو مفلوج کر دیا تھا۔۔ ہڑتال یوں اچانک کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔ ارمش جو ٹی وی اخبارات سے دور رہتی اسے کیسے معلوم ہوتا کہ کیا چل رہا ہے۔۔۔ اپنی زندگی میں مصروف وہ تو بس پڑھائی سے فرصت ملنے پہ کوئی کتاب یا ڈرامہ دیکھ لیا کرتی تھی۔۔۔ حیات بھی گھر نہیں تھی ورنہ اس کا تبصرہ تو گھر میں عام سننے کو ملتا تھا۔۔۔ ملک بدلنے کے لیے وہ تو جیسے مستقبل میں سیاسی جماعت میں ہی شامل ہو گی۔۔۔ جنونی لڑکی۔۔۔

"ارمش لوگ مجھے کوئی لفنگا سمجھ لیں گے۔۔۔ بیٹھ جائیں۔۔۔"شایان نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔۔۔ مگر ارمش کا بت تو ساکت تھا۔۔۔ اس نے بس نظروں سے لوگوں کی جانب دیکھا۔۔۔ جو اپنے کام چھوڑ کر ارمش اور شایان کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔۔۔ کچھ لڑکوں نے تو آستینیں بھی چڑھالی تھیں۔۔۔ وہ اس امیر زادے کو زدوکوب کرنے کی تیاری کر چکے تھے۔۔۔

"دیکھیں میں چلی جاؤں گی۔۔۔ ابھی کوئی نا کوئی گاڑی مل ہی جائے گی۔۔۔ آپ کو مسئلہ ہو گا"

ارمش اسے ڈھیٹھوں کی طرح کھڑے دیکھ کر بولی۔۔

"سہی ہے۔۔۔ آنٹی انکل کو کہ دوں گا کہ مدد کی آفر کی تھی۔۔۔ بلکہ رکیں میں زریان کو فون کر کے اجازت لے لیتا۔۔۔"شایان فون اٹھا کر گاڑی سے نکل آیا تھا۔۔ وہ لوگوں کی نظروں کی وجہ سے نروس بھی ہو رہا تھا۔۔۔

"مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے کسی کو فون کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"

اسے فون پر نمبر ملاتے دیکھ کر ارمش نے بولا۔۔

اس تمام وقت میں دو تین مرد ان دونوں کی جانب بڑھنے لگے تھے۔ اور وہ لڑکے جو کب سے موقع تلاش کر رہے تھے اب اپنی جگہوں سے آگے بڑھے تھے۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ مت چلیں۔۔۔" شایان کو دکھ اس بات کا نہیں تھا کہ وہ لوگوں کی نظروں میں برا بنے گا۔۔۔ افسوس تو اس بات کا تھا کہ وہ ارمش کے لیے قابل اعتبار نہیں۔۔۔ وہ اسکا رشتہ دار نہ سہی۔۔۔ مگر کتنے سالوں سے وہ لوگ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔۔۔ شایان کو اپنے اوپر ہنسی آنے لگی تھی۔۔۔ وہ گاڑی کی جانب پلٹ گیا۔۔۔ وہ کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"رکیں۔۔۔ مجھے جانا ہے ساتھ۔۔۔"

ارمش کو شایان کا اترا ہوا چہرا دیکھ کر برا لگا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر یقین نہیں کرتی تھی بس لوگوں کی باتوں سے ڈرتی تھی۔۔۔

"جی آئیں۔۔" اپنے دروازے کو کھولنے سے پہلے وہ پلٹ آیا تھا۔۔۔اس نے ارمش کے لیے فرنٹ سیٹ کے دروازے کو کھولا تھا۔۔۔

اسے ارمش کے سامنے اپنے چہرے پہ اداسی نہیں لانی چاہیے تھی۔۔وہ شرمندہ تھا۔۔۔اسے ایک مرد کے جیسے بے تاثر چہرہ رکھنا چاہیے تھا۔۔۔

ارمش کے بیٹھتے ہی آگے آتے ہوئے لوگوں پہ شایان نے ایک فاتحانہ انداز میں نگاہ دوڑائی۔۔۔وہ کیا جیتا تھا، اسکا جواب وہ بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔ لیکن ارمش کے ساتھ گاڑی میں۔۔وہ اب مزید نروس ہونے لگا تھا۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی شایان نے کہا،

"شکریہ"!

"شکریہ کس بات کا بلکہ آپ کا شکریہ۔۔۔ آپ کو میری وجہ سے تکلیف ہو گی"

ارمش اس کے شکریہ کرنے پر حیران ہوئی تھی۔۔

"اس لیے کہ مجھے ان لوگوں کی پٹائی سے بچایا آپ نے۔۔"شایان نے صاف گوئی سے کام لیا۔۔۔

"اور مجھے کیسی تکلیف یہ کتابیں آپکے بابا کو واپس کرنی تھیں۔۔۔تو یوں بھی شام میں چکر لگتا۔۔۔"شایان کم گو تھا۔۔اس کے الفاظ کتنے نپے تلے تھے۔۔۔ارمش کو شایان کی کتابیں پڑھنے والی خوبی بے حد پسند تھی۔۔لیکن اس پہ بات کرنے کی ہمت نہیں تھی ارمش میں۔۔۔وہ شایان کے لگائے نشانات کو اکثر بابا کی کتابوں میں دیکھتی رہتی تھی۔۔۔

'شین اور الف' ملا کر وہ شاید اپنے نام کو مختصر کیا کرتا تھا۔۔۔

"اوہ تو آپ لوگوں سے پٹ لیتے؟"

وہ دونوں پہلی دفعہ بے تکلفی سے بات کر رہے تھے۔۔۔پہلے کبھی موقع ہی نہیں ملا تھا۔۔۔

"نہیں پتہ تو نہیں لیکن ہاں ایک دو گھونسے تو کھا لیتا۔۔ اور ماں کے چاند پہ آسمان کے چاند جیسے داغ پڑ جاتے تو؟" شایان پہلی بار مسکرایا۔ اسے اپنی ماں کا ذکر کر کے اچھا لگا تھا۔ مسز جانسن اور اس کی اماں دو ہی تو لوگ تھے جن کا ذکر کرتے وہ مسکراتا تھا۔۔ اور تیسرا نام وہ زبان تک نہ لایا تھا کبھی۔۔۔

"اوہ۔۔ پہلے کتنی دفعہ یہ ماں کے چاند پر آسمان والے چاند جیسے نشان پڑے ہیں؟"

ارمش کھل کر مسکرائی تھی۔۔ اور انہیں مسکراتا دیکھ کر ارد گرد موجود ہر چیز کو جیسے جلن ہوئی ہو۔۔ تقدیر دور کھڑی دونوں مسکراتے چہروں کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔ شاید ان کا ملنا لکھا جا چکا تھا۔۔ ماں کے چاند کو اپنا چاند مل جانا تھا۔۔ لیکن چاند نے اپنے چاند کو خود ہی داغدار کرنا تھا۔

"ہیں۔۔ نہیں کبھی بھی نہیں۔" شایان ایک دم سے حیران ہوا تھا۔ وہ اسکی بات پہ ہنسی تھی۔۔ وہ اس ہنسی کو ہمیشہ دور سے دوسروں کی باتوں پہ کھلتے ہوئے دیکھتا تھا۔۔ وہ گاڑی چلاتا یا ارمش کو دیکھتا۔۔ خدا نے اسکی سن لی تھی۔۔

اشارہ بند تھا۔۔۔!!!

وہ گاڑی روک کے ارمش کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ کتنے دل سے ہنس رہی تھی۔۔۔ بلکل بچوں کے جیسے۔۔۔ بے خوف ہنسی اور بے خودی میں۔۔۔

"ارمش آپ بہت کم مسکراتی ہیں۔۔۔ میں پہلی بار آپکو ہنستے دیکھ رہا ہوں۔۔۔" وہ یہ سب کہہ رہا تھا اسے یقین نہیں تھا۔۔ ہوتا بھی کیسے۔۔۔ سب کچھ دل میں کہہ رہا تھا۔۔۔ ایسی تعریف سے کہیں ماحول بگڑ ہی نہ جائے۔۔۔

"شادی میں آپ بہت اچھی لگ رہی تھیں۔۔۔ آپکا لباس ان باقی لڑکیوں جیسا نہیں تھا۔۔۔" ارمش کی تعریف کرتے ہوئے وہ الفاظ سوچ سمجھ کے ادا کر رہا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔ میری پسند ایسی ہی ہے۔۔۔ ویسے تو لوگوں کو میری پسند سے چڑ ہی رہتی ہے آپ کو کیسے اچھی لگ گئی"

ارمش شایان کی بات پر حیران ہوئی تھی۔۔۔۔

شاید لباس کے معاملے میں میں بھی کچھ ایسا ہوں۔۔۔" وہ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ لباس پہننے والی ہی پسند ہو جب تو لباس تو پسند آ ہی جاتا ہے۔۔۔ لیکن ارمش کا موڈ بدل گیا تو چلتی گاڑی میں عزت افزائی سے بہتر ہے نہایت فلسفیانہ جواب دے دیا جائے۔۔۔

گاڑی کو گھر کی جانب موڑتے ہوئے شایان کا دل جیسے ڈوب رہا تھا۔۔۔ ارمش گھر چلی جائے گی یہ سوچ کر وہ اندر ہی اندر اداس ہوا تھا۔۔۔ اس سفر کو عمر بھر کا ساتھ مل جائے تو؟؟؟

گاڑی دروازے کے عین سامنے جا رکی تھی۔۔۔

"شکریہ۔۔۔ آپ کو میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے"

ارمش گاڑی کے رکتے ہی اسے تشکر آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ اگر آج وہ نہ آتا تو وہ اب تک وہیں پھنسی ہوئی ہوتی۔۔۔

"یہیں سے شکریہ؟ اندر چلنے کو نہیں بولیں گی؟" شایان ارمش کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسے اندر جانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ لیکن یہ دل کہاں بھرنے والا تھا ارمش کو دیکھ دیکھ کر۔۔۔

"چلیں ضرور چلیں۔۔۔ میں یہی کہنے لگی تھی۔۔۔ لیکن میرے ساتھ آپ اندر بور ہی ہوں گے۔۔۔"

وہ اسے اندر چلنے کی دعوت دینے ہی لگی تھی اس سے پہلے وہ خود ہی بول پڑا تھا۔۔۔

"بور اور آپکی باتوں سے۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔" شایان کو یقین نہ تھا کہ یہ لڑکی جو گاڑی میں اتنی اچھی باتیں کر رہی ہے وہ گھر میں بور ہونے دے گی۔۔۔

"ابھی تو نہیں۔۔۔ پھر کبھی۔۔۔ یہ کتابیں آپکے بابا کی۔۔۔" شایان نے کتابیں دیتے ہوئے کہا۔۔۔

وہ اگر ایسے خالی ہاتھ گئی تو نہ جانے کتنے سوال اٹھیں گے۔۔۔ بس وہ یہ کتابیں دے کر اسے مشکل سے بچا سکتا تھا۔۔

"آپ خود آجائیں۔۔۔ ابا بھی گھر پہ ہی ہوں گے۔۔۔"

ارمش گاڑی سے نکلتے ہوئے بولی۔۔۔ شایان اب کی بار انکار نہ کر سکا تھا۔ وہ کتابیں اٹھائے ارمش سے چند قدم پیچھے آ رہا تھا۔۔۔

ارمش کے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔۔۔اسے زریان سے اس بات کی قطعاً امید نہیں تھی۔وہ کیسے اتنی سخت بات کہہ سکتا تھا۔۔

شایان نہ ہوتا تو نہ جانے وہ گاڑی کو دیکھ کر کیا کچھ سمجھ لیتا۔۔۔

"اوہ تو اب گاڑیاں چھوڑنے آئیں گی آپکو۔۔۔" یہ الفاظ اب تک ارمش کے کانوں میں گونج رہے تھے۔۔۔

گاڑیاں۔۔۔زریان۔۔۔کون سی گاڑیاں۔۔۔وہ اس پہ شک کر رہا تھا۔۔۔شایان کو دیکھ کر تو وہ سوری کر سکتا تھا نا۔۔

ارمش اب تک یہ سوچ رہی تھی۔۔۔رات کا کھانا بھی ارمش نے نہیں کھایا تھا

"ویسے آپی۔۔زریان نے آپکی بے عزتی کر دی شایان کے سامنے۔۔۔" حیات جو نہ جانے اچانک سے کیسے نمودار ہو گئی تھی۔۔۔

اس نے ارمش کو روتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔۔

ارمش حیات کو اگنور کرتی اپنے آنسو صاف کرتی وہاں سے اٹھ گئ

"آپی مجھے اگنور کرلو گی۔۔۔ تمام عمر شک کی سولی پہ لٹکی رہنا۔۔۔" اپنے بستر میں لیٹتے ہوئے حیات اپنے کٹے ہوئے بالوں کو سہلاتے ہوئے ارمش کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہی تو تھی جس نے زریان کو بتایا تھا کہ ارمش گاڑی میں آئی ہے۔۔۔ جبکہ ٹرانسپورٹ تو بند ہے، یہ بات زریان جانتا تھا۔۔۔ حیات گاؤں سے صبح واپس آئی تھی۔۔ اس کے نہ ہونے سے زندگی میں جو چند روز سکون کے ملے تھے وہ بھی آنے کے بعد خواب ہو کر رہ گئے تھے۔

"تمھیں مسئلہ کیا ہے تم خاموشی سے بیٹھ نہیں سکتی۔۔۔ شک کی سولی پر مجھے لٹکنا ہے تمھیں نہیں۔۔۔ اپنا کام کرو تم"

ارمش نے سارا غصہ حیات پر نکالا۔۔۔ وہ کبھی یوں بات نہ کرتی لیکن اس وقت بات اور تھی۔۔۔ وہ زریان کی باتوں اور حیات کے سخت جملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

"ہو لو غصہ آپ بھی۔۔۔ غصہ کرو۔۔۔ مجھ سے سب کو بس شکایت رہتی۔۔۔ میں سیدھی بات بھی کروں میں بری۔۔۔" کروٹ بدل کر رونے والی آواز کا سہارا لے کر حیات نے ارمش کو جتایا تھا۔۔۔ جیسے اس سے بڑھ کر تو کوئی معصوم ہو نہیں سکتا۔۔۔ ارمش کا خیر خواہ اس سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے جیسے۔۔۔

"آپی آپکو میرے سے بد دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب۔۔۔ میرا جہاں نصیب۔۔۔" آنکھوں کو رگڑنا اور بات کو الگ رنگ دینا حیات کے ڈرامے کو چار چاند لگا رہا تھا۔۔۔

"حیات مجھ پر ایک احسان کرو اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔۔ بلکے ایک کام کرو تم یہاں بیٹھو میں ہی یہاں سے چلتی ہوں"

ارمش وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

"ہو نہہ بھاڑ میں جاؤ۔۔" حیات زیر لب بڑبڑاتی ہوئی ارمش کو کمرے سے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔

"آپی باہر سردی ہے چادر تو لیتی جاو۔۔۔" حیات نے پہلی بات دبالی تھی مگر اب بہن کو آوازیں دے رہی تھی۔ ہنسی کی آواز دبا کر وہ ارمش کو کمرے سے نکال کر بے حد خوش تھی۔۔۔

ارمش حیات کی بات سنی ان سنی کرتی ہوئی باہر چلی گئ تھی۔۔۔اسے آج بھی سردی لگنی تھی؟ جبکہ اس کے اندر ایک آگ چل رہی تھی۔۔

شایان۔۔۔۔زریان۔۔۔۔کیانام کا اثر اتناہوتا ہے۔۔۔وہ آرام سے بعد میں بھی تو یہ سوال کر سکتے تھے۔۔۔وہ ہی کہتے ہیں ہمارے درمیان تیسرا نہیں ہو گا!

تو تیسرے کے سامنے ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں زریان۔۔۔ارمش کو شایان کی باتیں یاد آرہی تھی۔۔۔

وہ کتناخاموش انسان تھا۔۔۔ بلکل ارمش جیسا۔۔۔۔جو الفاظ کم بولتا تھا مگر اپنے ہونے کا احساس دلاتا تھا۔۔۔۔ زریان آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔۔وہ اپنے آنسوں کو روکنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر اندر رکتے بھی کیسے۔۔۔اندر تو طوفان آیا تھا۔۔۔۔بظاہر پر سکون مگر اندر لاوا پھٹنے کو تھا۔۔۔۔

وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے لان میں چکر کاٹ رہا تھا۔ اسے اپنے دن کے رویے پہ تشویش ہو رہی تھی۔ وہ جس مقصد میں بنا کسی کاوش کے کامیاب ہو رہا تھا، اسے اپنے غصے کی وجہ سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔۔۔ شکر ہے ارمش نے چچا سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔ ان کے پوچھنے کے باوجود وہ چپ رہی تھی۔۔۔

زریان کو شایان کا یوں ارمش کو چھوڑنے کے لیے آنا برداشت نہ ہوا تھا۔۔۔ وہ جس سوسائٹی میں داخل ہونے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے وہاں ایسے غصے کے ساتھ کبھی جگہ نہیں ملنے والی۔ رشوت نہ لینے کے باوجود وہ ترقی کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ خود کو تیار کر رہا تھا اس کے لیے۔۔۔ آج بھی وہ اس وقت مخمور تھا۔۔۔ جب اس نے تلخی سے ارمش کو وہ بات کہی تھی۔۔۔

اماوس کی رات اس قدر تاریک تھی۔۔۔ وہ آسمان کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔ جب زریان کی نظر ٹیرس پر گھومتی ہوئی ارمش دکھائی دی۔۔۔ وہ گرم چادر کندھوں پہ ڈالے زریان کے جیسے ہی چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔

ارمش کو زریان کا ہاتھ فضا میں بلند ہوتا دیکھائی دیا تو وہ چونک اٹھی۔لان میں اس وقت کون ہو سکتا۔۔۔ارمش نے دیکھا تو وہ زریان تھا جو ارمش کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہاتھ ہلا رہا تھا۔۔۔

وہ اشارے کر کے ارمش کو لان میں آنے کو کہ رہا تھا۔۔ جیسے کوئی بہت ضروری بات کرنا تھی اسے۔۔۔

جیب سے موبائل فون نکال کر زریان نے لہرایا کہ ارمش اپنا فون دیکھے وہ اسے مسیج کرے گا۔۔۔

زریان نے ٹائپنگ کرتے ہوئے بھی نظریں ارمش پہ ہی رکھے رکھیں۔۔۔

"سوری!معاف کر دو ارمش۔۔۔"

زریان کی پر امید نظروں میں ارمش سمائی ہوئی تھی۔۔۔

"کس لیے؟"

ارمش نے فوراً ہی جواب دیا تھا۔

"دن والے رویے کے لیے۔۔۔"شایان لان میں لیٹ گیا تھا۔۔۔یوں کھڑے ہو کر اوپر دیکھنے سے گردن تھک گئی تھی۔۔۔

"رویہ یا شک؟"

ارمش نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ٹایپ کیا۔۔۔وہ دل ہی دل میں ہنسی تھی۔۔۔مرد شک کو بھی اپنی فکر مندی کا روپ دے لیتے ہیں کتنی مہارت سے۔۔۔

شک۔۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔شک کا بولا تو وہ مجھ سے دور ہو جائے گی۔۔۔

"شک کیسا ارمش۔۔۔وہ میرا دوست بھی تو ہے اور تم میری۔۔۔۔"

بات ادھوری چھوڑی تھی زریان نے جان بوجھ کر۔۔۔

اپنے چہرے پہ آنے والے وہ تاثرات جو شک کا لفظ پڑھتے ہی آئے تھے زریان انہیں چھپا رہا تھا۔۔ کہیں وہ ارمش کی نظروں میں نہ آجائیں۔۔۔ اتنی گہری رات میں بھلا کون سیاہی کو دیکھ سکتا تھا۔۔۔ جو دل میں چھپی تھی۔

"اچھا"

ارمش نے کوئی خاص جواب نہیں دیا جس کا مطلب تھا کہ وہ اب بھی ناراض تھی۔ یا مزید بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

زریان نے اوپر دیکھا۔۔ کیا وہ اس کی جانب دیکھ بھی رہی ہے یا نہیں۔۔۔

اپنی جیکٹ اتار دی تھی زریان نے۔۔۔ اتنی سردی کے موسم میں۔۔۔ وہ اب جذباتی کر کے بات منوانا چاہتا تھا۔۔۔ دلیل تھی ہی کب اس کے پاس۔۔۔

"زریان جیکٹ پہن لیں ٹھنڈ ہے"

ارمش اسے دیکھ کر بولے بنانہ رہ سکی۔۔

"معاف کریں گی تب۔۔۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے ٹائپ کر رہا تھا۔۔ حربہ کارگر ثابت ہوا تھا۔۔۔

)پاگل لڑکی۔۔۔)زریان نے دل میں ارمش کے اس قدر جلد باتوں میں آجانے پہ کہا تھا۔۔۔

"میں معاف کرنے والی کون ہوتی ہوں۔۔۔

اتنی سی بات پر اتنا غصہ۔۔۔

ہم نے پوری زندگی اکھٹے گزارنی ہے تو کیا ہمیشہ ایسا ہی ہو گا؟"

ارمش اتنی جلدی ماننے والی نہیں تھی۔

اوہ تو یہاں یہ حربہ کامیاب نہیں ہو گا۔۔۔ کچھ اور کرنا ہی ہو گا۔۔۔

"میں نے کہا تھا ہمارے بیچ تیسرا نہیں آئے گا۔۔۔تو کیا شایان کا آنا یہ ثابت نہیں کرتا کے آپ تیسرا لائی ہو۔۔۔ آپ مجھے بھی تو فون کر کے بلا سکتی تھیں۔۔۔"

زریان نے آستین سے آنکھوں کو ایسے رگڑا جیسے وہ رو رہا ہے۔۔۔ در حقیقت وہ تو یہ سب دکھاوے کے لیے کر رہا تھا۔۔۔

)ارمش قدیر تم میرے لیے وہ کنجی ہو، جس نے ہر ترقی کی منزل کے قفل کھولنے ہیں۔۔۔(معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی زریان کے لبوں پر۔۔۔

"جی میں کسی کو بھی نہ بلاتی لیکن وہ وہاں ہی تھا تو مجھے لے آیا۔۔۔

اور ہاں غصہ کرنے سے پہلے کم سے ایک دفعہ بات کر لیتے تو شاید یہ سب نہ ہوتا"

ارمش نے شاید اسے روتے دیکھا ہی نہیں تھا اسی لیے اب تک غصے میں تھی اگر دیکھ لیتی تو وہ نرم دل لڑکی جلد ہی نرم پڑ جاتی۔۔۔

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ مت کریں معاف۔۔۔ ابا کو معلوم ہوا میں بیمار ہوں تو اپنی بہو سے خفا ہوں گے۔۔۔"

زریان نے فون لان میں رکھی اپنی جیکٹ پہ پھینک کر پھر سے چہل قدمی شروع کر دی تھی۔۔۔وہ اب معافی کے بجائے ارمش کو معافی مانگنے پہ مجبور کرنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔۔۔

میسج ریسیو ہونے سے پہلے ہی ارمش کو کال آگئ تھی۔

وہ کال سننے لگ گئ اب کال کٹنے سے پہلے وہ میسج نہیں پڑھ سکتی تھی۔

ارمش کی بے پرواہی نے زریان کے اندر پھر سے غصہ کو بھڑکایا تھا۔۔۔وہ ارمش کے اپنی طرف متوجہ ہونے کے انتظار میں تھا۔۔اس وقت ارمش کو فون۔۔۔کون ہو گا۔۔اسکی تو دوستیں بھی کم۔۔کہیں شایان ؟؟؟۔زریان نے اپنے اندر نفرت محسوس کی تھی ان دونوں کے نام آپس میں ملاتے ہوئے۔وہ اپنے آپ کو درد دے کر ارمش کو منائے گا۔۔۔اب فیصلہ ہو چکا تھا۔۔۔

ارمش کو بھی کال کٹنے کا انتظار تھا۔۔۔پتا نہیں زریان نے کیا کہا ہو گا۔وہ ناراض تھی تعلق تو نہیں توڑا تھا جو اسے اس کی پرواہ بھی نہ ہوتی۔

کال کٹتے ہی ارمش نے زریان کا میسج دیکھا اور ساتھ نیچے ٹھنڈ میں بیٹھے زریان کو۔۔۔

"افففف یہ بھی نہ"

ارمش کو اسے دیکھ کر اپنے رویے پر دکھ ہوا تھا۔

"کافی کا موڈ ہے؟"

ارمش نے خود سے ہی ناراضگی ختم کر دی تھی۔۔

"گھر میں؟ یا باہر؟"

فون پہ ایس ایم ایس کی ٹیون سنتے ہی وہ فون کی جانب لپکا تھا۔۔ سردی کی وجہ سے اسے اپنے جسم میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ اسکی آنکھوں میں چمک تھی۔۔۔ ایسی چمک جو فتح حاصل کرنے پہ ہوتی۔۔۔

وہ جیت چکا تھا۔۔ اپنی بازی۔۔۔

"میرے ہاتھوں کی یا باہر کی؟"

ارمش نے اپنے پچھلے رویے کے دکھ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"of course...made by you dear armish .... Should i say... armish zaryan😛"

زریان نے جیکٹ پہنتے ہوئے اوپر دیکھا۔۔۔وہ ارمش کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔اسے ارمش اس وقت بہت پیاری لگی تھی۔۔۔اسکے چہرے کو ڈھانپتے بال اور وہ کھڑا ہونے کا انداز۔۔۔

LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI

گزشتہ روز کی چال کامیاب رہی تھی۔۔۔حیات ہاتھ میں فون لیے ہوئے اب اپنی کامیابی کو بھول کر ماموں کی باتوں پہ غور کر رہی تھی۔وہ اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ جو چال چل کر خوش ہو رہی تھی۔اس میں وہ شکست کھا گئی تھی۔۔۔زریان نے معصومیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ارمش کو منا لیا تھا۔اور ارمش اپنے صاف دل کی وجہ سے جلد ہی مان گئی تھی۔۔۔

حیات نے کل کے واقع کا ماموں کو بتایا تو بجائے وہ خوش ہوتے، شایان کا نام سن کر وہ کچھ عجیب سے ہو گئے تھے۔۔۔ آج پہلی بار انہوں نے ارمش کی بات سن کر تھوڑا سا الگ رویہ رکھا تھا۔۔۔ اس رویے کو حسد کہا جائے یا فکر مندی۔۔۔ حیات اس کو نام دینے میں ناکام رہی تھی۔۔۔

وہ اپنے لیے آئے اس رشتے سے بھی اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے ماموں کی مدد لینے کا سوچ رہی تھی۔۔ لیکن نہیں۔۔۔۔ ماموں کی کون سنے گا اس بارے میں؟؟؟

حیات کے لیے سوچنے کو ابھی بھی بہت کچھ تھا، وہ آج مٹی ماموں کو پہنچا دے گی۔۔۔ جسے وہ کپڑوں کے بیگ میں رکھ کر گاؤں سے لائی تھی۔۔۔ پتلا بنتے ہی وہ رات میں سٹڈی کے لیے اس کمرے میں جانے کا کہ کر روزانہ اسے قریب سے قریب تر لاتی رہے گی۔۔۔ مگر مٹی پہنچے گی کیسے۔۔۔ یہ ہی تو الجھن کھائے جا رہی تھی حیات کو۔۔۔

"جی جی ماموں۔۔۔ مٹی لے آئی ہوں۔ بس آپ تک پہنچ جائے یہ۔۔۔" کنگھی کرتے کرتے حیات نے جواب دیا۔۔۔

"مٹی تو بیٹے میں شام تک لے جاؤں گا۔۔۔ گھر میں سب ٹھیک ہیں؟۔۔۔

"جی سب ٹھیک۔۔۔" حیات نے سب کو باری باری سوچا۔۔۔ ٹھیک ہی ہوں گے۔۔۔ اسے کسی کی کب فکر تھی۔۔۔ وہ تو بس۔۔۔ زریان، زریان، زریان۔۔۔ اسی وجہ سے امتحانات میں جو اس کا حال ہوا تھا وہ کسی کو بتانے کے قابل نہ تھا۔۔۔

اگر وہ رزلٹ ابا کے ہاتھ لگتا تو۔۔۔؟؟؟ حیات یہ سوچ کر کانپ گئی تھی۔۔۔

--

--

--

--

--

--

ناشتہ ٹیبل پر سیٹ کرتے ارمش کا سر شدید درد کر رہا تھا۔ رات میں زریان کے ساتھ کافی پیتے ہوئے دونوں نے بہت سی باتیں کی تھیں لیکن اب وہ سب باتیں ارمش کو عجیب لگ رہی تھی۔۔۔ ارمش کا دماغ بار بار زریان کی کل دن کی باتوں میں اٹکا ہوا تھا۔

صبح نماز پڑھتے ہوئے بھی ارمش تین چار بار اٹکی تھی۔۔۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ اس کے کنٹرول میں نہ ہو بلکے کوئی اور کہیں اور بیٹھے اسے کنٹرول کر رہا ہو۔

"ارمش کیا سوچ رہی ہو آگے کام کرو جلدی"

ارمش خود کو ڈپٹتے ہوئے اپنا دماغ کام میں لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ارمش ایک کپ چائے کا مل سکتا ہے؟ مجھے جلدی جانا ہے میں ناشتہ نہیں کروں گا"

زریان جلدی میں آیا تھا سلیوز پیچھے کرتے وہ ارمش سے کپ میں چائے ڈالنے کو کہہ رہا تھا جبکہ وہ کیتلی ہاتھ میں پکڑے کچھ سوچنے میں مصروف تھی اور ساتھ زریان کو گھورنے میں۔۔۔

"ارمش۔۔۔

ارمش کیا دیکھ رہی ہو؟"

زریان نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا تھا۔

"ہا۔۔۔ہاں کیا ہوا؟"

ارمش جیسے کسی اور دنیا میں گم تھی۔

"چائے مانگی ہے اور تم ہو کہ پتا نہیں کون سی دنیا میں گم ہو۔"

زریان نے مصروف سے انداز میں غصے میں بولا تھا۔

"اوہ سوری میں نے سنا نہیں تھا میں ابھی ڈال دیتی ہوں"

ارمش نے فوراً سے بولا۔ اسے اپنی لاپرواہی پر غصہ آیا تھا۔

"ارمش۔۔۔

مائے ڈیئر مجھے اتنا نہیں سوچا کرو"

ارمش سے چائے کا کپ لیتے ہوئے زریان نے لہجہ تھوڑا نرم کیا تھا۔ جلدی کی وجہ سے اس کے لہجے میں جو سختی آگئ تھی اس نے جلدی ہی چھپالی تھا۔

ارمش مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ جانے کیوں زریان کی باتیں دل کو بری لگ رہی تھیں۔

زریان چائے کا کپ رکھ کر باہر جا چکا تھا جبکہ ارمش اپنے کام میں مصروف ہو گئ تھی۔

سب ناشتہ کر چکے تھے لیکن ارمش کا دل خراب ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بنا ناشتے کے ہی اپنے کمرے میں چلی گئ تھی۔

دوپہر تک وہ بیڈ پر لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ایک انجانے سی طاقت تھی جو اسے جاگے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔ اس اپنے آپ پر سے اپنا کنٹرول ختم ہوتا محسوس ہوا۔ پورا جسم تھکن کی وجہ سے ہلنے سے قاصر تھا جیسے وہ کوئ پہاڑ توڑ کر آئ ہو۔

وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں بیڈ سے اٹھی۔ اس کا رخ کیچن کی جانب تھا۔ کیچن میں پہنچتے ہی اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔۔۔ 'چھری'

چھری کو ہاتھ میں رکھ کر اس نے ہاتھ کو مٹھی کی صورت بند کر لیا تھا۔ بند مٹھی سے خون کے قطرے گر رہے تھے جب وہ اس کیفیت سے باہر نکلی۔

وہ خون کے رنگ سے ڈرنے والی لڑکی چیخ اٹھی تھی۔۔۔

فراز جو ٹی وی لاونج میں بیٹھا ہوا تھا بہن کی چیخ سنتے ہی دوڑتا ہوا کچن میں آ گیا۔۔۔ ماں اور دادی جو فون پہ کسی سے بات کر رہی تھیں وہ فراز کے بھاگنے کو دیکھ کر اس کے پیچھے چلی آئی تھیں۔۔۔ گھر میں کہرام سا مچ گیا تھا۔۔۔ سب حیران تھے کہ یہ اچانک سے کیا ہو گیا ہے۔۔۔

"آپی یہ کیا کیا آپ نے؟؟" فراز بہن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا۔۔۔ اس کے سفید کپڑے لہو کے رنگ سے رنگے جا چکے تھے۔۔۔

"پتا نہیں فراز مجھے نہیں پتا،

فراز اس کو روکو مجھے ڈر لگ رہا ہے"

ارمش آنکھیں بند کیے روئے جا رہی تھی۔

فراز نے بہن کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔۔۔وہ زخم کو دھو کر اسے مرہم پٹی کرنے کے لیے لے جا رہا تھا۔۔۔جب سیڑھیوں سے حیات نیچے آتی ہوئی دیکھائی دی۔۔

اس نے ارمش کے کٹے ہوئے ہاتھ کو سرسری طور پہ دیکھا تھا۔۔۔

وہ کسی اور ہی سوچ میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھی۔ماں نے تو اب بھی قصوروار ارمش کو ٹھہرایا تھا۔۔۔

"ہر وقت کا گھر میں ڈرامہ بنانا ضروری ہوتا ہے اس لڑکی کا۔۔۔

جب کام کرنا نہیں آتا تو کچن میں جاتی ہی کیوں ہو"

اماں اسے سناتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئ تھیں۔

فراز نے ماں کی طرف دیکھا۔۔ وہ اس سے پہلے کچھ کہہ پاتا ارمش نے اسکی کلائی کو دبایا تھا۔ وہ ماں ہیں انکے سامنے کچھ نہ کہا جائے۔۔۔

"آپی اٹھو کمرے میں چلتے ہیں۔۔۔" وہ پٹی کر چکا تھا تب تک۔۔

"ہاں آپ لوگ چلو میں خون صاف کر کے آتی ہوں۔۔۔" یہ حیات تھی۔۔۔ جو سب کچھ چپ چاپ بس دیکھ رہی تھی۔۔۔

ارمش ابھی تک رو رہی تھی۔ کٹ زیادہ تو نہیں لگا تھا لیکن شاید کافی گہرا تھا جو اس قدر خون نکلا تھا۔

"فراز مجھے نہیں پتا مجھے چھری کیسے لگی۔۔۔ میں کچن میں کیسے پہنچی میں سچ بتا رہی ہوں فراز"

ارمش روتے ہوئے اٹک اٹک کر اسے اپنی پریشانی بتا رہی تھی۔ اسے درد اتنا نہیں تھا لیکن یہ سب کیسے ہوا اس کا خوف اسے ڈرا رہا تھا۔ ارمش کو لگ رہا تھا وہ پاگل ہو رہی ہے۔

"کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ آپ پریشان مت ہوں۔۔۔ میں ہوں نا آپی۔۔۔ اور آپ یہ رونا تو بند کریں۔۔۔"

فراز اسے رونے سے روک رہا تھا۔ وہ اسے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اسکے اندر بھی خوف تھا۔۔۔ یہ کیسی بے خودی تھی جو ارمش ایسا کر رہی تھی۔۔۔

کیا وہ پریشان تھی کسی بات پہ۔۔۔ یہ سوال ابھی کرنا ٹھیک بھی تھا کہ نہیں۔۔۔

"آپی یہ آج آپکی چیخ سن کر حیات کیسے چلی آئی حیرت ہے۔۔۔" فراز بہن کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔ وہ اپنی بہن کو اداس دیکھ کر اداس ہو گیا تھا۔۔۔

"فراز۔۔۔

مجھے تو کچن میں کوئی کام نہیں تھا میں یہاں کیوں آئی ہوں؟"

جس سوال کا جواب ارمش کے پاس بھی نہیں تھا وہ فراز کے پاس کیسے ہوتا۔

ارمش کا دماغ اب تک اسی بات میں اٹکا ہوا تھا۔۔۔

"کوئی پریشانی ہے؟؟ آپ کو کوئی بات ستا رہی ہے تو مجھے بولو آپ۔۔۔" فراز جانتا تھا ارمش کبھی جھوٹ نہیں بولے گی۔۔۔ مگر وہ شاید چھوٹا جان کر یہ باتیں چھپالے۔۔۔

"فراز میں پریشان نہیں ہوں۔۔۔ میں تو بہت خوش تھی لیکن میرا دماغ پتا نہیں۔۔۔

فراز مجھے نہیں پتا کیا ہو رہا ہے مجھے"

وہ اپنی بے بسی پر پھر سے رونے لگی تھی۔۔۔

وہ جو عمر میں سب سے کم تھا لیکن حوصلہ میں سب سے بڑا تھا۔۔۔ بہن کا سر کندھے سے لگا کر اس کے آنسوں کو صاف کرتے ہوئے وہ ارمش کو دلاسا دے رہا تھا۔۔۔ زندگی کتنی مشکل ہوتی جا رہی تھی ارمش کی۔۔۔ وہ سب جانتا تھا۔۔۔

LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ارمش کا خون بہنے والا ہے؟ اور یہ کپڑا۔" ارمش کا خون لگا کپڑا حیات نے مٹی کے ساتھ ماموں کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے پوچھا۔۔۔ وہ قریب کے پارک میں گھومنے کا بول کر گھر سے آئی تھی۔۔ مگر یہاں اس نامکمل عمارت کے اندر جسے نہ جانے کیوں پورا نہیں کیا گیا تھا، وہاں حیات کھڑی تھی پروفیسر یعقوب کے سامنے۔۔۔

اسے حیرت تو تھی ہی، مگر جو غصہ اسے اس وقت آرہا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔۔۔ خون والا کپڑا حیات کو نہیں لانا چاہیے تھا۔۔۔ مگر اب تو وہ اپنے ہاتھوں سے دے چکی تھی۔۔۔ اس پہ پروفیسر یعقوب کی آنکھوں کی وہ چمک۔۔۔ جیسے بہت بڑا خزانہ ہاتھ آگیا تھا انکے۔۔۔

"ماموں۔۔۔ یہ خون اور۔۔۔ آپ مجھے زریان سے ملوائیں گے۔ ہمیں ایک کریں گے ؟؟ تو یہ تکلیف ارمش کو کیوں دے رہے ہیں۔۔۔"

ارمش کا کٹا ہوا ہاتھ حیات کی آنکھوں کے سامنے بار بار آرہا تھا۔ وہ جذبات کو چھلنی کر کے تکلیف دے سکتی تھی، مگر جسمانی طور پر اپنی بہن کو درد نہیں دینا چاہتی تھی۔۔۔ مگر وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ وہ جس شخص کی مدد لے رہی ہے وہ کس قدر عیار ہے۔۔۔ اپنے فیصلے خود کرنے اور اپنی من مرضی سے جینے والی حیات نے پروفیسر یعقوب نامی جس بلا سے دوستی کی تھی وہ آگے چل کر بہت مہنگی پڑنے والی تھی حیات یہ بات نہیں جانتی تھی۔۔

"یہ تو بس تمھارا حوصلہ دیکھنا تھا مجھے۔۔۔ اور یہ مٹی کہاں سے لائی ہو حیات ؟؟" پروفیسر یعقوب نے حیران ہو کر سوال کیا۔۔۔ حیرت کا اظہار وہ محض دکھاوے کے لیے کر رہے تھے۔۔۔ وہ کہاں سے لائی کیسے لائی انہیں

اس سے کوئی مطلب تھا۔ وہ اس وقت حیات کی توجہ ارمش سے ہٹانا چاہتے تھے۔۔۔ جس میں وہ کامیاب رہے تھے۔۔

حیات انہیں اپنے سفر اور اس مٹی کے لانے کے بارے میں بہت شوق سے بتا رہی تھی۔۔ اپنے ڈرنے گھبرانے کی بات بھی صاف صاف حیات نے بتا دی تھیں۔۔۔

"کل تمہیں پتلہ مل جائے گا حیات۔۔۔ اب گھر کو جاؤ میں بھی چلتا ہوں۔۔۔" حیات کا جواب سنے بغیر پروفیسر یعقوب نے چلنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ ان کا "ٹیلی پیتھی" کا حربہ کام کر گیا تھا۔۔۔ مگر یہ سب ان کی ضد اور مسلسل کوشش کے بعد ممکن ہوا تھا۔۔۔

کسی کو اپنے دماغ کی مدد سے پیغام پہنچانے کی یہ تکنیک بہت کم لوگوں کو ہی آتی ہے۔۔۔ یہ مہارت حاصل تھی پروفیسر یعقوب کو۔۔

پروفیسر یعقوب باہر جانے کے بجائے تاریکی میں اس عمارت کے اندر چلے گئے تھے۔۔۔ شاید اس جانب سے دوسرا راستہ ہو گا۔۔۔ حیات نے اپنے ذہن سے خیالات کو نکالنے کی کوشش کی۔۔۔ اسے بھی گھر چلنا چاہیے۔۔۔۔

کل سے وہ اپنے کام کا آغاز کرے گی۔۔۔ کتنا اچھا لگے گا زریان کی آنکھوں میں اپنے لیے پیار دیکھ کر۔۔۔ حیات کو زریان کا خیال آیا تھا۔۔۔ کیوں نہ ہاتھ کاٹنے کی بات کو بھی ارمش کے خلاف استعمال کیا جائے۔ زریان کے دل میں شک پیدا کرنے میں کوئی مشکل تو نہیں ہو گی۔۔۔

LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI

یونیورسٹی کی تعلیم کے بعد ارمش کی شادی کر دی جائے۔۔۔ یہ آج کے دن کی پہلی بحث تھی جس کا آغاز کر دیا تھا فرحت نے۔۔ گزشتہ روز لگنے والے اس زخم کے بعد سے ارمش کو ماں اور دادی نے اسے ڈرامہ رچانے پہ بہت سی باتیں کہہ سنائی تھی۔

حیرانگی کی بات یہ نہیں تھی کہ ارمش کو یہ باتیں سننا پڑی تھیں۔۔۔ وہ کون سا پہلی بار یہ برداشت کر رہی تھی۔۔۔ حیرت تو اس بات پہ ہو رہی تھی کہ اس کے بابا نے بھی کوئی بات نہ کی تھی۔۔۔

اب جب بابا نے ارمش کو کمرے میں آنے کو کہا تھا تو ارمش کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کوئی مجرم ہے اور اسے عدالت میں پیشی کے لیے بلایا جا رہا ہے۔۔

"ابا۔۔۔

آپ نے بلایا تھا"

ارمش سر جھکائے ابا کے سامنے کھڑی تھی۔

"زخم کیسا ہے اب ؟ڈاکٹر کو دیکھایا؟" بابا کی آواز میں جو اجنبیت تھی اسے ارمش نے محسوس کر لیا تھا۔ آج انہوں نے ارمش کو بیٹھنے کو بھی نہیں کہا تھا۔ اور نہ ہی اپنے پیچھے دروازے کو بند کرنے کا۔۔

"جی ٹھیک ہے، ڈاکٹر کو دیکھانے کی ضرورت نہیں تھی بس ہلکا سا ہی تھا"

ارمش نے بمشکل آنسو کنٹرول کرتے ہوئے جواب دیا

"امتحانات کب ہو رہے ہیں۔۔۔ کب تک فارغ ہو جاؤ گی۔۔۔" اپنی کتابوں پر سے دھول جھاڑتے ہوئے قدیر صاحب ایسے سوال کر رہے تھے جیسے انہیں معلوم نہیں۔۔۔ جبکہ وہ ارمش کی پڑھائی کے متعلق ہمیشہ باخبر رہتے تھے۔۔۔ بابا کو اچانک سے کیا ہوا ہے۔۔۔ ارمش کا دل ڈوب رہا تھا۔۔۔

"دو ماہ بعد ہیں"

ارمش نے مختصر سا جواب دیا۔ ابا کا لہجہ کبھی بھی ایسا تو نہ تھا

"اس کے بعد کیا ارادہ ہے؟" بابا کی آواز اور زیادہ سخت ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔

"تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھی کیوں نہیں؟"۔۔۔۔

"جی۔۔۔

جی کوئی خاص ارادہ نہیں"

ارمش ان سب سوالات کا مقصد نہیں سمجھی تھی۔ ابا کے کہنے پر وہ بیٹھ گئ تھی لیکن بے چینی ہر عمل سے واضح تھی۔ آخر ابا ایسے کیوں کر رہے تھے

"نوکری کا ارادہ تو نہیں ہے تمھارا؟" قدیر صاحب اب ارمش کے سامنے بیٹھ چکے تھے۔ وہ اپنی بیٹی پہ نگاہیں مرکوز کیے اسے بغور دیکھ رہے تھے۔۔۔ خاموشی کا دورانیہ کمرے کی گھٹن کا بڑھا رہا تھا۔۔۔

"نہیں ابا۔۔۔

میں نوکری نہیں کرنا چاہتی"

ارمش ہنوز سر جھکائے جواب دے رہی تھی۔

"امتحان دے کر گاؤں چلی جاو۔۔۔ وہیں جا کے رہنا ہے تمہیں ویسے بھی۔۔۔ اس ماحول سے مطابقت پیدا کر لو بہتر ہے۔۔۔" بات جیسے مکمل ہو گئی تھی۔۔۔۔ ارمش کو سوال کا حق نہیں دیا گیا تھا۔۔۔ نہ جانے کو بولا تھا بابا نے۔

"جی بہتر"

وہ مختصر سا جواب دے کر جانے کے لیے اٹھ گئ

"ٹھہرو ذرا ارمش۔۔۔۔ بیٹھو یہاں پہ۔۔۔" بابا نے اسے جاتے ہوئے روکا تھا۔۔۔ ارمش کو کل کے جیسے آج پھر سے اپنے جسم پہ اختیار ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو اس قدر زور سے بند کیا تھا کہ اسکی کلائیوں میں درد ہونے لگا تھا۔۔۔

"جی"

وہ دوبارہ بیٹھتے ہوئے بمشکل ہی جی بول پائی تھی اسے اپنا دماغ بند ہوتا محسوس ہوا تھا

"تم آئندہ رات دیر میں زریان سے یوں نہیں ملو گی۔۔۔ کافی پینے کے لیے دن کا وقت ہوتا ہی ہے۔۔۔ اور یہ اندھیرے میں ملاقاتیں۔۔۔۔ شادی سے پہلے زیب نہیں دیتیں ارمش۔۔۔۔" بات کتنی آسانی سے کہ دی تھی۔۔۔ وہ ایسے تو نہ تھے۔۔۔ بیٹی کو ایسے کون کہتا ہے۔۔۔ ماں کی طرف سے ایسی کوئی بات ہوتی تو شاید اتنی بری نہ لگتی۔۔۔

جملے کس قدر تکلیف دہ تھے۔ کتنی نفرت سے انہوں نے یہ سب بولا تھا۔۔۔

کافی پینے والی بات ابا کو کس نے بتائی ہو گی۔۔۔ رات میں کون تھا ان کے علاوہ وہاں۔۔۔۔

"جی بہتر۔۔۔"

ارمش کی آنکھوں سے چند آنسو گرے تھے لیکن وہاں آنسو دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔

"جا سکتی ہو تم۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ پیپر کے بعد اماں تمھاری نگرانی کے لیے گاؤں رہیں گی تمھارے ساتھ۔۔۔۔۔"

نگرانی۔۔۔ کیسی نگرانی۔۔۔ یہ آج ابا کیسی باتیں کر رہے تھے۔۔۔ میں نے کون سا جرم کر دیا ہے بابا۔۔۔۔
ارمش چاہتے ہوئے بھی کچھ پوچھ نہ سکی تھی۔۔۔ اس پے کل کی طرح پھر سے بے خودی طاری ہو گئی تھی۔۔۔
وہ روبوٹ کی طرح کمرے سے نکل کر لان کی طرف بڑھنے لگی تھی۔۔۔ اتوار کی یہ صبح بارش کی وجہ سے مزید یخ بستگی لیے ہوئے تھی۔۔۔

ارمش لان میں پہنچ چکی تھی۔۔۔ گھر کے مین گیٹ کو گھورتے ہوئے وہ بارش میں بھیگ رہی تھی۔۔۔

"آپی۔۔۔ ارمش آپی۔۔۔۔" فراز گھر میں داخل ہوا تو ارمش کو دوزانوں بیٹھے ہوئے بھیگتے ہوئے دیکھ کر فراز بہن کی طرف دوڑا۔۔۔

ارمش کو فراز کی آواز جیسے کہیں بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔۔۔

ارمش بس ایک نظر فراز پر ڈال کر دوبارہ زمین کو گھورنے لگی۔۔۔ لیکن ایک نظر میں بھی اجنبیت سی تھی جیسے وہ فراز کو پہچانتی بھی نہ ہو کہ یہ کون ہے۔ وہ مکمل بارش میں بھیگ چکی تھی۔

"ارمش اٹھو آپی۔۔۔" فراز نے بہن کو کھینچتے ہوئے کھڑا کیا تھا۔۔۔وہ کوئی مزاحمت کیے بنا اٹھ گئی تھی۔۔۔

"آپی میں ہوں فراز۔۔۔ کیا ہو گیا ہے آپکو۔۔۔ آواز کپکپا رہی تھی فراز کی۔۔۔

وہ اب بھی بس اسے گھور رہی تھی۔وہ کیا بول رہا تھا کیا کر رہا ارمش یہ سب سمجھنے سے قاصر تھی

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔" ابا جو اپنے کمرے میں تھے بیٹے کی آواز سن کر فوراً سے باہر چلے آئے تھے۔۔۔
حیات اور اماں بھی ان کے ساتھ تھے۔۔۔

فراز کی برداشت سے باہر تھا ارمش کا ایسے گنگ حالت میں ہونا۔۔۔اس سے پہلے وہ ابا کو کوئی جواب دیتا اس نے بہن کو ایک زوردار تھپڑ جڑ دیا تھا۔۔۔ارمش کا سویا ہوا دماغ جیسے بجلی کا جھٹکا کھا کر چلنے لگا تھا۔۔۔ابا کی کہی ہوئی بات اسے پھر سے یاد آئی تھی۔۔۔۔اور دوسری بات جو اسے یاد آئی وہ فراز کا دوسرا تھپڑ تھا۔۔۔۔۔۔

وہ رونے لگی تھی۔۔۔اس کے رونے میں جو تڑپ تھی وہ فراز کے سوا وہاں کوئی محسوس نہیں کر سکا تھا۔

ارمش اپنے ہوش پھر سے گنوا رہی تھی قریب ہی تھا کہ وہ زمین بوس ہوتی جب فراز نے اسے سمیٹ لیا تھا۔۔

"آپی۔۔۔پانی پی لو۔۔۔" فراز کی آواز نے ارمش کو نیند سے بیدار کیا تھا۔ کمرے میں ٹیبل لیمپ کی روشنی میں فراز بہن کو پانی پینے کو دے رہا تھا۔۔ اتنی رات گئے فراز اس کے کمرے میں کیا کر رہا ہے؟ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔

ارمش کو ابا سے ملنے کے بعد کا کوئی واقع یاد نہ تھا۔۔ فراز کا ہاتھ اپنے گالوں پہ لگنا اور اپنے چھوٹے بھائی کی گود میں بے دم ہو کر گر جانا ہی بس یاد تھا ارمش کو۔۔۔

"ابا۔۔۔"

وہ نیم غنودگی کی حالت میں بھی ابا کو ہی بلا رہی تھی۔

"آپی میں ہوں فراز یہ پانی پیو"

فراز نے پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اسے بلایا۔

"فراز۔۔۔ یہ۔۔۔ یہاں۔۔۔ کیسے؟"

وہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے کچھ پوچھ رہی تھی جو فراز کی سمجھ سے باہر تھا۔

"آپی کیا کہہ رہی ہو کیا یہاں کیسے؟"

فراز اس کے سامنے بیٹھا حیران پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو ارد گرد کچھ گھور رہی تھی۔

"آپی کیا ہوا تھا؟ بارش میں کیوں بھیگ رہی تھی آپ؟؟" فراز نے بہن کا سر سہلایا۔۔۔

"بارش؟ فراز ابا کہاں چلے گئے۔؟؟؟ زریان کو کہو یہاں سے جائیں۔۔۔ حیات کو بولو ناوہ مجھ سے ناراض نہ ہوا کرے۔۔۔" ارمش کی بے ربط باتیں اور پتھرائی نظریں دیکھ کر فراز کو خوف آرہا تھا۔۔۔ اس کے علاوہ گھر کا کوئی فرد جاگ بھی تو نہیں رہا تھا۔۔۔ وہ کسے جا کر بتائے یہ سب۔۔۔ وہ یہاں سے اٹھ گیا تو نہ جانے ارمش پھر کون سی ایسی حرکت کر دے گی۔۔۔

"فراز ابا سے کہونا میں ایسی نہیں ہوں۔۔۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے مجھے ابا چاہیے ہیں۔"

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔۔

"آپی مت رو۔۔۔ آپکا بھائی ہے نا۔۔۔" فراز کو احساس ہوا تھا۔۔۔ وہ اگر طلحہ بھائی کی جگہ ہوتا تو اپنی بہن کے لیے کتنا کچھ کر سکتا تھا۔۔۔ احساس کی جو شدید کمی اس خاندان میں تھی وہ فراز میں کبھی کم نہ ہوئی تھی۔۔۔

بہن کے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے آخر پوچھ ہی لیا کہ ابا نے اسے کیا کہا تھا۔۔۔

"آپی ابا نے کیا بولا تھا آپ کو؟" فراز کو اپنی بہن اس وقت خوفزدہ بچہ لگ رہی تھی۔۔۔ کل تک جو بہن ماں بن کے اسکا خیال رکھتی تھی وہ چند دن میں کیسی ٹوٹ سی گئی تھی۔۔۔ یہ سب دیکھنا کتنا تکلیف دہ تھا۔۔۔

"ابا میری نگرانی کرواں ئیں گے فراز، فراز میں بری ہوں کیا؟"

وہ بچوں کی طرح اس سے سوال کر رہی تھی۔۔

"نگرانی؟ کب اور کیوں۔۔۔ آپی کیا بول رہی ہو؟؟" فراز نے یہ سوال بھی ارمش کے بخار میں ہونے کی وجہ سے سنجیدہ نہیں لیا تھا۔۔۔ بھلا ابا کیسے ارمش پہ نگرانی کی بات کر سکتے ہیں۔۔۔

یہ بات حیات کے بارے میں ہو، خود فراز کے متعلق ہو تو مانی جا سکتی تھی۔۔۔ ارمش کے لیے ایسی بات کوئی سوچ بھی کیسے سکتا ہے بھلا۔۔۔۔

"وہ مجھے گاؤں بھیج رہے ہیں۔۔۔ اور ساتھ دادی کو نگرانی کے لیے"

وہ پھر سے رونے لگی تھی۔۔

"گاوں۔۔ لیکن۔۔۔ آپ گاؤں۔۔۔" فراز کچھ سمجھ نہ سکا تھا۔۔۔ تو کیا سچ مچ ابا کو ارمش پہ شک گزرا تھا۔۔۔ کیا وہ زریان کی بات کو سنجیدہ لے رہے تھے۔۔ وہ جو ناشتے کی میز پہ رات میں کافی پینے کا ذکر کر رہا تھا۔۔۔

اور کیا اماں نے ابا کے دل میں یہ باطل خیال ڈالا تھا۔۔۔ فراز سب کچھ سمجھ گیا تھا۔۔۔

"آپی یہ سب زریان کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔" فراز نے جان بوجھ کر زریان کے ساتھ بھائی نہیں کہا تھا۔۔۔

"وہ بھلا ایسا کیوں کریں گے؟"

ارمش اب کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔

"کافی کی بات آپکی اور رات دیر تک بیٹھنے کی بات سوتے ہوئے افراد کیسے جان سکتے آپی؟" فراز نے ارمش کو کچھ سمجھانا چاہا۔۔۔

"لیکن وہ کیوں بتائیں گے؟"

ارمش اب بھی نہ سمجھی تھی۔

"کیوں کا جواب نہیں ہے۔۔۔ مگر یہ بات ناشتے کی میز پر ہوئی تھی۔۔۔" فراز کچھ سوچنے لگا تھا۔۔۔وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا تھا۔۔۔

"آپی سچ انہوں نے جب آپکو چائے ڈالنے کو کہا تھا تو اماں نے پوچھا تھا کہ وہ کچھ کھائیں گے نہیں۔۔تب انہوں نے بولا رات دیر سے کافی پینے کی وجہ سے انہیں ابھی کچھ کھانے کی طلب نہیں۔۔۔"

فراز جو اس وقت وہیں موجود تھا اب تمام بات سمجھ چکا تھا۔۔۔ لیکن ارمش کا یہ بے خود ہو جانا اس کی سمجھ سے بالا تر تھا۔۔۔

"لیکن۔۔۔"

وہ اب بھی اس لیکن میں پھنسی ہوئی تھی۔

"ہو سکتا ہے انہوں نے غلطی سے بول دیا ہو" زریان کے بارے میں وہ کیسے کچھ برداشت کے سکتی تھی۔۔۔

"آپی یہ اماں نے ابا کو بولا ہو گا۔۔۔ آپکو یہاں سے بھیجنے کے لیے۔۔۔ ابا کتنے روایت پرست ہیں آپ جانتی ہو۔۔۔ بیٹی گھر میں ہی کیوں نہ دیر تک جاگتے ہوئے اپنے منگیتر سے ہی بات کرے وہ یہ بات قبول نہیں کریں گے۔۔۔" فراز اب اٹھ کر چہل قدمی کر رہا تھا کمرے میں۔۔۔ وہ یہ سب باتیں آرام سے اونچی آواز میں کر سکتا تھا۔۔۔ کیونکہ آج یہاں حیات موجود نہیں تھی۔۔۔ "بیمار کے ساتھ کمرہ سئیر نہیں کر سکتی." یہ کہ کر وہ اپنے اس سٹڈی روم میں سونے چلی گئی تھی۔۔۔ صوفہ کم بیڈ کو وہاں تک لے جاتے ہوئے فراز کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔۔۔

"اب سمجھی آپی۔۔۔ اماں کی باتوں میں آکر آپ کو ابا نے یوں یہ سب باتیں کہہ دی ہیں۔۔۔"

فراز نے وہ باتیں کہی تھی جو اس کی نظروں کے سامنے تھیں۔۔۔ وہ اس جال سے بے خبر تھا جو افسونگر ان کے گرد بنتا جا رہا تھا۔۔۔ تار عنکبوت کی لپیٹ میں آنے والے پہلے فرد قدیر صاحب تھے۔۔۔

حویلی میں لگے پھولوں کے پودے کھلنے لگے تھے۔ لیکن ارمش کے دل میں بہار نہیں آئی تھی۔۔۔ وہ اب تک خزاں کی رت میں جی رہی تھی۔۔۔ یا شاید موسموں نے الٹا سفر کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ ارمش کی زندگی کا پہیہ تو یوں بھی الٹا چل رہا تھا۔ گاڑی جو سستی سے بڑھ رہی تھی وہ تو اب پیچھے کی جانب ہٹنے لگی تھی۔ راستے کی دشواریاں سہتے سہتے ارمش تھکتی جا رہی تھی۔۔۔

"ارمش بی بی۔۔۔ بڑی بی بی جی بلا رہی ہیں آپکو۔۔۔" رجو نے دور سے ہی ارمش کو آواز دی۔۔۔ اندر سے نکلتے ہی ارمش پھولوں کے قریب گھومتی ہوئی دیکھائی دی تھی۔۔۔

دادی بلا رہیں۔۔۔ خدا خیر کرے!۔۔۔

ارمش ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے رجو کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔ ارمش کے ماتھے پہ آئی بالوں کی لٹ کو ارمش نے اپنے ہاتھ کی مدد سے ہٹایا تھا۔ مگر وہ بار بار آگے آجاتی تھی۔۔۔

"دادی کب جاگی؟؟ تم نے ناشتہ کا پوچھا تھا؟" ارمش تیز تیز قدم اٹھاتی دادی کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔۔ وہ رجو سے سوالات کیے جا رہی تھی۔۔

"جی پوچھا مگر بس آپ کو بلانے کا کہا انہوں نے۔۔۔ اور مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے جی ان سے۔۔۔"

رجو کا جملہ مکمل ہوتے ہی ارمش کے اٹھتے ہوئے قدم رک گئے تھے۔۔۔

"رجو۔۔۔ نہیں رضیہ بی۔۔۔ وہ میری دادی ہیں۔۔۔ یہ بات مت بھولنا۔۔۔" ارمش نے تنبیہ کی تھی۔۔۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ ڈر والی بات کے پیچھے چھپی بات کا مطلب کیا تھا۔۔۔

رجو نے ارمش کی بات سن کے خاموشی اختیار کی تھی۔۔۔ بڑی بی کی خدمت کرنے سے بہتر تو جانوروں کے باڑے میں بھیج دیں قادر صاحب۔۔۔۔ رضیہ نے سوچا۔۔۔

دادی کے پاس جلدی پہنچنے کے لیے ارمش نے رجو کے ساتھ آنے یا نہ آنے پہ کوئی توجہ نہ دی۔۔۔

"دادی میں آگئی۔۔۔" ارمش کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے وہ کسی چھوٹے سے بچے کو نیند سے بیدار ہونے پر چمکار رہی ہے۔۔۔۔

"اااامش۔۔۔۔" دادی نے مشکل سے اپنے ہاتھ کو اٹھانے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔ مگر وہ ہاتھ کانپنے لگا تھا۔۔۔۔

ایک وقت تھا جب ارمش دادی کے سامنے جانے سے بھی گھبراتی تھی۔۔۔اور آج ارمش جو دادی کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔۔۔ارمش اور دادی کے درمیان میں سرد مہری اب ختم ہو چکی تھی۔۔لیکن شاید دیر ہو گئی تھی۔۔۔

دادی پہ ہونے والے فالج کے حملے نے ان کی گویائی کی قوت کو بری طرح سے نقصان پہنچایا تھا۔۔۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر الفاظ ادا نہ ہو پاتے تھے۔۔۔وہ بے بسی سے اپنی بڑی پوتی کو دیکھتی رہ جاتی تھیں۔۔۔

وہ اسی وقت امتحان دے کر یونیورسٹی سے واپس آئی تھی۔جب اسے اس کے بابا نے جلدی سے تیار ہونے کو کہا تھا۔۔۔اچانک سے تیار ہونے کی بات سن کر ارمش چونک اٹھتی تھی اس نے بابا کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"تیار؟کیوں بابا؟"ارمش نے کندھے سے بیگ اتارتے ہوئے پوچھا۔۔۔وہ کچن سے پانی لینے کے لیے جارہی تھی جب بابا نے کہا،

"بھول گئی؟ تم بہت کچھ بھولنے ہی لگی ہو ارمش۔" ارمش کے بابا ایسی بات کریں گے ارمش کو یقین نہیں آیا تھا۔۔۔ پچھلے چند دنوں میں وہ سچ مچ کچھ تیز مزاج ہو گئی تھی لیکن ابا کے سامنے وہ کچھ نہ کہتی تھی۔۔۔ مگر یہ بات سن کر جیسے ارمش کی رگوں میں خون کھول اٹھا تھا۔۔۔ اسے ابا کے جملے سے زیادہ قریب کھڑے زریان کی لاپرواہی نے تیش دلایا تھا۔۔۔ وہ بابا کی جانب پلٹی اور بولی،

"بابا نہیں بھولی میں کچھ بھی"۔ کچھ بھی۔۔۔۔ پہ زور دیتے ہوئے اس نے زریان کی طرف دیکھا تھا۔۔۔ کہ شاید وہ کچھ بولے گا۔۔۔ شاید وہ ماحول بدلنے کے لیے کوئی بات شروع کر دے گا۔۔ لیکن وہ تو حیات کو کچھ سمجھانے میں اتنا مگن تھا کہ اس نے توجہ تک نہیں دی۔

"تمیز سے بات کرو ارمش"۔ قدیر صاحب کو بیٹی کا پلٹ کے جواب دینا برا لگا تھا۔۔۔

"جی بابا۔۔۔" ابا کا تمیز سے بولنے کو کہنا اتنا تکلیف دہ نہ تھا جتنا زریان کا اس واقع سے لاتعلق رہنا۔۔۔ ارمش کو ایسا لگا تھا اس کے کندھوں پہ پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔۔۔ وہ کچن کی جانب پاؤں کو گھسیٹتے ہوئے چل پڑی۔۔۔

کاش بابا امتحانات کا پوچھ لیتے۔۔۔ ارمش نے زریان سے توجہ ہٹانے کے لیے اس پہلو پے سوچنے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن دماغ نے تو جیسے انکار کر دیا تھا جواب دینے سے۔۔۔

"قدیر تیرے ہی لاڈ نے بگاڑ دیا ہے اسے۔۔۔" دادی نے ارمش کے پلٹتے ہی نفرت سے کہا۔۔۔

"غلطی ہو گئی اماں۔۔۔ اسکی ماں کے مرنے کے بعد میں نہیں چاہتا تھا یہ اکیلی ہو جائے۔۔۔ بس یہی سوچ کر"۔۔۔

قدیر صاحب کو جیسے اپنی بڑی بیٹی کی پیدائش کا ہی دکھ تھا۔۔۔ وہ ایک ہی تھی جو سب سے منفرد تھی۔۔۔ اپنے آپ کی بھی ہوش نہ تھی جسے۔۔۔ اور اب تو فراز بھی اس جیسا خاموش ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ وہ اکثر گھبرانے لگتے تھے کہ فراز بھی کل کو ایسا ہو گیا تو ان کا سہارا کون ہو گا۔۔۔

"جی جی میں تو ملازمہ بن کے آئی تھی نا؟"۔ فرحت بیگم جو قدیر صاحب کی بات سنتے ہی آگ بگولہ ہوئی تھیں فوراً سے میدان میں کود پڑی تھیں۔۔۔

"فرحت تو تے چپ کر جا۔۔۔" اماں نے ٹوکا۔۔۔۔

"اماں آپ وہاں اسکے ساتھ اپنا بھی خیال رکھنا۔۔۔" قدیر صاحب ماں کے لیے بھی فکر مند ہو رہے تھے۔۔۔

فراز اس وقت ہاتھوں میں پیکٹ لیے اندر آیا تھا۔۔۔

"آپ کے لیے آپکی دوست نازش نے کچھ بھیجا ہے۔" پیکٹ فراز نے حیات کی جانب بڑھایا۔۔۔ وہ پیکٹ تھامتے ہوئے سمجھ گئی تھی کہ یہ پیکٹ ماموں نے بھیجا ہو گا۔۔۔ وہ جس کام کے لیے انہوں نے دس دن کا کہا تھا آج

دو ماہ بعد مکمل ہونے کو تھا۔۔۔۔

پیکٹ میں موجود پتلے دیکھ کر حیات کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی۔ وہ اپنے اس نام نہاد سٹڈی روم میں آچکی تھی۔۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی وہ پتلا بلکل زریان کے جیسا تھا۔ جیسے کسی نے اپنے سامنے تراش کر بنایا ہو۔۔۔ حیات کو ماموسے تمام شکوے دور ہوتے محسوس ہوئے تھے۔۔۔

وہ پتلے والا کام تو دیر سے کر رہی تھی۔۔۔ مگر اس نے ماموکی ہدایت کے مطابق ایک دوسرا عمل بھی کیا تھا۔۔۔ جس کے بعد سے زریان ارمش کے بجائے حیات کی طرف زیادہ توجہ کرنے لگا تھا۔۔۔

ایک پتلا تو زریان کا ہوا۔۔ دوسرا کس کا ہے۔۔۔ حیات نے جلدی سے پیکٹ کھول کر دیکھا تو وہ ایک عورت کا پتلا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ پردہ ڈالا گیا تھا۔۔۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے حیات نے نقاب الٹا تھا۔۔۔

چند لمحے بے حس و حرکت کھڑے رہنے کے بعد اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور ماموکا نمبر ملانے لگی۔۔۔

"ہیلو مامو۔۔۔"

حیات نے خوفزدہ سے انداز میں بولا

"ملا پیکٹ۔۔۔"

پروفیسر یعقوب نے انتہائی پر سکون انداز میں جواب دیا

"جی مل گیا۔۔۔ لیکن یہ ایک پتلا عورت کا کیوں؟؟"

حیات اس پتلے کو گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ دماغ میں جانے کیا کیا خیالات آرہے تھے۔ سب خیالات کو جھٹکتے ہوئے وہ اب ماموں کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"وہ تم ہو حیات۔۔۔"

ماموں نے تحمل سے جواب دیا۔ ان کے لہجے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسی سوال کے انتظار میں تھے۔

"مم میں ؟؟ میں ماموں ؟؟؟

"کیوں ؟ کس کی جانب مائل کرنا ہے ؟؟ تو ایک ایک تاریخ میں دونوں پتلوں کو قریب لانا ہے پاگل لڑکی۔۔۔"

پروفیسر یعقوب حیات کو عمل یاد کروا رہے تھے جسے شاید وہ بھول گئ تھی۔

"اوہ سچ ۔۔۔ یاد آگیا۔۔۔"

حیات نے یاد آنے پر فوراً سے جواب دیا۔۔۔

حیات نے کال کاٹی نہیں تھی ۔۔۔ وہ ماموں سے کچھ مزید باتیں کرنا چاہتی تھی ۔۔۔

"ماموں ۔۔۔ آج ارمش جا رہی ہے گاؤں ۔۔۔ ابھی ابا نے بولا ہے۔"

حیات نے خوش ہوتے ہوئے بتایا تھا۔

"اوہ تو بھانجی تمھارے لیے تو میدان خالی ہو گیا۔۔۔"

پروفیسر یعقوب کے چہرے پر شیطانی ہنسی نمودار ہوئی تھی۔ ارمش کے نام پر انہیں کچھ محسوس ہوا تھا۔ وہ اب زریان اور شایان دونوں سے دور ہو گی۔۔۔ حیات کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی میدان خالی ہو گیا تھا۔

"بس ماموں آپ کا ساتھ چاہیے ہو گا۔۔۔"

حیات آج سچ میں خوش تھی۔ اس کے آنگ آنگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ وہ کام جو وہ لڑ جھگڑ کر نہیں کر سکی تھی جادو سے کتنے آرام سے کر لیا تھا۔ آخر افسونگر جو ساتھ تھا اس کے

"ارمش کے جانے کے بعد اب تمہیں میرے کام میں بھی مدد کرنا ہو گی حیات۔۔۔"

پروفیسر یعقوب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"کون ساکام ماموں۔۔ آپ بتاتے کیوں نہیں ہو؟" حیات نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔۔

"جو کام ہے وہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا بچے۔۔ تم بس ارمش کو اپنے اوپر شک مت ہونے دینا۔" ماموں نے بھانجی کو مشورہ دیا تھا۔۔

LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI PDI LRI

دادی کو ناشتہ کروا چکنے کے بعد ارمش اب دادی کے پاس بیٹھی انہیں اخبار میں سے تازہ خبریں پڑھ کر سنا رہی تھی۔۔ لیکن دادی تو جیسے خبریں سنتے ہوئے دوائی کے غلبے کی وجہ سے غنودگی میں چلی گئی تھیں۔۔۔

ارمش کو اپنا بدن ٹوٹتا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

ارمش دادی کی بیماری کی وجہ سے شاید چڑ چڑے پن کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔وہ اپنے اس بدلے ہوئے مزاج سے خود بھی عاجز آگئی تھی۔۔۔

اب تو ارمش ابا کا فون آنے پہ بھی خوش نہیں ہوتی تھی۔۔۔وہ جلد سے جلد بات ختم کر کے فون بند کر دیتی تھی۔۔۔اس نے فراز کو بھی کتنی بے دلی سے خدا حافظ کہا تھا۔۔۔جب وہ لاہور پڑھنے کے لیے جانے والا تھا۔۔۔تایا جی گھر میں ہوتے ہی کہاں تھے۔۔۔۔اور ارمش کا فون بھی تو شہر رہ گیا تھا۔۔۔جسے نہ ارمش نے منگوانا چاہا اور نہ ہی گھر میں سے کسی نے بھیجنے کا سوچا۔۔۔

خود کو زخمی کرنے کے بعد سے اپنی موت کے وہم اور وسوسے تو جیسے ارمش کی زندگی کا حصہ بن گئے تھے۔نماز کی پابندی کرنے والی ارمش اب اپنی موت کی دعائیں کرتی رہتی تھی۔۔۔

یہ گاؤں کی حویلی تو جیسے کسی شہزادی کو قید رکھنے کے لیے تعمیر کیے گئے قلعے کے جیسی تھی۔۔۔جہاں وہ دادی کی خدمت کے علاوہ باقی تمام کاموں سے دور ہو گئی تھی۔۔۔

دادی کے کمرے میں بھی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں کوئی تیسرا شخص موجود ہے۔۔۔ جو اسے دیکھ رہا ہے۔۔۔ ارمش کے وجود میں خوف کی لہر دوڑ گئی تھی۔۔۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر دادی کے بیڈ کے قریب آ بیٹھی تھی۔۔۔ اس نے دادی کا ہاتھ بچوں کے جیسے تھام لیا تھا۔۔۔ انجانے سے خوف نے ارمش کی رہی سہی قوت برداشت چھین لی تھی اس سے۔۔۔

ارمش بیٹھے بیٹھے نہ جانے کب خود سے ہی رونے لگی تھی۔۔۔ اس نے دادی کے ہاتھ کو زور سے پکڑا تو دادی کی نیند میں خلل پڑا تھا۔۔۔

دادی کے پکارنے پے ارمش نے پلو سے آنسو صاف کرتے ہوئے فوراً سے مسکراتے ہوئے دادی کو دیکھا۔۔۔ دادی جو الفاظ ادا کر رہی تھیں وہ ارمش سمجھ سکتی تھی۔۔۔

وہ تو ان کے بنا بولے ہی باتیں سمجھ جاتی تھی۔۔۔ دادی نے اسے کبھی اپنے قریب ہونے ہی نہ دیا تھا۔۔۔

دادی نے کچھ اشاروں اور اپنی فالج زدہ زبان کو استعمال میں لاتے ہوئے ارمش سے رونے کی وجہ پوچھی تھی۔۔۔

"دادی۔۔۔ مجھے بہت خوف محسوس ہوتا ہے، مجھے لگ رہا ہے یہاں کوئی اور بھی۔۔۔ یہاں نہیں بلکے ہر وقت کوئی ہوتا ہے میرے ساتھ، دو شیطانی مسکراتی آنکھیں ہر وقت میرا پیچھا کرتی ہیں دادی۔۔۔ آپ کو یہاں کچھ نظر آتا ہے؟"

ارمش کو تو جیسے کوئی بندہ چاہیے تھا اس نے اپنے سب خوف کھول کر رکھ دیے تھے۔

خوف اور حیرت کے مارے دادی کی آنکھیں پھیل گئی تھی۔۔۔ اور خود ہی سکڑنے لگی تھیں۔۔۔ وہ ارمش کی بات سن کر خوفزدہ نہیں ہوئی تھیں۔۔۔ لیکن یہ علامات کچھ اچھی نہیں تھیں۔۔۔

انہوں نے اپنے اس ہاتھ کو جس میں ابھی کچھ طاقت باقی تھی۔ اسے ارمش کے سر پہ رکھا تھا۔۔۔ آج اس ہاتھ میں موجود شفقت ارمش کے تھکن زدہ جسم کو سکون دے رہی تھی۔۔۔ اشاروں اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے دادی نے۔۔۔ نہ گھبرانے کی تلقین کی تھی۔۔۔ اور ارمش کو اپنے قریب آنے کو کہا تھا۔۔۔

وہ اپنی پوتی کا ماتھا چومنا چاہتی تھیں۔۔۔ وہ جوان کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے بھی ایسے خدمت کر رہی تھی جیسے کوئی نرس ہے۔۔۔

بابا اور تایا نے دادی کا علاج شروع کروا رکھا تھا۔۔۔ مگر یہ تو دادی کی ضد تھی کہ انہوں نے اب شہر نہیں جانا۔۔۔ ایکسرسائز سے لے کر تمام دوسرے کام بس ارمش کی ذمہداری بن گئے تھے۔۔۔

ارمش دادی کے پاس سر رکھے بیٹھ کر ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بہت پر سکون محسوس کر رہی تھی۔ یہ پہلی بار تھا کہ جب ارمش کو ان گزرے چند ماہ میں سکون ملا تھا۔۔۔ وہ سونا چاہتی تھی۔۔۔ مگر سو نہ سکتی تھی۔۔۔ اسے نیند سے خوف آتا تھا۔۔۔ وہ ارمش جس کی مسکراہٹ سے بہار آتی تھی۔ اب ایسی ارمش بن کے رہ گئی تھی جسے بہار بھی مسکرانے پہ مجبور نہ کر سکتی تھی۔۔۔ گرتی ہوئی صحت نے ارمش کو اندر سے بھی کاٹ دیا تھا۔۔۔

"دادی۔۔۔ دادی آپ سن رہی ہیں نا؟"

ارمش نے جانے کیوں دادی پہ بھروسہ کرنے کا سوچا۔اسے یوں لگا تھا جیسے وہ اپنی تکلیف دادی سے بیان کر دے گی تو وہ اسکی مدد کریں گی۔۔وہ کسی پہ اعتبار کرنے کا حوصلہ کھو چکی تھی۔۔۔

مگر نہ جانے کیسے اس میں اتنی ہمت آگئی تھی۔۔۔اس نے اپنے آپ سے اس بوجھ کو اتارنے کا شاید فیصلہ کر لیا تھا۔۔

دادی کی ہلکی سی ہوں کی آواز سنتے ہی ارمش ان کے قریب ہو گئی تھی۔۔دادی بھی اب ارمش کی جانب دیکھ رہی تھیں۔۔۔

"دادی۔۔۔میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔میں مر جاؤں گی۔۔۔مجھے ڈر لگتا ہے دادی۔۔۔مجھے سونا ہے۔۔۔مجھے بچالو دادی۔۔۔"اب تک ارمش نے یہ بات بہت حوصلے سے کہی تھی۔۔۔وہ اپنے آنسوں کو چھپانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔۔۔

دادی نے ارمش کو پانی پینے کا اشارہ کیا۔۔۔وہ اپنی شہادت کی انگلی سے ارمش کے ہاتھ کو سہلا رہی تھی۔۔وہ اتنا ہی کر سکتی تھیں۔۔۔انہوں نے پوتی کے لیے اپنے دل میں پہلی بار پیار کے جذبات کو محسوس کیا تھا۔۔۔

"دادی پتا ہے یہ دیکھیں۔۔۔ایسے لگتا ہے جیسے مجھے کسی نے پتا نہیں کتنا مارا ہو"

وہ اپنے بازو پیچھے کیے اپنے زخم دیکھا رہی تھی جو اسے خود معلوم نہیں تھے کہ اسے کب بنے۔

دادی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کاش وہ اپنی زبان سے کچھ کہہ سکتی۔۔۔خدا نے جب یہ زبان لے لی تھی تب ہی انہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی تھی۔۔۔

ان کے دل میں جادو کے وہم وسوسہ تو ہمیشہ ہی موجود رہتے تھے۔۔۔اور اب تو جسم پہ نشانات دیکھ کر وہ مزید اندیشوں کا شکار ہو گئی تھیں۔۔۔

دادی نے ارمش کو بولنے کو کہا۔۔۔وہ اپنی تمام کیفیات کے بارے میں کھل کر بولے۔۔۔مگر تب ہی رجو کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔اس کے آتے ہی دونوں دادی پوتی خاموش ہو گئی تھیں۔۔۔

---------------------------------------><-------------------------------
----

ارمش کے گئے چند دن ہی گزرے تھے کہ رات میں اچانک ماموں کی کال آگئی تھی۔۔۔حیات پتلوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لیے کمرے میں آئی تھی۔۔۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ماموں۔۔۔آپ اور ارمش؟" حیات کی آواز چیخنے کی حد تک بلند تھی۔۔

"کیوں میرے میں کیا کمی ہے حیات۔" پروفیسر یعقوب نے کمال مکاری سے اپنی آواز میں اداسی شامل کی تھی۔۔۔

"وہ وہ بھانجی۔۔۔مطلب ہے وہ تو چھوٹی ہے نا آپ سے۔۔۔" حیات نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

حیات کو ارمش سے جلن محسوس ہوئی تھی آخر ہر کسی کو وہی کیوں پسند آتی تھی۔

"چھوٹی ہے تو کیا ہوا؟ حیات تم نے اپنا کام کروانا ہے یا نہیں؟"

پروفیسر یعقوب کے لہجے میں پہلے بھی سختی ہوتی تھی مگر جو آج تھا حیات اسے کچھ خاص نام نہیں دے سکی تھی۔

"میں کروں گی ماموں لیکن میں شایان سے بات کیسے کر سکتی ہوں؟ وہ حیات کی باتوں سے ارمش کو برا کیسے سمجھے گا ماموں۔۔" حیات نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا تھا۔۔۔

"اوہ تو کون کہہ رہا ہے حیات بات کرے۔۔۔ بات تو ارمش کرے گی"

پروفیسر یعقوب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا مطلب۔۔۔ میں ہی ارمش بنوں؟؟ ماموں ارمش کا فون گھر رہ جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں۔۔۔ نہیں نہیں ماموں کبھی نہیں۔۔۔" حیات نے فون پر نہ کرتے کرتے سر بھی نفی میں ہلایا تھا۔۔۔ وہ ارمش کو ماموں کے حوالے نہیں کرے گی۔۔۔ اس نے عہد کیا تھا خود سے۔۔۔

"توٹھیک ہے اپنا کام خود کر لو"

پروفیسر یعقوب تو جیسے بضد تھے۔۔۔ ارمش نہیں تو کچھ نہیں۔

"ماموآپ عمل کے درمیان کیسے چھوڑ سکتے ہیں مجھے اکیلا۔۔۔" حیات نے بھی احتجاج کیا تھا۔۔۔

"میں ابھی عمل روکنے لگا ہوں۔۔۔ اور عمل روکنے سے جو ہو گا وہ تم جانو۔۔۔ زریان۔۔۔"

پروفیسر یعقوب نے جیسے آخری حربہ استعمال کیا تھا۔۔

"کیسے کیا مطلب۔۔۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ مجھے کچھ چاہیے ہے تم سے اور تم نے ہامی بھری تھی۔۔۔ اب وقت آنے پر پیچھے ہٹ رہی ہو"۔۔

"نہیں نہیں میں پیچھے نہیں۔۔۔ خدا کے لیے زریان کو کچھ نہیں ہونے دینا ماموپلیز۔۔۔۔" حیات کو اپنے دل میں درد کی ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔۔ وہ زریان کو نقصان پہنچنے کا سوچ کر کانپ گئی تھی۔۔۔

"تو پھر جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو"

"ٹھیک ہے ماموں۔۔۔ کروں گی۔۔۔ مگر۔۔۔۔!!! اگر زریان کو کچھ ہوا۔۔۔ میں آپکی زندگی حرام کر دوں گی۔۔۔" حیات نے بات مکمل ہوتے ہی فون کاٹ دیا تھا۔۔۔

کس بوڑھے لومڑ سے سامنا ہوا تھا حیات کا۔۔۔

اس قدر عیاری سے اس شخص نے حیات کو پھانس لیا تھا اپنے جال میں۔۔۔ حیات کمرے سے باہر نکل کر سر گھٹنوں میں دبا کر وہیں زمین پہ بیٹھ گئی تھی۔۔۔

--

--

--

--

--

"کیا بات ہے حیات؟ یہاں سر جھکا کر کیوں بیٹھی ہو۔" حیات نے آواز سنتے ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ زریان نہ جانے اس وقت یہاں کیسے آ گیا تھا۔ حیات اس وقت اکیلی بیٹھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہتی تھی۔ ارمش اور پروفیسر یعقوب کے بارے میں ابھی بہت کچھ تھا غور طلب۔۔۔

"آپ یہاں۔۔۔ سوئے نہیں اب تک آپ؟" حیات نے اٹھتے ہوئے زریان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ تھوڑا سا گھبرائی تھی زریان کو اس وقت یہاں دیکھ کر۔

"نہیں نیند نہیں آرہی تھی۔۔ کیا تمہیں برا لگا میرا یوں آنا؟؟؟" زریان کو حیات کے چہرے پہ نظر آنے والی گھبراہٹ کی وجہ سمجھ نہ آئی تھی۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی تھی حیات؟" زریان کو حیات کی بے چینی سے کھٹکا ہوا تھا دل میں۔۔۔

"کیا کر رہی مطلب؟"

حیات نے سنجیدگی ظاہر کی تھی۔۔۔ اب وہ پر اعتماد انداز میں زریان کے سامنے کھڑی تھی۔۔

"یہ میرا اسٹڈی روم ہے اور سٹڈی رومز میں کیا کیا جاتا ہے زریان؟" حیات نے ترش لہجے میں جواب دیا تو زریان کچھ شرمندہ سا ہو گیا تھا۔۔۔ اپنی شرمندگی کو وہ چاہتے ہوئے بھی چھپا نہ سکا تھا۔۔۔

"کاش ارمش بھی تمہارے جیسے جواب اور مزاج والی ہوتی۔۔۔ وہ تو مجھے دیکھ کر ایسے ڈرتی جیسے میں کوئی دیو ہوں جو اسے اٹھانے آیا ہے۔۔۔"

زریان نے یہ بات اچانک سے کہی تھی۔۔وہ جیسے یہ بات دل میں اپنے آپ سے کہنا چاہتا تھا۔۔ مگر یہ جملے زبان سے ادا کر بیٹھا تھا۔۔حیات کی آنکھیں حیرت کے باعث پھیل گئی تھیں۔۔۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ ؟میری بہن گھر نہیں ہے تو مجھے بہلانے کے لیے تدبیریں کر رہے ہیں آپ ؟"حیات نے زریان پہ طنز کیا تھا۔۔وہ زریان کے جذبات کو جگانے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار تھی۔۔۔

"حیات بس کرو۔۔۔میں نے ایسا بھی نہیں بولا۔۔سوری تمھیں برا لگا ہو تھا"

زریان نے شرمندگی سے جواب دیا تھا۔

"میری بہن یہاں نہیں ہے اور آپ۔۔۔کیوں نہ ابا کو شکایت کر دوں۔"حیات نے جھٹ سے جواب دیا۔۔وہ زریان کے دل میں اپنے لیے جذبات کی آگ کو بھڑکانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

"جیسے آپ کی مرضی"

وہ خاموشی سے مڑنے لگا تھا

زریان پہ اس تمام کوشش کا کچھ اثر بھی ہوا ہے یا نہیں۔۔۔اس کے لیے ضروری تھا زریان رکے۔۔۔یہ شخص ایسے نہیں جا سکتا۔۔۔حیات نے دل ہی دل میں سوچا۔۔۔

"میری مرضی؟میری مرضی کوئی معنی رکھتی ہے؟"یہ سوال حیات نے بنا سوچے سمجھے جذبات میں آکر پوچھ ڈالا تھا۔۔۔

"میرے لیے تو آپ کی مرضی بہت معنی رکھتی ہے،چاہیں تو ابھی رکنے کا بول کر آزما لیں"

زریان نے آنکھوں میں شرارت لیے بولا تھا۔حیات کا اتنا بولنا ہی کافی تھا اس کے لیے۔

"میں تو خود سر بچی ہوں نا؟یہی کہتے تھے نا میرے بارے میں آپ؟اب کیسے حالات بدل گئے ہیں؟"آج حیات کے ہاتھ موقع لگا تھا۔۔۔زریان کی ڈور حیات کے ہاتھ آگئی تھی۔۔وہ یہ بات جان گئی تھی۔۔۔(حوصلہ حیات

حوصلہ ابھی تو شروعات ہیں۔۔۔) حیات دل ہی دل میں خوشی سے جھوم رہی تھی۔۔۔اسے ارمش کا خیال بھی نہیں رہا تھا۔۔۔ماموپا کوئی اور اس کی پرواہ حیات کو نہیں رہی تھی۔۔

"میری غلط فہمی"

زریان نے حیات کو فوکس میں لیتے ہوئے جواب دیا

"اور جو میری ہنسی اڑتی تھی وہ؟؟ میں نے تو اکیلے میں باتیں کہی تھی اور آپ نے۔۔۔"حیات اداکاری کی داد خود ہی دے رہی تھی اپنے آپ کو۔۔۔

"مان تو رہا ہوں غلطی۔۔۔انسان ہوں غلطی بھی تو ہو سکتی ہے"

وہ معصوم شکل بنائے بول رہا تھا جیسے سچ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا ہو گا۔

"دیکھ لیجے گا کہیں یہ جملے بھی غلطی نہ ہوں۔۔۔ نبھانے کا وقت آئے تو آپ۔۔۔۔"

حیات نے ادھوری بات کہ کر بھرپور نگاہ ڈالی تھی زریان پر۔۔۔ وہ ایک فاتح کی حیثیت سے زریان کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔۔۔۔

-----------------------------><-----------------------------

خونخوار جانور اور بوسیدہ قبروں کو دیکھتے ہوئے ارمش تنگ آچکی تھی۔۔۔ وہ تنہا کھڑی اس سب سے بچنے کے لیے مدد کے لیے چیخ ؤ پکار کر رہی تھی۔۔۔ ارمش کی حلق سے نکلنے والی چیخ نے خود ارمش کی اپنی نیند ختم کر دی تھی۔۔۔۔

وہ نہ جانے کب کرسی پہ بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی۔۔۔ اسکی آنکھ کتاب پڑھتے ہوئے لگی تھی۔۔۔ وہ اپنے حواس میں آتے آتے سمجھنے لگی تھی کہ یہ سب خواب تھا۔۔۔

دادا کی قبر میں شگاف اور وہ جانور وہ سب خواب تھا۔۔۔ ارمش کانپ رہی تھی۔۔۔ اسکی سانسیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں۔۔

"امی۔۔۔ کہاں چلی گئی ہیں آپ؟... آپکی بیٹی تھک گئی ہے اماں کہیں سے آجاؤ۔۔۔ مجھے بھی اپنے ساتھ مار دیا ہوتا اماں۔۔۔" ارمش رو رہی تھی۔ بے بسی کی انتہا ہو گئی تھی۔۔ وہ اپنی آواز کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ آج بھی خواب میں اسے وہ سب چیزیں دیکھائی دینے لگی تھیں۔۔۔ مگر وہ کون تھا جو ارمش کو اپنی طرف آنے کے لیے چیخ چیخ کر بلا رہا تھا۔۔۔ اس کا چہرہ آگ اور دھوئیں کی وجہ سے دھندلا سا گیا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا اس کی پکار میں کتنا درد تھا۔ وہ ارمش کی جانب بڑھتے آگ کی پرواہ بھی نہیں کر رہا تھا۔۔۔ خواب میں زریان بھی تو تھے۔۔۔ وہ جس گڑھے میں پھنسی ہوئی تھی۔۔۔ اس کے سامنے زریان بھی تو تھا۔۔۔ وہ تو اس جانب دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔۔۔

اگرچہ یہ سب خواب تھا۔ مگر ارمش کو خواب میں بھی زریان کی بے رخی اور لاپرواہی برداشت نہ ہوئی تھی۔۔۔ وہ خوابوں کو ہمیشہ سے کوئی اہمیت نہ دیتی تھی۔ مگر اب جب سے اسے یہ خوفناک خواب دیکھائی دینے لگے تھے وہ سہم کر رہ گئی تھی۔۔

ارمش نے روتے روتے اپنے آپ کو کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پھر سے کرسی پہ ڈھیر ہوگئی تھی۔۔۔اس کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔۔۔ قریب رکھے پانی کے گلاس کو پکڑنے میں بھی ارمش کو ہاتھ بڑھانا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خود پاتال میں ہے اور کہکشاؤں سے ستارے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔

ارمش کے ماتھے پر پسینہ آگیا تھا۔اور سانس بھی رک رہی تھی۔۔ گھبراہٹ میں ارمش نے نہ جانے آج کیوں خدا کا نام لیا تھا۔۔۔اس خدا کا جسے وہ بھول بیٹھی تھی۔ جس سے اسے ہزاروں شکوے تھے۔۔۔

اللہ کا نام لیتے ہی جیسے ارمش کا پورا جسم ایک جھٹکے سے کرسی سے الگ ہوا تھا۔ بجلی کا کرنٹ لگنے سے بھی شدت کا جھٹکا تھا وہ۔۔۔ ارمش کو اپنے اندر بجلی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔

یہ کیسا احساس تھا۔ارمش کو خود سے خوف محسوس ہوا تھا۔اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔اسے کچھ جلنے کی بدبو محسوس ہوی تو ہمت کر کے اٹھی اور کیچن کی جانب چل دی کہ اگر چولہے پر کچھ جل رہا ہے تو وہ بند کر دے۔

چولہا بند تھا جبکہ وہ بدبو بتدریج آرہی تھی۔

"رضیہ۔۔۔رضیہ کیا جل رہا ہے یہ؟"

وہ رجو کو آواز دے رہی تھی جو جانے کہاں مصروف تھی کہ سن ہی نہیں رہی تھی۔

"آئی ارمش بی بی جی"

دور سے کہیں رجو کی آواز آئی تھی۔وہ اب تک کیچن میں ناک کے آگے ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔بدبو تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہی ہو رہی تھی۔

"یہ کیا جل رہا کس کی اتنی بدبو ہے سانس بند ہو رہا ہے میرا"

اس نے غصے سے رجو سے پوچھا تھا۔وہ ایسی ہی ہو گئی تھی چڑچڑی سی۔۔۔

"بی بی جی کچھ بھی تو نہیں جل رہا۔۔۔ کوئی بدبو نہیں ہے یہاں"

رجو نے اسے جواب دیتے ہوا گھورا تھا کہ کہیں ارمش پاگل تو نہیں ہے۔۔۔ یہاں کیسی بدبو۔۔۔

بدبو سے ارمش کا دم گھٹ رہا تھا اور رجو کہہ رہی کچھ نہیں ہے۔۔۔ ارمش حویلی کے ہوادار حصے کی جانب بھاگی۔ ارمش کا دل چاہ رہا تھا وہ یہاں سے کہیں بھاگ جائے۔ وہ گاؤں میں گھومنے جائے گی۔۔۔ یہی سوچ کر وہ دوپٹہ سر پر لیتے ہوئے حویلی کے بڑے گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔۔۔

--

--

--

--

--

--

"اے لڑکی۔۔۔رک۔۔۔رک جا۔۔ تو قدیر کی بیٹی ارمش ہے نا؟؟" ارمش کے گھر سے نکلتے ہی یہ عورت جو سر پہ گھاس کی گٹھری اٹھائے جا رہی تھی ارمش کو دیکھتے ہی اس کی طرف آئی تھی۔۔۔ ارمش جو پہلے ہی گھر سے بیزار ہو کر نکلی تھی، اب اس نئی مصیبت کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔۔۔ وہ عورت جو شاید اپنے حالات کے باعث عمر کم ہونے کے باوجود بھی بوڑھی لگ رہی تھی۔۔۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی اور وہ بہت پر امید بھی تھی۔۔۔

"جی۔۔ لیکن آپ؟"

ارمش حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی

"مم میں تیری ماسی۔۔۔توں نہیں ناجانتی مجھے۔۔۔ہے نا۔۔۔ہاں تو کیسے جانے گی۔۔۔"وہ عورت جیسے کوئی پاگل تھی۔جسے خود اپنے ہی الفاظ پہ یقین نہیں آیا تھا۔۔۔

"تیرے تایا کا پتر تیرا شوہر بن گیا نا؟؟"اس عورت کے پوچھنے میں حیرت بھی تھی اور الگ سی مایوسی بھی۔۔۔۔

"نہیں لیکن کیوں"

ارمش ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔اسے کیا تھا اس کی شادی ہونے یا نہ ہونے سے

"آگ میں جلو گی۔۔۔ نفرت کی آگ۔۔۔ سب راکھ ہو جائے گا۔۔۔ بربادی۔۔۔۔"وہ عورت ارمش کے گرد چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔وہ ارمش کے چہرے پہ پریشانی دیکھ سکتی تھی۔۔۔

ارمش اس سب سے انجان تھی۔جو کچھ ہوا تھا۔اس کے بارے میں کبھی بات جو نہ ہوئی تھی۔۔۔

ارمش کی ماں کے خلاف دادی نے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی مشکل کھڑی کیے رکھی تھی۔۔۔اپنی بڑی بہو کے دل میں چھوٹی بہو کے لیے کدورت ڈالنے کا یہ گناہ ان کے بیٹوں کی زندگیوں سے خوشیوں کو ایک لمبے عرصے کے لیے دور لے گیا تھا۔۔۔

لگائی بجھائی کرنے کے ساتھ ساتھ ارمش کی ماں پہ یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے بڑے بھائی پہ نظر رکھے ہوئے ہیں۔۔۔زریان کی ماں جو بچے کو جنم دینے والی تھیں اس بات کو سوچ کر ذہنی طور پہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی تھیں۔۔۔

علیہ

samiyach02@gmail.com

samiyach02@gmail.com

اپنے دیور کی بیوی سے وہ اندر ہی اندر نفرت کرتی تھیں۔۔۔ اپنی زندگی کی خوشیاں اجڑنے کا قصوروار وہ اپنی دیورانی کو سمجھتی تھیں۔۔۔

زریان جس کی پرورش اس عورت کے ہاتھوں میں ہوئی تھی جو اس وقت طواف کر رہی تھی ارمش کا۔۔۔ جس نے زریان کے دل میں اس کے چچا اور اس گھرانے کی نفرت ڈالنے اور اسے پروان چڑھانے میں کوئی کمی نہ رہنے دی تھی۔۔۔ اپنی مرحومہ مالکن سے وفاداری کے لیے انہوں نے یہ سب جھوٹ زریان میں بھر دیا تھا۔۔۔ نفرت انتقام لینے کا وہ جذبہ آج بھی زریان میں تھا۔۔۔ لیکن اسے کوئی نہ جانتا تھا۔۔۔

زریان دفتر کے کاموں سے تنگ آ چکا تھا۔ وہ یہ سب کرتے کرتے بیزار ہو گیا تھا۔ گاؤں کی زندگی کتنی آسان تھی۔ جب چاہا جہاں چاہا چلے گئے۔۔۔ دولت اور طاقت حاصل کرنے کے لیے یہ غلامی کیوں؟؟؟ وہ خود سے یہ

سوال آج بھی پوچھ رہا تھا۔ اسے اپنے آپ سے ہمیشہ یہ سوال کر کے اسکا جواب ڈھونڈنے میں بے حد دشواری ہوتی تھی۔

انتقام لینے کے لیے ٹکے ٹکے کے لوگ اس سے اپنے کام نکلوا رہے تھے۔۔۔ انتقام لینے کے بعد وہ کیا کرے گا؟ پھر سے گاؤں؟ یا ان لوگوں کی غلامی۔۔۔ اس دفتر میں جو اس کے بعد آئے تھے وہ بھی مالدار ہو چکے تھے۔۔۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔۔۔

دولت تو ہے زریان۔۔۔ اور کیا چاہتے ہو۔۔۔ زریان نے اپنا سر میز پر یوں رکھا جیسے وہ سو جانا چاہتا ہو۔۔۔ کسی کو بھی کمرے میں آنے سے منع کرنے کے بعد وہ اب اپنے سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیے تنہائی میں بیٹھا تھا۔۔۔

دروازے پہ ہونے والی دستک کو سن کر زریان سیدھا بیٹھ گیا تھا۔ اپنی ٹائی کو درست کرتے ہوئے اس نے بارعب انداز میں پوچھا،

"کون ہے؟ میں نے جب منع کیا تھا ملنے سے۔۔۔" آواز سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ چہرے کے خدوخال بھی تنے ہوئے تھے۔۔۔

"میں ہوں سلیم۔۔۔ زریان ملنا ہے مجھے تم سے۔۔۔" آنے والے کا تعارف سن کر زریان کو دفتر میں آنے والے اور ترقی پانے والے دوسرے سب نام بھی یاد آنے لگے تھے۔۔۔

یہ کیا لینے آیا ہے اب۔۔۔ حد ہے!!! زریان نے پانی کا گھونٹ بھرا اور سلیم کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔۔۔

سلیم نے زریان کا شکریہ ادا کیا اور اشارہ ملتے ہی کرسی کھینچ کر اس پہ بیٹھ گیا۔۔۔

"جی کہیں سلیم صاحب۔۔۔ کیسے آنا ہوا؟" زریان نے بے دلی سے پوچھا۔۔۔

" محکمہ مال میں ایسا سوال نہیں کرتے ہوتے زریان صاحب۔۔۔ یہاں پیاسا کنویں کے پاس نہیں۔۔۔ کنواں خود چل کر آتا ہے۔۔۔" سلیم جو کہ چالیس سے پچاس برس کی عمر کے لگ بھگ دیکھائی دے رہا تھا، اپنی باتوں میں ماہر لگ رہا تھا۔۔۔

" پھر سے کوئی ترکیب لڑانے کا سوچ رہے ہیں ؟؟؟ مجھے بھی گھسیٹنے کا ارادہ ہے ؟؟" زریان نے نفرت سے بھرپور لہجے میں جواب دیا تھا۔۔۔

" نہیں نہیں زریان صاحب۔۔۔۔ یہاں ہوتے ہوئے جس مشکل میں آپ ہیں۔۔۔۔ اس سے نکلنے کا راستہ بتانے آیا تھا میں تو۔۔۔" سلیم نے مسکرا کے زریان کے چہرے پہ غصے کو پڑھ لیا تھا۔۔۔ زریان جیسے نوجوان جو رشوت اور اس طرح کے دوسرے کاموں کے ہمیشہ خلاف رہتے ہیں انہیں سلیم صاحب خوب جانتے تھے۔۔۔ کتنے ہی آفیسر تھے جو سلیم نامی اس صیاد کے جال میں پھنس کر کٹھ پُتلی بن کر رہ گئے تھے۔۔۔ اب یہ وار زریان پہ کیا جا رہا تھا۔۔۔

" کیا کرنا ہو گا مجھے ؟؟ کیا قیمت دیں گے بھلا اب آپ ؟" زریان نے شرارت اور طنز آمیز انداز میں سوال کیا تو سلیم نے زریان کی ذہانت پہ سر ہلا کر داد دی۔۔۔

" محکمے کو ایک ہیڈ کی ضرورت ہے۔۔۔۔ جسے نئے دفتر میں اس سب غلاظت کی روک تھام کے لیے رکھا جائے گا۔۔۔ اور مجھ سے نام تجویز کرنے کو کہا گیا تھا۔۔۔"

باتوں باتوں میں دو چائے کے کپ بھی آ چکے تھے۔ یہ زریان نے نہیں منگوائے تھے۔۔ یہ تو سلیم صاحب آنے سے پہلے خود ہی آڈر کر آئے تھے۔۔۔

"اور آپکا نام میرے ذہن میں کیسے نہ آتا زریان؟" سلیم صاحب نے زریان کو خریدنے کی ایک بار کوشش کر دیکھی تھی۔۔۔ اس کے بعد سے وہ زریان کو کبھی ورغلانے نہیں آئے تھے۔۔۔

"میرے علاوہ کوئی دوسرا۔۔۔" زریان نے جانچنے کے لیے پوچھا تھا۔۔۔ کیا یہ بھی کوئی چال ہے۔۔۔ کہیں وہ ابھی کوئی آفر تو نہیں کرنے والے۔۔۔ لیکن زریان کا ہر وہم محض وہم ثابت ہو رہا تھا۔۔۔

"ہوتا تو ضرور نام دیتا میں۔۔۔ مگر یہاں دلدل میں سب پھنسے ہیں۔۔۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں۔۔ یہاں رہ کر تم کچھ کر نہیں سکو گے۔۔۔ بہتر ہے جہاں اپنی اہلیت دیکھانے کا موقع مل رہا ہے۔۔۔ وہاں چلے جاؤ زریان۔۔۔" سلیم صاحب نے چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگائے ہوئے زریان سے نظریں نہ ہٹائی تھی۔۔۔

"میں تیار ہوں۔۔۔ مجھے بھی یہاں گھٹن ہوتی ہے سلیم صاحب"۔ زریان نے جلدی سے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ اسکی توجہ اس وقت اپنے بجنے والے فون پہ تھی۔۔۔

"جی ٹھیک ہے زریان صاحب ایک ہفتہ گھر بیٹھیں اور اگلے سوموار سے نیا دفتر اور نئی گاڑی۔۔۔ سرکاری گاڑی"۔

سلیم نے اپنے مطلب کی بات سن لی تھی۔۔۔ وہ اب زریان کو اکیلا چھوڑ کر کمرے سے جا چکے تھے۔۔۔

------------><------------

اپنے کپڑوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دل کی دھڑکن تیز تھی تو سانسیں بھی بے ترتیب ہو رہی تھیں۔۔۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اٹھائے جانے والے خطرات میں سے آج ایک اور حد عبور کر چکی تھی۔۔۔ پچھلے تیس دنوں سے وہ ہر لمحہ جن کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کر رہی تھی۔

اس وقت وہ پتلے زمین کے نیچے دبا دیے گئے تھے۔۔۔ حیات جو کچھ کر رہی تھی، اسے کرتے ہوئے کوئی ندامت نہیں ہوئی تھی۔۔۔ وہ آج پھر سے قبرستان میں موجود تھی۔۔۔ ایک ایسی قبر جو دو روز پہلے ہی کھودی گئی تھی۔۔۔ چھ ماہ کے بچے کی چھوٹی سی اس قبر کو حیات نے پاؤں کی طرف سے کھول کر دونوں پتلوں کو اس میں رکھ کے قبر کو بے ترتیبی اور نہایت عجلت میں بند کر دیا تھا۔۔۔

شام ہو رہی تھی اور ڈوبتا سورج حیات کی آنکھوں میں موجود نفرت کو آگ کے شعلوں جیسی چمک دے رہے تھے۔۔۔ اپنی پانی کی بوتل کو حیات نے اس قبر پہ انڈیل دیا تھا۔ مٹی اپنی جگہ پہ مضبوط ہو جائے۔۔۔ اسے اس قبر میں موجود وہ چھوٹا سا جسم دیکھ کر چند لمحوں کے لیے اپنی اس حرکت سے نفرت سی محسوس ہوئی تھی۔ مگر وہ کسی انجان کے لیے اپنی خوشیاں کسی اندھیری قبر میں نہیں ڈال سکتی تھی۔۔۔

ہاتھ اور کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے وہ قبرستان سے باہر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ وہ جس بات کو سوچ رہی تھی اس پہ عمل کر کے اپنی اس مشقت کا کچھ صلہ تو ابھی لے لینا چاہیے۔۔۔ حیات نے مسکرا کر اپنے بیگ سے فون نکال کر اس پہ آنے والے میسجز کو دیکھا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ بیچارہ دیوانہ!!!...." نفرت سے حیات نے موبائل کو غصے میں بیگ کی آخری تہہ تک دباتے ہوئے حیات نے دوسرا موبائل نکال کر کال ملانا شروع کی۔۔۔

--

--

--

--

--

--

"وہ میں دوست کی طرف آئی ہوئی تھی۔۔۔گھر کال کرتی تو بابا غصہ کرتے تو میں نے آپ کو بلالیا
زریان۔۔۔۔ آپکو برا تو نہیں لگا نا؟"۔حیات جو زریان کے چہرے پر بیچینی سی دیکھ رہی تھی۔اب اپنی صفائی دینے لگی تھی۔حیات کو نہ جانے کیوں لگا تھا اسے زریان کو اعتماد میں لینا چاہیے۔۔یا زریان کا چہرہ بس اس لیے بے چینی کے تاثرات دے رہا تھا کہ وہ،حیات پہ غصہ ہیں۔۔

"حیات۔۔۔ پاگل ہو گیا؟ برا کیوں لگے گا؟ اب جب کے ہمارے بیچ اچھی خاصی دوستی ہو گئی ہے۔تم کسی بھی وقت مجھے کام کے لیے کہہ سکتی ہو."

زریان نے گاڑی کی رفتار کم کر دی تھی۔۔۔ آئس کریم کھانے کے لیے وہ اب گاڑی مارکیٹ کی جانب موڑنے لگا تھا۔۔۔زریان ابھی خود بھی گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔۔

اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں اسے کسی کی رائے کی ضرورت تھی۔۔۔

شایان اس موقع پہ اچھی رائے دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ دوستی میں پڑنے والی دراڑ میں جو اضافہ ہوتا جا رہا تھا، اس کے بعد زریان اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی جب سے زریان نے اسے ارمش کے ساتھ گھر آنے کے بارے میں جانا تھا۔۔۔ اس کے بعد سے شایان نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔۔۔ یہ محض اتفاق تھا یا پھر ارمش کے یہاں نہ ہونے کا علم شایان کو تھا۔۔۔ اسے کون بتائے گا؟؟؟؟ زریان کے دل میں شک نے جنم لیا تھا۔۔۔

"سر آئس کریم۔۔۔" حیات نے زریان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو زریان کو یاد آیا وہ اکیلا نہیں ہے۔۔۔ آئس کریم لے کر زریان نے اپنے دماغ کے غیر حاضر ہونے پہ معافی مانگی تو حیات نے اسے ارمش کی یادوں سے نکل آنے کو کہا۔۔

وہ ناراض لگ رہی تھی۔۔۔ اس نے یہ بات کچھ اس انداز سے کہی تھی جس نے زریان کے دل کی تاروں کو چھیڑ دیا تھا۔۔۔ ارمش شایان کے بارے میں سوچنے کے بجائے وہ اب حیات کی اداؤں میں کھو گیا تھا۔۔۔

ناراضگی میں یہ آنکھوں کے اندر جھلملاتے ہوئے آنسو دیکھ کر زریان سب کچھ بھول بیٹھا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیشو کی مدد سے اس آنسو کو ٹیشو میں جذب کر لیا تھا جو حیات کے پلک جھپکنے پہ ٹپکا تھا۔۔۔

"مت کریں۔۔۔ دوست ہوں آخر میں بھی۔۔۔ اتنا تو حق ہو مجھے بھی۔۔۔ میرے ساتھ ہوتے ہوئے بھی آپ میرے پاس نہیں ہوتے"۔ حیات نے آئسکریم کپ کو ڈیش بورڈ پہ رکھ دیا تھا۔۔۔ وہ اب مکمل طور پہ ناراض ہو چکی تھی۔۔۔

"اچھا معاف کر دو اب سے نہیں ہو گا ایسا"۔ زریان نے آئسکریم حیات کی جانب بڑھائی۔۔۔ وہ زریان کی طرف پر امید نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔

"کچھ کہنا ہے ؟"۔ زریان نے حیات کے یوں دیکھنے پہ حیات کے ذہن میں کیا چل رہا ہے جاننے کے لیے اسے بولنے پہ مجبور کیا۔۔۔

"یہ عنایتیں کب تک ؟؟ جب تک آپکی ارمش واپس نہیں آجاتیں ؟" حیات کی بات میں اس انداز میں طنز تھا جسے زریان نے محسوس کر لیا تھا۔۔۔

"وہ ابھی میرے نکاح میں نہیں ہے "۔ زریان نے اپنے الفاظ بہت سوچ سمجھ کر ادا کیے تھے۔۔۔ وہ حیات کو کوئی پیغام دینا چاہتا تھا۔۔۔ اب یہ حیات کی سمجھ میں آتا ہے یا نہیں اس کے متعلق زریان کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

تو زریان کچھ اور سوچ رہے ہیں۔ وہ ارمش کے بارے میں پہلے جیسے سوچنا بند کر چکے ہیں، یہ خیال آتے ہی حیات نے مسکرا کر زریان کی طرف دیکھا۔ جو پھر سے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔۔۔

"کچھ سوچ رہے ہیں"؟

"ہوں۔۔ ہاں دفتر کا معاملہ ہے "۔ زریان نے مختصر جواب دیا۔۔۔

زریان کو ایسے اداس دیکھ کر حیات دل ہی دل میں خود کو برا کہہ رہی تھی۔ اس کے ان کاموں کا اثر ہے جو زریان یوں خاموش ہو گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی رہا تو جس زریان کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کر رہی ہو حیات وہ نہیں ملنے والا۔۔۔ حیات نے جلدی میں کوئی فیصلہ لینا تھا۔۔۔ مگر بات کہاں سے شروع کی جائے۔۔۔

"اگر آپ چاہیں تو مجھ سے کہہ سکتے ہیں آپ اپنی پریشانی۔۔۔" حیات نے آئسکریم کا کپ پھر سے اٹھایا اور زریان کی جانب گھوم کر بیٹھ گئی۔۔۔

"مجھے ٹرانسفر کیا جارہا ہے۔۔۔ دور نہیں یہیں قریب ہی"۔ زریان کے جملے نے حیات کے دل کو مٹھی میں لے کر بھینچ کر رکھ دیا تھا۔ وہ چپ چاپ زریان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ زریان اگر چلا گیا تو وہ اپنے عمل کو کیسے پورا کرے گی۔۔۔ وہ راکھ جو اس نے تیار کرنی تھی جو زریان کو کھلائی جانی تھی، اس تمام منصوبے پہ پانی پھر جائے گا۔۔۔

حیات نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کہاں؟ کب اور کیوں؟" حیات نے اٹک اٹک کر یہ الفاظ ادا کیے تھے۔

"ابھی بس بات ہوئی ہے۔۔۔ مجھے یہاں دفتر میں رشوت لینے والوں کی وجہ سے بے حد پریشانی کا سامنا رہتا ہے۔۔۔ میں انصاف کے بغیر نہیں جی سکتا۔۔۔ اس جگہ اب گھٹن ہوتی ہے حیات."

زریان نے اپنے دل کی بات حیات کے سامنے رکھ کر اسے اپنے راز میں شامل کر لیا تھا۔ دوسری طرف جہاں حیات کو اس بات کی خوشی تھی کہ زریان اسے اہمیت دے رہا ہے وہیں وہ دوری کا سوچ کر ہی بجھ سی گئی تھی۔۔۔

"گھر سے چلے جائیں گے"؟ حیات کو اپنا پوچھا ہوا سوال نہایت بچگانہ لگا تھا۔۔۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ زریان نے یہ بات سنی ہی نہ ہو۔۔۔

"گھر تو بسالوں گا گھر والی کے ساتھ۔۔" زریان نے یہ جملہ کہتے ہوئے حیات کی طرف دیکھا تو آنکھیں چار ہونے پہ حیات کو ایک نئے احساس نے گھیر لیا۔۔ یہ انجانا سا احساس تھا جو حیات کو ہوا تھا۔۔۔ وہ اب گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ گھر قریب آ چکا تھا۔ زریان کے ہوتے ہوئے زیادہ سوالات نہیں پوچھے جائیں گے۔۔ حیات یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی تھی۔۔۔

------------><------------

گھر کے لان میں کرسی پر بیٹھا ہوا یہ شخص کون تھا۔ حیات کے ذہن میں پہلا سوال یہی آیا تھا۔۔ وہ گاڑی سے اتر رہی تھی۔۔۔ زریان گیریج میں گاڑی کھڑی کرنے گیا تھا۔ حیات نے اس شخص کا دور سے ہی جائزہ لیا۔۔۔ کہیں شایان تو نہیں۔۔۔۔۔ حیات کا دل حلق میں آ گیا تھا اس خیال سے۔۔۔

بابا کے جاننے والوں میں سے ہو گا کوئی۔۔۔ حیات نے سر جھٹکا اور اپنے کمرے میں جانے کے لیے چل پڑی۔۔۔ اس کے جوتوں کی آواز سن کر بھی وہ کرسیوں پے بیٹھا شخص متوجہ نہیں ہوا تھا۔۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز نے اس شخص کی توجہ حیات کی جانب مبذول کرائی تھی۔۔۔ اس نے سر گھما کر اندر داخل ہوتی حیات کو پکارا۔۔۔

"حیات اتنی کیا جلدی ہے۔۔۔ مجھ سے نہیں ملو گی."

آواز سنتے ہی حیات بجلی کی سی تیزی سے پلٹی تھی۔۔ وہ یہ آواز بہت اچھی طرح سے پہچانتی تھی۔ خوشی کے مارے وہ چیخ مار کے باہر کی جانب دوڑ کر اس آنے والے مہمان کے قریب پہنچ گئی تھی۔۔۔ ایک لمحہ رک کر اس نے اپنی حیرت پہ قابو پایا تھا اور دوسرے لمحے وہ آنے والے کے گلے لگ گئی تھی۔۔۔ یہ منظر زریان کچھ دور

کھڑے ہو کر دیکھ رہا تھا۔۔۔ یہ شخص کون تھا جس سے حیات یوں گلے مل رہی تھی۔۔۔۔زریان تیز قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔۔۔۔ یہ سب کچھ زریان کی برداشت سے باہر تھا۔

"بھائی آپ۔۔۔۔ what a surprise...." زریان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حیات کے منہ سے بھائی سن کر زریان رک گیا۔۔۔ طلحہ۔۔۔ اوہ یہ تو طلحہ تھا۔۔۔ ان دونوں کا بچپن ساتھ میں گزرا تھا۔ مگر طلحہ کے چلے جانے کے بعد کوئی رابطہ نہیں رہا تھا ان کے درمیان۔۔۔

"کیسا سرپرائز یار حیات۔۔۔۔ دادی نے مجھے سرپرائز کرنے پہ مجبور کیا ہے۔۔۔"طلحہ کو جیسے واپس آنے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔۔۔ بہن کے کندھے پے بازو رکھے ہوئے طلحہ نے جواب دیا۔۔۔ اس دوران زریان طلحہ کے سامنے آ چکا تھا۔۔۔ دونوں نے مسکرا کے مصافحہ کیا۔۔۔ یہ سلام دعا بس رسمی تھی۔۔۔ زریان اور طلحہ کے درمیان نہ کچھ بات ہوئی نہ دونوں نے ایک دوسرے کے بارے میں گرمجوشی ظاہر کی۔۔

" دادی۔۔۔ کیا ہوا فالج کے بعد اب۔۔۔"حیات نے بھائی اور زریان کو باری باری دیکھا۔۔۔ وہ تو دادی کو بھول ہی گئی تھی ان کے گاؤں جانے کے بعد سے۔۔۔

"کیا مطلب کچھ نہیں ہوا انہیں ؟؟؟"طلحہ کے چہرے پہ غصے کے آثار نمودار ہوئے تھے۔۔ تو اسے دھوکے سے بلوایا گیا تھا۔۔۔ اسے اپنے ابا کی چلی ہوئی یہ چال پسند نہ آئی تھی۔۔۔ دادی کے علاوہ وہ یہاں کسی کے لیے نہیں آئے گا وہ اچھے سے جانتے تھے۔۔۔ حیات بھی تھی۔۔۔ مگر دادی کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ جذباتی ہو جاتا تھا۔۔۔

"اندر تو چلیں نا۔۔اور آپ آئے ہیں تو دادی کو ملنے گاؤں نہیں گئے؟؟ آپ کی ابا کے پاس آنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔۔۔"حیات بولتی چلی جارہی تھی۔۔۔وہ اب گھر کے اندر کی جانب جارہے تھے۔۔۔

" دادی گاؤں نہیں ہیں۔۔۔یہاں ہیں اسپتال لے کر گئے ہیں انہیں۔۔۔!!!" یہ بھی ایک نیا انکشاف تھا۔۔۔۔ دادی واپس آگئی تھیں۔۔۔۔مطلب ارمش بھی۔۔۔حیات کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔۔۔اس نے زریان کی طرف دیکھا۔۔۔وہ اس کے دل کی حالت جاننا چاہتی تھی۔۔ارمش کے آنے کا سن کر بھی وہ بلکل سپاٹ چہرہ لیے ہوئے تھا۔۔۔۔

گھر کے اندر ماں کے ساتھ اس وقت گاؤں سے آنے والی ملازمہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔۔کھانے کی میز پہ کھانا لگا ہوا تھا مگر کسی کو بھی شاید بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔طلحہ کو ابا کی غلط بیانی سے اب غصہ آرہا تھا۔۔۔جبکہ زریان ارمش کے لوٹ آنے سے تذبذب کا شکار ہو رہا تھا۔ پچھلے چند ماہ میں وہ حیات کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے ارمش کے بارے میں وہ سوچنا بھول گیا تھا۔۔۔

--

--

--

--

--

--

--

اسپتال میں آئی سی یو کے باہر رکھی ہوئی کرسیوں پہ ابا اور تایا کے ساتھ بیٹھی ہوئی ارمش کو دادی کی زندگی کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ وہ اپنی پریشانیاں بھول کر دادی کے لیے دعا کر رہی تھی جب قدموں کی چاپ سن کر اس نے اوپر دیکھا تھا سر اٹھا کر۔۔۔

یہ غیر متوقع تھا۔۔۔ طلحہ اور اسپتال میں۔۔۔ اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ زریان کی موجودگی کو بھول گئی تھی۔۔۔

"کیسی ہو ارمش۔۔۔ دادی کیسی ہیں۔۔۔" طلحہٰ نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا اور سوال کیا۔۔۔ وہ ابا یا تایا میں سے کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"بھائی۔۔۔ دادی"

وہ طلحہ کے سینے سے لگی رونے لگی تھی۔

"ہمت کرو ارمش" بہن کو دلاسہ دیتے ہوئے طلحہ کی آواز جذبات سے بلکل عاری تھی۔۔۔ وہ حیات کی طرح پل بھر میں بدل جانے والا انسان تھا۔۔۔ خود غرضی کا مرض اس میں بھی موجود تھا۔۔۔

"ارمش تم ٹھیک ہو؟" یہ زریان تھا۔۔۔ جس نے طلحہ کی سرد مہری محسوس کی تھی۔۔۔

ارمش طلحہ سے الگ ہوتے ہوئے آنسو پونچھ کر اب اندر سے آنے والے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"آپکی مریضہ ارمش ارمش پکار رہی ہیں۔۔۔ آپ انہیں بلوا لیجے۔۔۔"ڈاکٹر سے پہلے ہی نرس بول اٹھی تھی۔۔۔ وہ جیسے کچھ چھپا رہی تھی یا وہاں موجود لوگوں کو یہ محسوس ہوا تھا۔۔۔

"میں ہوں ارمش۔۔۔ میں مل سکتی ہوں ان سے ؟"

ارمش نے بے چینی سے جواب دیا تھا۔

"جی آپ۔۔۔ بس آپ مل سکتی ہیں۔۔۔"ڈاکٹر نے ارمش کی جانب اشارہ کیا۔۔۔ باقی سب لوگ ڈاکٹر سے سوالات کرنے لگے تھے۔۔۔ ارمش نرس کے پیچھے چلتی ہوئی دادی کو ملنے چل دی تھی۔۔۔

"جوتے اتار دیں۔۔۔"نرس نے اپنی ڈیوٹی پوری کرنے کی خاطر کہا۔۔۔ جبکہ ارمش تو شاید جوتے بینچ کے قریب ہی اتار آئی تھی۔۔

ارمش چپ چاپ نرس کے پیچھے اندر چلی آئی تھی۔۔۔ دادی نے ارمش کو دیکھا تو مسکرانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ کمزوری اور ادوایات کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے وہ ارمش کے لیے کھل کر مسکرا نہ پائی تھیں۔۔۔

"اررر ارم۔۔۔ ارمش۔۔۔"دادی کا جملہ مکمل ہوا تو ارمش کو یوں محسوس ہوا جیسے دادی بلکل ٹھیک ہو گئی ہیں۔۔۔ وہ ارمش کا نام لینے لگی تھیں۔۔۔

"طل۔۔۔ طلح۔۔۔ طلحہ۔۔۔"نام ادا کر کے باقی کام نگاہوں نے ادا کیا تھا۔۔۔

"جی بھائی آگے دادی۔۔۔ بلالاؤں ؟"ارمش کو دھچکہ لگا تھا۔۔۔ دادی نے بھائی کا ہی پوچھنا تھا تو اسے کیوں بلوایا تھا۔۔۔ یا شاید وہ اب بھی ارمش کو یہ احساس دلا رہی تھی کہ تم ایک ملازمہ سے بھی کم تر ہو۔۔۔ ارمش کی

سانس سینے میں اٹک گئی تھی اسے کھانسی ہونے لگی تھی۔۔وہ اپنی سسکیوں کو کھانسی کے اس دورے میں چھپانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

"نن نہ۔۔۔" دادی نے سر کو بھی نفی میں ہلایا تھا۔۔۔

وہ ارمش کے ہاتھ کو پکڑ کے اسے نہ جانے کتنی دیر یونہی ٹک ٹکی باندھے دیکھتی چلی گئی تھیں۔۔۔۔

نرس کے آنے پہ ارمش نے دادی کے ماتھے کو چوم کر باہر نکلنے کے لیے قدم بڑھائے تھے۔۔۔یہ پانچ منٹ جس میں کوئی بات نہ ہوئی تھی، ارمش کے لیے بہت بڑا خزانہ تھے۔۔۔اسکے سکون کے لیے بے حد اہمیت کے حامل۔۔۔

طلحہ کو دادی کے پاس بھیج کر ارمش ابا کو کینٹین میں جانے کو کہہ کر سیدھی باہر کی جانب بڑھی تھی۔۔۔وہ کچھ دیر اکیلی رہنا چاہتی تھی۔۔۔۔

"ارمش کہاں جارہی؟" زریان جو نہ جانے کب سے ارمش کے پیچھے آرہا تھا۔۔ کینٹین سے آگے جاتے دیکھ کر ارمش کو آواز دے کر روکا۔۔۔۔

"میں۔۔۔میں کہیں بھی نہیں بس باہر کھلی ہوا میں"

ارمش زریان کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ اسے زریان کا اسے کے پیچھے آنا اچھا نہیں لگا تھا۔ اسے لگا تھا اس کا دل زریان کے لیے بلکل خالی سا ہے۔۔

"تم کینٹین کا کہہ کر آئی تھی۔۔ اور تم کتنی آگے آگئی ہو۔۔" ارمش کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ پہلے سی پسند نہ دیکھ کر زریان کو حیرت ہوئی تھی۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔۔ وہ گھبرانے والی لڑکی کیسے آج یوں اجنبی بن کر کھڑی تھی۔۔۔

"ہاں لیکن مجھے کینٹین نہیں جانا"

وہ نظریں زمین پر گاڑے جواب دے رہی تھی۔

"تو جھوٹ کیوں بولا؟" زریان نے تفتیشی انداز سے پوچھا۔ وہ لوگوں کی موجودگی میں اونچا بولنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔

"کیونکہ سچ بولتی تو شاید آنہیں سکتی باہر"

وہ جلد از جلد اس کے پاس سے جانا چاہتی تھی جو شاید زریان بھی محسوس کر رہا تھا۔۔

"چلو میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔" زریان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔۔ وہ اس کے قریب ہوا تھا۔۔ عام دنوں میں اس کا یوں قریب آنا کتنی خوشی کی بات تھی۔۔۔ مگر اب تو ارمش کو زریان آسیب معلوم ہو رہا تھا۔۔۔

"نہیں مجھے گھر نہیں جانا"

ارمش کرنٹ کھا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ زریان کا قریب آنا اسے اندر ہی اندر کہیں تکلیف دے رہا تھا۔۔

"تم گھبرا کیوں رہی ہو۔۔ تمھارے لیے فون آیا تھا فراز کا تم نے اپنا نمبر بند کر رکھا ہے؟"

زریان کے کہنے پہ ارمش کو یاد آیا تھا وہ فون تو ساتھ گاؤں بھی لے کر نہیں گئی تھی۔۔۔اگر وہ کال کر رہا ہے تو اس کا مطلب ضرور کوئی فون استعمال کر تا ہو گا۔۔۔ورنہ اتنے ماہ بند رہ کر۔۔۔۔ارمش زریان کا سوال بھول گئی تھی۔۔۔۔

"میرا فون۔۔۔

میرا فون تو میرے پاس تھا ہی نہیں"

وہ جیسے خود سے ہی بات کر رہی تھی۔۔۔

"پاس نہیں تو گھنٹیاں کیسے بج رہی ہیں۔۔۔ تمہیں تھکن کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں آتا چلو گھر چلو۔۔۔"زریان نے ارمش کی کلائی کو نرمی سے پکڑا تھا۔۔۔

"نہیں

میرا فون سچ میں نہیں ہے میرے پاس۔۔۔میں تو گاؤں نہیں لے کر گئی تھی"

وہ اب بھی بول رہی تھی۔۔۔آواز کانپ رہی تھی۔

ارمش کتنی کمزور ہو گئی تھی ان چند ماہ میں۔۔۔لیکن یہاں کسے محسوس ہونا تھا۔

"ارمش۔۔۔گھر جاؤ۔۔۔"طلحہ نے باہر آتے ہی حکم جاری کیا تھا۔۔۔زریان نے بھی ارمش کی بات پہ توجہ نہیں دی تھی۔۔۔وہ تو طلحہ کی بات پے عملدرآمد کروانے کے لیے تو کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔۔۔بھائی کے

چہرے پہ اپنے لیے کوئی ہمدردی نہ پا کر ارمش کا دل کٹ گیا تھا۔۔۔ اسے زریان کی گرفت میں درد ہونے لگا تھا۔۔۔

"مجھے گھر نہیں جانا"

وہ مسلسل زریان کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی جو اب سرخ ہو چکی تھی۔ آنسو آنکھوں سے رواں تھے۔

"ڈرامہ مت لگاؤ یہاں پے۔۔۔" یہ ارمش کا سگا بھائی تھا۔۔۔ جو بہن کو ڈرامہ لگانے سے منع کر رہا تھا۔۔۔ وہ کیسا ڈرامہ کرے گی۔۔۔ اس کا تو اپنا تماشا بن گیا تھا۔۔

"ارمش بیٹھو گاڑی میں۔۔۔" وہ جو پیار کے دعوے کرتا تھا آج حکم دے رہا تھا۔۔۔

"میں نے بولا نا نہیں بیٹھنا مجھے"

ارمش نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا تھا وہ اب اس کے سامنے کھڑی چیخ کر کہہ رہی تھی۔

ارمش کی طرف سے ایسا ردعمل آئے گا زریان کو بلکل بھی امید نہیں تھی۔۔۔ پارکنگ میں کھڑے ہوئے زریان نے بدتمیزی کرتی ارمش کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔

ایک زوردار تھپڑ جس نے ارمش کے گالوں کو پچکا کے رکھ دیا تھا۔۔۔ تھپڑ کی آواز نے درد کی جو لہر دل میں پیدا کی تھی وہ جسمانی تکلیف سے کئی بڑھ کر تھی۔۔۔

ارمش کو اپنے منہ میں کسی چیز کا ذائقہ محسوس تھا۔۔۔بے اختیار ارمش نے اپنے لبوں کو چھوا تھا۔۔۔انگلیوں پے لال رنگ پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔۔ارمش کے منہ سے خون آرہا تھا۔۔۔

ہم دو کے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہو گا۔۔۔۔ارمش کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس خون آلود انگلی پہ گرے تھے۔۔۔

------------><------------

مسز جانسن کو گئے ہوئے بہت دن گزر گئے تھے۔۔۔گھر میں اس قدر سکون تھا جس کے پیچھے کوئی خاص وجہ بھی نہیں تھی۔۔۔شایان مسز جانسن کو مس کر تا تھا لیکن آج کل تو وہ دن بھر موبائل فون کے ساتھ ہی لگا رہتا تھا۔۔۔مسیج آتا تو ایک منٹ کے اندر ریپلائی کرنا تو جیسے فرض ہی ہو گیا تھا۔۔۔

ماں کی جانب سے کاروبار میں شرکت کی اجازت اور پروفیسر یعقوب کا رویہ بھی کافی دوستانہ ہو گیا تھا، مگر شایان کو نہ جانے اس شخص سے کبھی کسی بھلائی کی امید نہیں ہوتی تھی۔۔۔ماں کو دیکھانے کے لیے وہ ان سے ہنس کر بات کر دیا کرتا تھا۔۔۔ورنہ ان کے ہوتے ہوئے جیسے گھر بھر میں نحوست چھا جاتی تھی۔۔۔

پروفیسر یعقوب گھر آنے کے بعد زیادہ وقت اپنے اس کمرے میں ہی رہتے تھے ورنہ تو شاید شایان کو ان کی صورت دیکھنے کو کتنی ہی بار ملتی۔۔۔وہ اس کمرے سے اس طرح ہی لاتعلق تھا جیسے اسے پروفیسر یعقوب کے زندہ ہونے نہ ہونے کی پرواہ تھی۔۔

آج صبح سے وہ مسیج کر کر کے تنگ آ گیا تھا مگر جواب۔۔۔ ایک بھی مسیج نہ آیا تھا۔۔ اور نہ ہی فون کال رسیو ہوئی تھی۔۔۔ شایان کمرے میں بے تابی سے چکر کاٹ رہا تھا جب ملازمہ نے اسے بتایا کے بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔۔۔

"جی ماما کیا بات ہے۔۔۔ خیریت اس وقت کیسے بلا لیا۔۔"

"وہ بیٹا دادی کی طبیعت نہیں ٹھیک وہ ہاسپٹل میں ہیں"

عصمت بیگم بھی انھیں دادی ہی بلاتی تھیں۔

"مجھے ہاسپٹل جانا ہے ساتھ چلو گے"

عصمت بیگم بس جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔۔

"کیا ہوا دادی کو؟" شایان نے پوچھا۔۔۔ صبح سے مسیج نہ آنے کی وجہ اب وہ سمجھ گیا تھا۔۔۔

ماں کو دلاسہ دیتے ہوئے وہ ان کے قریب کھڑا تھا۔۔ دادی شہر میں موجود ان کے چند جاننے والوں میں سے تھیں۔۔ اور کون تھا جو اس چھوٹی سی فیملی کو جانتا تھا۔۔۔

"پتا نہیں فون پر زیادہ معلومات نہیں ملی۔۔۔ ابھی جا کر دیکھتے ہیں"

"جی امی میں چابیاں لے آتا ہوں۔۔" شایان جانے کے لیے پلٹا ہی تھا کے پروفیسر یعقوب کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔

"کہاں جا رہی ہیں بیگم صاحبہ۔۔۔ اور میاں صاحب زادے آپ اتنی جلدی میں کیوں ہیں۔۔۔"

پروفیسر یعقوب نے شایان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے روکتے ہوئے بیگم سے سوال کیا۔۔۔وہ بیگم کے چہرے پر غم کو اچھے سے پڑھ سکتے تھے۔۔۔

"پروفیسر صاحب وہ قادر بھائی کی امی کی طبیعت خراب ہے۔۔۔خالہ جی کو دیکھنے ہی جارہے تھے ہم۔۔۔" عصمت بیگم نے شوہر کو جواب دیتے ہوئے اپنا موبائل فون اور پرس اٹھاتے ہوئے شوہر کو دیکھا جو کسی سوچ میں کھو گے تھے۔۔۔

دادی کی صحت کے بارے میں حیات نے بتایا تھا مگر اس قدر خراب ہے یہ وہ چھپا گئی تھی۔۔

"آپ بھی چلیں نا!" پروفیسر صاحب کو خیالات میں سے بیگم نے نکالا جب شایان چابیاں لا چکا تھا۔۔پروفیسر یعقوب نے جانا ہے تو میں نہیں جارہا۔۔۔یہ بات تھی جو شایان کہنا چاہتا تھا مگر ارمش سے ملنے اسے دیکھنے کا موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا وہ بھی پروفیسر یعقوب کی وجہ سے۔۔۔

"چلیں امی۔۔۔۔"شایان نے پروفیسر یعقوب کا جواب سنا نہیں تھا۔۔۔

--

--

--

--

--

۔۔

"آو آو شایان۔۔۔" فرحت نے شایان کو اندر آنے کو کہا۔ طلحہ بھی اس کے ساتھ تھا جس کا مطلب صاف تھا کہ وہ اسپتال سے آرہا ہے۔۔۔ اور اس سے پہلے زریان اور ارمش واپس آئے تھے۔۔۔ دادی کی طبیعت کے بارے میں سوالات کرنے کے بعد فرحت نے حیات کو چائے بنالانے کو کہا۔۔۔ سب ٹی وی لاونچ میں بیٹھ گئے تھے۔شایان کی نظریں ارمش کو تلاش کررہی تھی۔ جبکہ حیات کا دل اسکی حلق میں اٹکا تھا۔۔۔ وہ اپنے راز کے فاش ہو جانے کے خوف سے کانپ رہی تھی۔۔۔

"ارمش کہاں ہے؟" طلحہ کے سوال پے زریان اور شایان نے ایک ساتھ طلحہ کی طرف دیکھا تھا دونوں کی نظروں میں اپنے اپنے دل کی باتیں عیاں تھی۔۔۔ شایان جہاں یہ چاہتا تھا کہ ارمش اسکے سامنے آئے وہیں زریان کی یہ خواہش تھی وہ ابھی اپنے بھائی کے سامنے نہ آئے۔

"کمرے میں ہو گی۔۔۔ جب سے آئی ہے مصروف ہی ہے۔۔۔" فرحت نے طلحہ کو بتایا۔۔۔

"مصروف!!! تو تب ہی جواب نہیں دے رہی تھی وہ۔۔۔" شایان نے خود سے کہا تھا مگر دل کے بجائے زبان سے۔۔ لیکن کسی کو بھی یہ بات سنائی نہیں دی تھی۔۔۔ شایان اپنی حماقت پے خود کو لعنت ملامت کی تھی۔۔۔

جیسے کہتے ہیں دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔۔۔ ایسے ہی یہ بات زریان کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔۔۔

چائے آجانے کی وجہ سے بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی۔۔ زریان فون سننے کے لیے باہر گیا تو حیات نے اب شایان کی طرف دیکھا تھا۔۔۔ شایان اپنی جانب دیکھتی حیات کو حیرت سے تکنے لگا تھا۔۔۔

"کچھ کہنا ہے حیات؟" یہ سوال اتنی عجلت میں پوچھا تھا شایان نے کے خود اسے ہی اپنے منہ سے نکلی بات کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

"ارمش کا ہی پوچھا میں سامنے موجود میرے بارے میں کوئی سوال نہیں۔۔۔" حیات نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ گھر میں ابھی بھی یہ باتیں ہوتی رہتی تھیں کے شایان کے ساتھ حیات کی شادی کی جائے گی۔ اور اب تو ماں نے بھی اسے دل کو سمجھانے کا مشورہ دیا تھا۔ حیات ان کے مشورے پے عمل کر رہی ہے یہ دکھانے کے لیے حیات نے شایان سے روٹھنے کی اداکاری کی۔ شایان نے خاموشی سے اس روٹھنے والی حیات کو دیکھا، وہ رشتہ کرنے کی بات سے واقف تھا۔۔۔

"میں پوچھنے والا تھا پھر سوچا کہ آپ چائے بنا رہی تو ٹھیک ہی ہوں گی"۔۔۔ شایان نے مسکرا کے جواب دیا۔۔۔ اس کا مسکرانا دوسرا جرم تھا جو وہ زریان کے سامنے کر رہا تھا۔ زریان فون بند کر کے عین اسی وقت واپس آیا تھا۔۔۔

------------><------------

"ارمش؟ آج آپکا میسج وہ بھی مجھے؟" ارمش کے نمبر سے آنے والے مسیج کو دیکھتے ہی شایان نے جلدی سے رپلائی کیا تھا۔۔۔ وہ ابھی جم سے واپس آیا تھا اور ساتھ ہی موبائل فون بجنے لگا تھا۔۔۔

"ہاں وہ مجھے کچھ بکس کی ضرورت تھی مجھے لگا شاید آپ کے پاس وہ ہوں.." جواب فوراً سے آیا تھا۔۔۔

"جی کیوں نہیں۔۔۔ آپ لسٹ دینا میں ڈھونڈ دیتا۔۔۔ نہ ملی تو میں مارکیٹ سے ڈھونڈ لاؤں گا" شایان کو خوشی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ ارمش کے نمبر سے ملنے والا پیغام۔۔۔۔ کیسے خوشی نہ ہوتی۔۔۔

"اچھا تو میں پھر آپکو لسٹ whatsapp کر دوں گی"..

"وووٹس ایپ۔۔۔جی بلکل میں انتظار کروں گا۔۔۔۔"شایان نے جواب دینے کے بعد چند لمحے جواب کا انتظار کیا۔۔۔

پھر نہ جانے کیا سوچتے ہوئے مسیج کر دیا۔۔۔

" آپ اس دن شادی میں پیاری لگ رہی تھیں۔۔۔زریان کے ہوتے میں آپ سے ایسی بات نہیں کہہ پایا۔۔۔وہ برا منا جاتا"

دوسری طرف مسیج پڑھنے والے کے چہرے پے اک دم مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔

"شکریہ شایان یہ تو آپ کا حسن نظر ہے...."

وہ زریان کی بات کو گول کر گئ تھی۔۔۔

" آپ کتابیں کیسے لیں گی؟ میں گھر دے جاوں؟"شایان کو لگا تھا اسے دیکھتے ہی زریان نے اسے دھکے دے کے گھر سے نکال دینا تھا۔۔۔

"نہیں نہیں گھر پے نہیں آیئے گا!! میں آپکو بعد بتا دوں گی کے کیسے کتابیں لوں گی میں آپ سے۔۔۔"

جواب پڑھتے ہی شایان کے دل میں شک پیدا ہوا تھا۔ ارمش ایسے کردار کی کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔اسنے ذہن کو جھٹکا۔۔۔پھر دوسرا خیال جو اسکے دل نے بھی قبول کیا تھا وہ یہی تھا کہ ارمش بھی نہیں چاہے گی کہ زریان اور شایان اسکی وجہ سے آمنے سامنے آئیں کبھی۔۔۔

"جی ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا کہ کب آپ اڈریس دیتی کتابوں کے لیے..."

شایان کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔

"شایان آپکو یوں کہنے کا مطلب کچھ اور نہیں ہے آپ گھر اسکتے ہیں مگر آپ جانتے ہیں کے گھر میں سب کیا سمجھیں گے... زریان اور پھر حیات وہ وہ نا جانے بات کو کیا رنگ دے دے آپ سمجھ رہے ہیں نا" جواب اتنی تفصیل سے آیا تھا کہ شایان اس میں کھو کر رہ گیا تھا۔۔۔

"جی بلکل میں سمجھتا ہوں۔۔ اور آپ بلکل مت گھبرائیں ہمارے بیچ ہوئی باتیں کوئی نہیں جان سکتا۔۔" ارمش کو اپنی طرف سے مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی شایان نے۔۔۔

"شکریہ شایان آپ نے ہمیشہ میری مدد کی"

"میں تو ہمیشہ کرنا چاہوں گا۔۔" اپنے دل کی بات کی ہلکی سی جھلک دکھائی تھی شایان نے۔۔۔ اپنے آپ کو وہ روک نہ پایا تھا۔۔۔

حیات کا دل پھولے نہ سمایا تھا۔۔ کتنی خوش تھی وہ آج۔ اس چیٹ کو یاد کر کے جو پہلی بار شایان سے کی تھی۔۔۔ جو کچھ اس نے خدا سے مانگا تھا وہ اپنے بلبوتے پر حاصل کر چکی تھی۔۔۔ شایان کے ساتھ ارمش بن کر کی جانے والی چیٹ سے لے کر اس سے چھپ کر ملنا اور اپنی مظلومیت کا دکھاوا کرنا۔۔ کتنا کچھ ان چند ماہ میں کر بیٹھی تھی وہ۔۔۔

حیات نے اپنی پہلی ملاقات میں شایان کو کیسے کہہ دیا تھا کہ وہ چہرہ نہیں دکھائے گی۔۔۔ اسے منع کیا ہے زریان نے۔۔۔ وہ ارمش کے پیار میں کیسے اپنے اوپر لگتی تمام پابندیاں مانتا گیا تھا۔۔۔ اور کبھی ضد نہ کی تھی۔۔۔

حیات کو کوئی دکھ نہ تھا شایان کے دل کو دکھانے کا۔۔۔وہ تو ماموں کے لیے کر رہی تھی یہ سب۔۔۔ارمش اگر پروفیسر کی ہو جائے گی تو اس میں حیات کے لیے ہی فائدہ تھا۔۔۔ہمیشہ کا تعلق۔۔۔۔۔

جبکہ دوسری جانب زریان کے ساتھ قائم ہونے والا تعلق۔۔۔ جس میں اس نے اپنی جان اور عزت دونوں ہی لٹا دی تھی۔۔۔ قبرستان سے مٹی لانا ہو، یا کمرے میں جانا۔۔۔ جس میں وہ لگاتار پتلے کو ایک ایک روز آگے بڑھاتی تھی۔۔۔

اپنے جسم کے بال اکھیڑ کر ناخن اور خون ملا کر انکی راکھ۔۔۔۔ جو حیات نے چائے میں پلائی تھی زریان کو۔۔۔ سب کچھ اسے کرتے ہوئے کبھی خوف نہ آیا تھا۔۔۔

محبت جیسی پاکیزہ چیز حاصل کرنے کے لیے وہ کس کس گناہ کا ارتکاب کر چکی تھی۔۔۔ جو بھی تھا وہ نادم نہیں تھی۔۔۔

چاند کو گرہن لگنے کی وہ رات جب حیات چھت پہ رات میں سردی کے موسم میں اپنے آپ کو بھگو رہی تھی۔۔۔ اپنے جسم کو چھونے والے پانی جو جوس کافی میں ملا ملا کر حیات نے زریان کو پلایا تھا۔۔۔

اس سب کو کرتے ہوئے وہ اپنی حد پار کر ہی چکی تھی۔۔۔ مگر اس رات۔۔۔۔۔ جو ہوا اچھا نہیں تھا۔۔۔ حیات کو احساس ہوا تھا۔۔۔ لیکن وہ وقت کو پلٹا بھی تو نہیں سکتی تھی۔۔۔

..°°..°°...°°°...°°°.°.°..°°...°°°...°°°.°.°...°°°...°.°

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"۔زریان نے سیڑھیوں سے اترتی ہوئی ارمش کی راہ روکتے ہوئے کہا۔۔۔ وہ بے حد سنجیدہ لگ رہا تھا۔۔۔

"جی بولیں"

ارمش کا لہجہ اتنا روکھا تو کبھی نہ تھا جتنا اب ہو گیا تھا۔ وہ نظریں جھکائے بول رہی تھی۔۔۔

"موبائل کہاں ہے تمھارا"؟ زریان کی آواز میں شک کی آمیزش تھی۔ وہ ارمش کو کسی مجرم کی طرح اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔

"وہ۔۔۔

وہ مجھے نہیں پتا۔ میرے پاس نہیں ہے۔ گاؤں جانے سے پہلے میں یہیں چھوڑ گئ تھی"

ارمش جلدی میں جواب دے رہی تھی۔ جیسے کہیں جانے کی جلدی ہو یا شاید وہ زریان کے سامنے نہیں رہنا چاہتی تھی۔

" جھوٹ بولنا بند کرو۔۔۔ اگر ایسا ہے شایان سے تمھاری بات کیسے ہوتی رہی ہے۔؟ بولو جواب دو۔"زریان نے اب کے بازو دبوچ لی تھی ارمش کی۔۔۔ اسکی گرفت کسی آہنی شکنجے کے جیسے تھی۔۔۔ گرفت ارمش کے جسم سے گوشت کو نوچ لینے والی تھی۔۔۔

"اوہ۔۔۔

میرا بازو چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے"

ارمش کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔۔۔

"مجھے فون کا سچ میں نہیں پتا میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟"

ارمش آنسو بھری آنکھوں سے زریان کی طرف دیکھ رہ تھی جو بس شک کا مجسمہ بنے کھڑا تھا۔

کیا اتنا ہی یقین تھا اسے ؟ جو کسی تیسرے کو درمیان میں نہیں لانا چاہتا تھا وہ خود کسی تیسرے کی وجہ سے اسے تکلیف دے رہا تھا

"تم یہ اپنے ذہنی حالت ٹھیک نہ ہونے کا ڈرامہ باقی گھر والوں کے سامنے کرنا مجھے فرق نہیں پڑتا"... دھکا دے کر زریان تو چل دیا مگر لڑکھڑاتی ہوئی ارمش دیوار سے جا لگی تھی۔۔۔

جاتے جاتے بنا پلٹ کر دیکھے زریان نے کہا،

"جھوٹی عورت کی وجہ سے میں اپنی نسلیں برباد نہیں کر سکتا۔۔۔"

اسکی آنکھوں میں امڈتا آنسوں کا سیلاب ایک لمحہ میں خشک ہو گیا تھا۔۔۔ وہ دھتکار دی گئی تھی۔۔۔

جھوٹی عورت۔۔۔ تو کیا اب وہ جھوٹی عورت ہے ؟ وہ جسے اس کے ساتھ کی ضرورت تھی وہ اسے دھتکار کر جا رہا تھا۔ اس کی وجہ اس کی نسلیں برباد ہو سکتی تھیں !!!

وہ بس ساکت کھڑی اسے جاتا دیکھ رہی تھی

"اوہ کیا ہوا تمہیں۔۔۔ آپی اٹھو نا" حیات جو زریان کے جاتے ہی اچانک سے نمودار ہو گئی تھی۔۔۔

ارمش کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے جانا چاہتی تھی۔۔۔

"حیات یہاں سے چلی جاؤ"

"کیا ہو گیا ہے آپی۔۔۔ اس کا بھی الزام مجھ پے لگا دو۔"

کہاں اس کے منہ لگ گئی ہوں میں۔۔۔دل ہی دل میں حیات نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے مٹھیاں بھینچ لی۔۔۔

"حیات میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ چلی جاؤ۔۔۔ خدا کا واسطہ ہے چلی جاؤ نہیں تو میں کچھ کر لوں گی"

ارمش چیخنے لگی تھی۔ وہ اپنے آپے سے باہر ہو رہی تھی اور ایسی حالت میں اسے کون سنبھال سکتا تھا؟

بہنوں کے درمیان ہونے والی باتوں کا شور سن کر اب طلحہٰ بھی یہاں آ گیا تھا۔۔۔ بھائی کو دیکھتے ہی حیات کی آنکھیں میکانکی انداز میں آنسوں سے بھر گئی تھی۔۔۔

"بھائی دیکھ لو۔۔۔ سب مجھے کہتے ہو آپ لوگ۔" حیات بھائی کے سینے لگی رو رہی تھی یا اداکاری کر رہی تھی۔۔۔

"تمہیں اب بھی عقل نہیں آئی؟ تمھاری شادی کا سوچ رہے گھر والے؟؟؟ اس ذہنی مریضہ کو۔۔۔" طلحہ کے لہجے اور الفاظ میں نفرت تھی۔۔۔ نہ جانے کیوں اپنی سگی بہن سے اتنی نفرت۔۔۔۔

••°°••°°•••°°°•••°°°•°•°••°°•••°°°•••°°°•°•°•••°°°•••°•°

"شایان مجھے لے جائیں۔۔۔ آج ہی رات لے جائیں۔۔۔ پلیز شایان۔۔" حیات نے میسج کرنے کے بعد ماموں کو کال کر کے انہیں بھی بتا دیا تھا اس سب کے بارے میں۔۔۔ شایان کو راستے سے ہٹانے کے لیے اس سے بہترین کوئی موقع ملنا مشکل تھا۔۔۔ لوہا گرم تھا بس چوٹ لگنے کی دیر تھی۔۔۔

شایان کو کال کر کے اگر آج سے چند ماہ پہلے بلایا ہوتا تو شاید وہ انکار کر کے سمجھانے کی کوشش کرتا۔۔۔ لیکن اب تو معاملات بدل چکے تھے۔۔۔ وہ جو جینے مرنے کی قسمیں کھاتی تھی اسے اکیلا کیسے چھوڑا جا سکتا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے تم ریلیکس ہو جاؤ میں کچھ سوچتا ہوں"

رپلائے کرنے کے بعد کتنی ہی دیر وہ سوچتا رہا۔۔۔ کیا وہ جو کر رہا تھا وہ ٹھیک ہے؟

پیار میں ایسا کوئی قدم اٹھا لینا ٹھیک ہو گا؟.... شایان کس سے مشورہ کرے۔۔۔ ماں سے؟ وہ کب اس کی بات مانیں گی۔۔۔ مسز جانسن!!! نہیں۔۔۔۔ انہیں اتنی دور کال کرنا مناسب نہیں ہو گا۔۔۔

شایان کے پاس وقت کم تھا اور فیصلہ کر کے اس پہ عملی اقدام۔۔۔ زندگی بھر کا پچھتاوا یا پھر چند روز کے طعنے سنیں جائیں لوگوں کے۔۔۔۔ وہ بے چینی سے گھر میں گھوم رہا تھا۔۔۔۔

شایان نے چلتے چلتے رک کر پروفیسر یعقوب کو دیکھا۔۔ جو اس کی جانب ہی چلے آ رہے تھے۔۔۔

"شایان..."

"ابھی نہیں۔۔۔!!! میں اس وقت آپکی آواز نہیں سننا چاہتا پروفیسر صاحب" گاڑی کی چابیاں لینے کے لیے شایان آگے بڑھ گیا تھا۔۔۔

"شایان تمھاری امی گھر نہیں ہیں اور تم اس وقت کہاں جا رہے ہو!!!" پروفیسر یعقوب اس کے پیچھے پاگلوں کی طرح گھوم رہے تھے۔۔۔ یہ فکر مندی تھی یا دکھلاوا۔۔۔ شایان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔

"بھاڑ میں جاؤ۔۔ضدی شخص۔۔۔"ڈرائیووے سے نکلتی گاڑی کو دیکھ کر پروفیسر یعقوب نے یہ جملہ ادا کیا۔۔۔اور نفرت سے تھوکتے ہوئے وہ اب پر سکون کھڑے ہوئے تھے۔۔۔جو چال وہ چل چکے تھے اب اسے کون پلٹے گا۔۔۔پروفیسر یعقوب قہقہے لگانا چاہتے تھے۔۔۔اپنی فتح کا جشن منانا چاہتے تھے۔۔۔

"کہاں گیا ہے شایان؟"

عصمت بیگم کی آواز سن کر پروفیسر صاحب بجلی کی سی تیزی سے پلٹے۔۔۔

"دیکھ لیں۔۔۔کیا کرتا ہے یہ لڑکا۔۔۔کچھ سنتا ہی کب ہے میری"پروفیسر یعقوب نے وہی مسکینوں والی صورت بناتے ہوئے بیگم کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"چلیں چلتے ہیں۔۔۔اس کے پیچھے۔۔۔"

بیگم عصمت نے جلدی سے پلٹتے ہوئے کہا تو پروفیسر صاحب کے پاس بھی انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔۔۔وہ بھی جلدی جلدی آگے بڑھے تھے۔۔۔

○●●○○●●●○○○●●●○○○●○●○●●○○

"ہو گئی خوش؟مل گیا سکون؟کر لیا سب کو دکھی۔۔۔کیا چاہتی ہو تم؟؟ تمھاری نحوست کب دور ہو گی ہم سب سے۔۔۔"ارمش جو گھٹنوں میں سر دبائے ہوئے اپنے دل و دماغ سے وہ بات نکالنے کی کوشش کر رہی تھی جو باتیں زریان نے کہی تھیں۔۔۔اس پے حیات کا یوں اچانک آتے ہی برسنا اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔۔

"حیات ابھی جاؤ یہاں سے مجھے اکیلا رہنے دو تھوڑی دیر"۔ارمش نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

منت سماجت حیات کے رویے کو بدلنے کے بجائے اس کے غرور اور گھمنڈ کی نشو نما کے لیے قوت کا باعث بن رہی تھی۔۔۔ لیکن اس وقت وہ جس انداز سے یہ سب بول رہی تھی وہ الفاظ اپنے جذبات کے ساتھ میل نہیں کھا رہے تھے۔ حیات کی آواز میں دکھ نہیں دکھ کا دکھاوا تھا۔۔۔

"اکیلا تم مجھے کیوں نہیں چھوڑتی۔۔۔ زریان کے بعد شایان کو بھی چھین لینا چاہتی ہو؟" حیات دھاڑتے ہوئے بولی۔۔۔

"شایان۔۔۔

کیا ہوا شایان کو؟ کیا کہہ رہی ہو؟"

ارمش آنکھوں میں حیرت اور ڈر لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل کب سے کچھ غلط ہونے کا عندیہ دے رہا تھا مگر وہ سب بھلائے اپنے غم میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"اوہ کیا ہوا؟؟؟ نیچے جاو۔۔۔ دیکھو کیا ٹیکسٹ مسیج کیا ہے تم نے۔۔ رشتہ ہو جانے کے باوجود تم لوگوں کو مسیج کرتی ہو۔ اور تمھارا ہونا ہی نحوست ہے ارمش تم منحوس ہو۔۔" حیات اٹھ کھڑی ہوئی تھی غصے میں۔۔۔

"اور تمھاری سب چالیں الٹ گئی ہیں تمھارا ڈھونگ رچایا ہوا سب کے سامنے آ گیا ہے۔۔۔" اب حیات کا مزاج آگ اگلنے والا تھا۔۔۔ وہ بری طرح سے بپھری ہوئی تھی۔۔۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔ کون سا ٹیکسٹ؟"

ارمش اسے حیران کھڑی دیکھ رہی تھی۔۔۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟ کون سا ٹیکسٹ؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ مگر جو بھی تھا اس کے لیے بہت برا تھا۔

"تم یہاں نہیں تھی سب ٹھیک تھا۔۔۔ تم یہاں آئی ہو اور اپنے ساتھ مصیبتیں لے کر آئی ہو۔۔۔ میرا شایان مجھ سے چھین لینا چاہتی ہو تم۔۔۔۔" حیات رو رہی تھی۔۔۔ اسکے رونے کی آواز سن کر ابا بھائی اور ماں کمرے میں آچکے تھے۔۔۔ طلحہ نے اندر آتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر کے اسے کنڈی لگا دی تھی۔۔۔

"تم کس طرح کی اولاد ہو میری؟ تمہیں میری عزت رتبے کا کچھ احترام نہیں۔۔۔۔"

ابا کی آواز میں غصہ اور نفرت تھی۔۔۔ طلحہ کے ہاتھوں میں ارمش اپنا موبائل دیکھ کر گم صم کھڑی رہ گئی تھی۔۔۔۔

"ابا میں نے کیا کیا ہے؟" اپنے بہتے ہوئے آنسوں کو صاف کرنا بھی ارمش بھول گئی تھی۔۔۔

حیات نے یہ چال چلنے کا ارادہ خود سے کر لیا تھا۔۔۔ ارمش کی غیر موجودگی میں اس کے موبائل سے کیے جانے والے مسیجز کو اس نے گھر والوں کے سامنے کچھ اس انداز میں پیش کیا تھا جس سے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ارمش اور اس مسیج کرنے والے کے بیچ کچھ ایسا چل رہا ہے جو کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔

ابا جو ہمیشہ بیٹی کے کردار پے سر فخر سے بلند کرتے تھے وہ آج شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے۔۔۔۔

"قدیر صاحب۔۔۔بولا تھا۔۔خاندان کے لڑکے پہ مت مسلط کریں اس ڈائین کو۔۔۔ مگر آپ تو بس مجھ سے اختلاف کر سکتے۔۔۔" فرحت نے نظروں میں حیات کو دوپٹہ سر پے لینے اور ایک جانب کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔۔۔

"ابا میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ فرحت بیگم کو جواب دینے کے بجائے اب بھی ابا سے ہی بات کر رہی تھی۔۔۔پتا نہیں کیوں لیکن ایک یقین سا تھا ابا تو کسی اور پر یقین نہیں کر سکتے نا۔۔۔

"تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلو گی۔۔۔۔اور زریان کے سامنے آنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تمہیں۔۔۔" لہجہ اس قدر روکھا تھا جیسے وہ یہ اطلاع دے رہے ہیں۔۔۔۔

"حیات کا رشتہ زریان۔۔۔بلکہ نکاح کی تیاریاں کرو فرحت بیگم۔۔۔۔اللہ کرے شایان خیر سے گھر آجائے۔۔۔۔ایک ہفتہ کے اندر نکاح"

قدیر صاحب نے بیٹی کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔۔۔وہ الٹے قدموں کمرے سے نکل گئے تھے۔۔۔

شایان گھر آجائے ؟؟؟ نکاح کی تیاریاں۔۔۔۔زریان سے۔۔۔۔یہ سب کیا ہے۔۔۔ارمش سوچتے سوچتے وہیں زمین پر بیٹھ گئی تھی جہاں کھڑے کھڑے اس نے اپنے خوابوں کی دنیا کو لٹتے دیکھا تھا۔۔۔۔کاش کوئی معجزہ ہوتا جو زمین پھٹ جاتی۔۔۔اور ارمش اپنے وجود کے ساتھ فنا ہو جاتی۔۔۔مگر معجزے کہاں ہوتے ہیں گنہگار لوگوں کی زندگیوں میں۔۔۔انہیں تو سسک سسک کر موت کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔۔۔

ارمش کا ہاتھ لرز رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے وہ منہ کے بل گر گئی تھی۔۔۔ زمین پہ اوندھے منہ لیٹے ہوئے وہ چیخنا چاہتی تھی۔۔ لیکن اس کی آواز کو کسی نے چھین لیا تھا۔۔

بنا آواز نکالے وہ بس آنسو بہا سکتی تھی۔۔۔ اسے اپنے آپ سے نفرت کا احساس ہوا تھا۔۔ وہ اپنے ابا کی نظروں میں گر گئی تھی۔۔۔ یہ وہ چیز تھی جو اسے اپنی زندگی میں قبول کرنے کے بجائے ارمش موت کو قبول کرنا بہتر سمجھتی تھی۔۔۔۔

••°°••°°•••°°°•••°°°•°•°•••°°•••°°°•••°°°•°•°•••°°°•••°•°
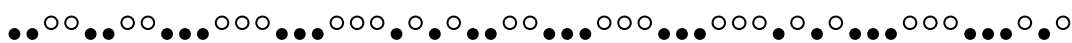
"فرحت۔۔۔ تمھارے گھر کی بچی ہے ارمش۔۔۔ وہ مسیج یوں اگر عصمت کی نظروں میں آ گئے تو معاملہ بگڑ جائے گا۔۔۔ وہ شایان کے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے دکھی ہے۔۔۔ اور اب یہ بات بتائی تو۔۔۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے فرحت کو روکنے کی کوشش کی تھی، ورنہ وہ نہ جانے کون سا غضب ڈھا دیتیں اس وقت۔۔۔

پروفیسر یعقوب کو پہلے ہی حیات کے پاگل پن کی وجہ سے غصہ آ رہا تھا۔۔۔ موبائل میں موجود مسیجز دکھا کر اس نے ارمش کو بدکردار تو بنا ہی دیا تھا، لیکن پروفیسر یعقوب کے لیے مشکلات میں اضافے کی وجہ بھی بن گئی تھی۔۔۔

"یعقوب سوتیلی ہی سہی بیٹی تو ہے۔۔۔ کون کرے گا اس سے شادی۔۔۔ شایان سے ہی کرنی تھی تو منحوس ماری بتا دیتی۔۔۔ اس غریب کو اسپتال پہنچا دیا کمینی نے۔۔۔" فرحت ماتھے پہ دوپٹہ باندھے ہوئے صوفے پر پاؤں رکھے بیٹھی ہوئی کراہ رہی تھی۔۔۔

"شادی کی کون سی عمر ہوتی ہے۔۔۔ میں کر لیتا شادی مگر تیرے خاوند نے کب ماننی ہے میری بات۔۔۔۔"
پروفیسر یعقوب نے مایوسی اور اداسی کی بھرپور اداکاری کی تھی۔۔۔ چالیس پینتالیس سال کے مرد سے بیس بائیس سال کی لڑکی کی شادی۔۔۔ وہ مرد بھی ایسا جس کی کوئی اپنی اولاد نہ ہوئی تھی۔۔۔ گھاٹے کا سودا نہیں ہے فرحت بی بی۔۔۔۔ فرحت کی آنکھوں میں چمک سی آگئی تھی۔۔۔

"ہیں یعقوب؟؟؟ تو سچی اس اس بے شرم سے شادی کرے گا؟؟؟ اللہ تجھے خوش رکھے میری تو مصیبت ہی ختم کر دی توں نے۔۔۔۔" فرحت نے اپنے کزن کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں جب قادر صاحب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ انکے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کافی سنجیدہ ہیں۔۔۔ پروفیسر یعقوب نے قادر کو دیکھا تو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ فرحت جو اپنے کزن کی موجودگی میں کافی بے تکلف بیٹھی تھی اب شوہر کے آنے پے بجلی کی سی تیزی سے درست انداز میں بیٹھ گئی تھیں۔۔۔

"کس کی شادی کی بات ہو رہی ہے فرحت۔۔" بیوی سے پوچھتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔

"بیٹھو یعقوب کہاں چل دیے ہو تم؟" ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی بیٹھ گئے تھے۔۔!

"قدیر جی۔۔ حیات کا نکاح تو کر رہے ہیں زریان سے۔۔۔ ارمش کے لیے بھی تو کوئی لڑکا دیکھیں نا۔۔۔ بس یہی بات ہو رہی تھی یعقوب کے ساتھ۔" فرحت نے بات کا آغاز کیا تھا۔ وہ اپنے شوہر کو کب کیسے کسی بھی بات کے

لیے منا سکتی ہے، اسکا فرحت کو خوب اندازہ تھا۔۔اس لمحے وہ ارمش کے لیے کسی گھٹیا لفظ کا استعمال کر کے بنے بنائے کھیل کو برباد نہیں کر سکتی تھی۔۔

"اسے گاؤں بھیج دوں گا۔۔۔بیاہ دیں گے بھائی صاحب کہیں پے بھی۔۔۔بس اب شہر نہیں رہے گی وہ۔۔۔" قدیر نے اپنے غصے کو چھپائے رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی، مگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ انہیں اپنے جذبات کو چھپانے میں دقت پیش آنا تو لازم تھا۔۔

فرحت اور یعقوب نے چونک کر قادر کی طرف دیکھا تھا۔۔۔یہ سب کیا ہونے جا رہا تھا۔۔اگر ایسا ہو گیا تو سب کچھ بگڑ جائے گا تو وہیں پر فرحت اپنے رتبہ میں کمی ہو جانے کا سوچ کر بھڑک اٹھی تھی۔۔۔

قدیر صاحب کو روکنا ہی ہو گا بیٹی کو گاؤں بھیجنے سے۔ورنہ یہ بات حیات کے لیے بھی خطرے کا باعث ہو سکتی ہے۔

°•••°°°•••°°°•°•°•••°°•••°°°•••°°°•°•°•••°°°•••°°°•••°°•°•°
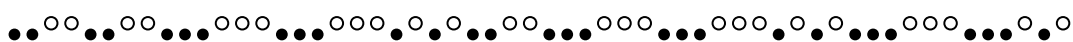
مشینوں میں جکڑے ہوئے شایان کے چہرے پر درد کی لہر اٹھنے سے جو تغیر پیدا ہو رہا تھا اسے دیکھ کر عصمت بیگم بھی بے چین ہو رہی تھیں۔۔۔شایان کی جلد بازی نے اسے اسپتال پہنچا دیا تھا۔مسز جانسن بھی شایان کے ایکسیڈینٹ کا سنتے ہی واپس آ گئی تھیں۔۔۔

شایان کو بے ہوش ہوئے چار روز گزر چکے تھے۔اس دوران دونوں گھروں کے لوگوں کی زندگیوں میں بے سکونی سی در آئی تھی۔۔۔شایان کے لیے ہر کوئی دعائیں کر رہا تھا۔

"میرے بچے کو کس کی نظر لگ گئی مسز جانسن۔۔۔" عصمت بیگم نے اپنی وفادار اور سب سے پرانی ملازمہ کے کندھے سر رکھتے ہوئے سوال کیا۔۔۔ڈاکٹر نے جو بات انہیں اب بتائی تھی، اسے سنتے ہی وہ مکمل طور پر ٹوٹ کر رہ گئی تھیں۔۔۔

"میڈم شایان بیٹا کو کسی نے ٹریپ کیا ہے۔۔۔ ورنہ وہ ایسا رش ڈرائیو نہیں کرتا!.... آپ کو معلوم ہے انکا۔۔۔" مسز جانسن نے اندیشے کا اظہار کیا تھا۔ مگر عصمت کے لیے کسی سازش سے بڑھ کر بیٹے کی زندگی تھی۔۔۔ ابھی وہ اس پہلو پر سوچنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔۔۔

"مسز جانسن کون ٹریپ کرے گا۔۔۔ اب بھی آپ شایان کی سائڈ لے رہی ہیں۔۔۔" شایان کی ماں کے لیے یہ بات مان لینا ممکن ہی نہیں تھا۔۔۔ ہوتا بھی کیسے؟ شایان کے کون سا کوئی بہت زیادہ دوست تھے۔۔۔ اور نہ ہی کوئی دشمن تھا اس کا۔۔۔

مسز جانسن اور عصمت بیگم چپ چاپ اب شایان کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جو ہوا تھا وہ سب تب ہی سامنے آنا تھا جب شایان ہوش میں آتا۔۔۔

--

--

--

--

--

--

عصمت بیگم کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اگر کرسی پے بیٹھی نہ ہوتی تو یقیناً یہ بات سن کر گر جاتی۔۔۔ ان کے چہرے پر وحشت کے مارے سفیدی چھا گئی تھی۔ ان کے ارمانوں کو ان تمام خوشیوں کو کسی نے پل بھر میں روند ڈالا تھا۔

اس تمام محنت اور تپسیا کے بعد حاصل ہوا بھی تو کیا؟ آخر کیا ہاتھ آیا تھا؟ بیٹے کے لیے جینے والی عورت کے لیے اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا تھا۔ ایک زندہ لاش بن جانے اور ٹوٹ کر کھڑے ہو جانے کے اس موڑ پر وہ کدھر کو جائیں؟؟؟

ڈاکٹر نے کتنی آسانی سے کہہ دیا تھا۔۔۔۔

"آپکے بیٹے۔۔۔۔ مسٹر شایان۔۔۔ اب کبھی چل نہیں سکتے۔۔" نہیں کبھی بھی نہیں۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ اوپر والا آزمائشوں کو بڑھائے گا کیوں! انکے بیٹے کی کیا غلطی ہے۔۔۔ ایک ماں یہ سب کیسے برداشت کر سکتی ہے۔۔۔۔ مگر عصمت بیگم کو کرنا تھا۔۔۔۔

..°°..°°...°°°...°°°.°.°..°°...°°°...°°°.°.°...°°°...°.°

"ابا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ارمش آپی کی شادی یعقوب ماموں سے؟؟؟ عصمت آنٹی جانتی ہیں یہ بات؟؟؟" فراز جو گزشتہ رات ہی گھر واپس لوٹ کر آیا تھا، یہ بات سن کر حیرت سے بھائی اور ابا کی جانب دیکھنے لگا تھا۔۔۔ یہ سب کب کیسے ہو گیا تھا۔۔۔!!!

"اس میں کیا برائی ہے؟ کون کرے گا اب ارمش سے شادی؟"

قدیر صاحب کی آنکھوں پر تو جیسے فرحت بیگم نے پٹی باندھ رکھی تھی۔ اس واقعے کے بعد وہ تو بس کٹ پتلی سے بن کر رہ گئے تھے۔

"کوئی بھی کرلے گا۔۔۔ خاندان سے باہر کر دیجیے۔۔۔ عمر کا فرق تو دیکھیں۔۔" فراز نے مودب رہنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔۔۔ مگر اسکی آواز نہ چاہتے ہوئے بھی اونچی ہو گئی تھی۔۔۔

"خاندان سے باہر کیسے لوگ ہوں گے؟ اور اس سے پہلے کسی کا خاندان سے باہر کیا ہے ہم نے؟

اور عمر کا فرق اتنا بھی نہیں ہے شادی شدہ ہے تو کیا ہوا"

جواب فرحت کی طرف سے آیا تھا جو اب تک خاموش بیٹھی فراز کو گھور رہی تھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموش رہنے کا اشارہ دے رہی تھیں.

"ماں سہی کہ رہی ہیں۔۔۔فراز تم اپنی عمر کے مطابق باتیں کیا کرو۔۔۔ابا کے فیصلے میں دخل مت دو۔۔" طلحہٰ جو دادی کی بیماری کی وجہ سے آیا تھا اب اسے بھی شادی تک یہیں رکنا تھا۔ اگر فراز کی وجہ سے مزید رکنا پڑا تو یہ اس کے لیے بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔۔ اسی لیے وہ فراز کو چپ رہنے کو کہ رہا تھا۔۔۔

"آپ لوگوں نے ارمش آپی سے پوچھا؟" فراز روکنے کے باوجود بول اٹھا۔۔۔

"اس سے پوچھ پوچھ کر ہی اس نوبت پر پہنچے ہیں فراز۔۔۔اب بس کرو جو ہم کر رہے ہیں اس کی بہتری کے لیے ہی کر رہے ہیں"

قدیر صاحب کا لہجہ سخت ہو اتھا۔

"ٹھیک ہے ابا۔۔۔میں آپی سے مل لوں۔" فراز چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔اور ارمش کے کمرے کی جانب چل دیا۔۔ جہاں وہ کھڑکی کے پاس زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکی نظریں آسمان پر چمکتے چاند کو محض دیکھ رہی تھیں۔ وہ کیا سوچ رہی ہے اور کیا سوچنا چاہتی ہے ارمش نہیں جانتی تھی۔۔۔

فراز نے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دستک دی تھی۔۔حیات نے اسے اندر چلے آنے کو کہا۔۔۔

حیات سے سلام دعا کے بعد وہ ارمش کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

"کیا دیکھ رہی ہو آسمانوں میں آپی؟..."

ارمش نے ایک نظر فراز کو دیکھا تھا اور پھر دوبارہ نظریں آسمان پر مرکوز کر لی تھیں۔

"روشنی کو"

مختصر سا جواب دے کر وہ پھر سے کہیں کھو سی گئی تھی۔

"تو یہ کمرے کا بلب کیا روشنی نہیں دے رہا۔۔۔اتنی سیانی تو نہ تھی پہلے آپ" فراز نے دل پر پتھر رکھ کے مسکرانے کی کوشش کی۔۔۔سامنے موجود ارمش ڈھانچہ معلوم ہو رہی تھی۔۔آنکھوں میں مایوسی اور چہرے پے موجود تھکن کو کیا کوئی بھی نہ دیکھ پایا تھا۔۔۔وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔۔

"ہاں مگر یہ روشنی میری زندگی میں نہیں ہے"

وہ اداسی سے بولی تھی۔۔۔لہجے میں تو جیسے صدیوں کی تھکن موجود تھی۔

"آو باہر چلتے آپی۔۔" فراز کچھ باتیں حیات کی موجودگی میں نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"میں چلوں فراز" حیات جو اپنے موبائل فون سے لگی ہوئی تھی اچانک بول اٹھی۔۔۔

"نہیں۔۔۔تم اپنا موبائل ہی استعمال کرو"

فراز نے اسے گھور کر دیکھا تھا جیسے دور رہنے کو کہا جا رہا ہو۔

"کیوں میں تمھاری بہن نہیں؟ فراز بھول جاو سب پرانی باتیں تم نہیں تھے تو کتنی مصیبتیں دیکھی ہم نے تم نہیں جانتے۔۔۔" حیات نے جھٹ سے پینترا بدلتے ہوئے اب فراز کو اپنی مٹھی میں کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔

"حیات۔۔۔"

فراز نے جیسے اس کی توجہ کھوئی ہوئی ارمش پر مبزول کرانے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت ارمش کو فراز کی زیادہ ضرورت تھی۔

"ہوں ٹھیک ہے۔" حیات نے بے دلی سے کہا۔۔۔

"آپی اٹھیں نا" وہ بہن کے سر اور چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔ اسے ارمش کی پیشانی تپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

"ہں! کیا ہوا؟"

ارمش جیسے کسی گہری سوچ سے باہر آئی تھی۔۔۔ یہاں کیا ہوا تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔

"آپکو بخار ہے؟" فراز نے سوالیہ نظروں سے بہن کو دیکھا۔۔

"کھانا کھایا آپ نے؟" وہ ارمش کو بلکل بچوں کے جیسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کوئی چھوٹی بچی تو نہیں تھی۔۔ لیکن اسکا دماغ اب پہلے جیسا شارپ نہیں رہا تھا۔ وہ ایک بات سن کر بار بار بولتی رہتی تھی۔۔۔

"ہاں کھانا۔۔۔

صبح کھایا تھا شاید"

ارمش نے فراز کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا تھا۔

ارمش کا یوں دیکھنا فراز کو کچھ عجیب لگا تھا۔۔۔ یہ وہ ارمش تو نہیں تھی۔

فراز نے اپنی آنکھوں میں آتے آنسوں کو آستین سے صاف کیا۔۔۔ اور وہاں سے فوراً اٹھ کر باہر چلا گیا۔ حیات اور ارمش دونوں اسے جاتے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

ارمش کا دل چاہا وہ چیخ کر اپنے بھائی کو روک لے مگر وہ چیخ تو کیا اپنے جسم کو معمولی سے حرکت بھی نہ کروا پائی۔۔۔

حیات بھی موبائل کانوں سے لگائے چھت کی جانب بڑھی۔۔۔

پانچ منٹ کے بعد فراز پھر سے واپس لوٹ آیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ٹرے موجود تھی۔۔ رات کا کھانا وہ اپنی بہن کے لیے لایا تھا، جبکہ وہ خود بھی بھوکا تھا۔۔۔

"چلو آپی کھانا کھاتے ہیں۔۔۔اور یہ حیات کہاں گئی؟" وہ ارمش کے سامنے نارمل رہنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔۔۔

"حیات۔۔۔

پتا نہیں۔۔۔

ابھی تو یہیں تھی"

وہ اٹک اٹک کر جواب دے رہی تھی جیسے بولنا بھی مشکل ہو۔

"اچھا چھوڑو مجھے بتاؤ میں کیسا لگ رہا ہوں؟" فراز نے باتوں کا رخ موڑنے کی کوشش کی۔۔وہ اپنے ذہن میں موجود پلان پہ بنا کسی کو بتائے عمل کرے گا بس ایک مرتبہ ارمش اس کے ساتھ باہر جانے کو تیار ہو جائے۔۔۔

"تم بلکل پہلے جیسے"

یہ پہلی بات تھی جس کا جواب ارمش نے مسکرا کر دیا تھا۔

"اور آپ بلکل ویسی نہیں ہو۔۔۔"نوالہ ارمش کے منہ میں ڈالتے ہوئے فراز نے شکوہ کیا۔۔۔

"میرے ساتھ نہیں چلو گی پارک؟" فراز بہن کو زبردستی کھانا کھلا رہا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔ لیکن مجھے کوئی باہر نہیں جانے دے گا"

وہ جیسے پھر کسی گہری سوچ میں چلی گئی تھی۔۔

"کیوں آپ کو سزا لگی ہے؟" فراز باتوں باتوں میں ارمش کو کھانا کھلاتا جا رہا تھا وہ جو نہ جانے کب سے بھوکی تھی بھائی سے ناشتے کا بھی جھوٹ بول بیٹھی تھی۔۔۔

"اچھا آپی وہ ایک لڑکی ہے۔۔۔" فراز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔

"" کون لڑکی؟"

ارمش نے اسی کھوئے کھوئے سے انداز میں پوچھا تھا۔

"ایسے پوچھو گی تو میں نہیں بتا رہا۔۔" فراز نے ڈرتے ڈرتے کہہ تو دیا تھا۔ کیا ہو گا اگر ارمش یہ بات بھی دیگر باتوں کی طرح نظر انداز کر دے۔۔۔

"اوہو!

اچھا بتاؤ تو کون ہے لڑکی؟"

ارمش جیسے فراز کا دل رکھنے کے لیے مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میرے ساتھ این سی اے میں پڑھتی ہے۔۔۔ کل ملوادوں گا آپکو پارک میں۔۔۔۔ چلو گی نا؟" فراز نے بہن کی جانب ہاتھ بڑھایا۔۔۔ وہ وعدہ لینا چاہتا تھا ارمش سے۔۔۔

"ہاں۔۔۔لیکن میں باہر کیسے جاؤں گی؟"

ارمش جیسے باہر جانے کے نام پر حیران ہوئ تھی۔

"میری گاڑی میں چھپ کے اور کیسے۔۔۔گھر میں سب کو لگے گا آپ سو رہی ہو۔۔۔حیات تو کل جا رہی ہے دوست کی طرف شادی ہے نا اسکی۔۔۔وہیں رہے گی" فراز نے اپنا تمام پلان بہن کو سمجایا۔۔۔گھر والوں میں سے کس نے ارمش کو کمرے میں دیکھنے آنا تھا وہ یہ بات اچھے سے جانتا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔۔

لیکن میں پھر بھی نہیں جا سکوں گی۔۔۔

میں کیسے جا سکتی ہوں"

وہ کچھ سوچتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی۔

"یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دو ابھی یہ دوائی لو آپ۔" وہ چھوٹا سا فراز جو ہر وقت موبائل میں گم رہتا تھا، آج اپنی بڑی بہن کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ ارمش کو دکھ ہو رہا تھا، وہ شرمندہ تھی کہ اپنے سے چھوٹے بھائی کے سامنے وہ چاہ کر بھی خود کو مضبوط نہیں کر پا رہی تھی۔۔۔

فراز کے آنسو تو جیسے آنکھوں میں ہی خشک ہو چکے تھے۔ وہ اپنوں کی تکلیفوں کو مٹا تو نہیں سکتا تھا لیکن شاید کم کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔۔۔

"فراز میں نہیں جا سکتی"

وہ بس سر جھکائے اتنا ہی کہہ سکی تھی۔۔۔ کیوں؟ اس کے جواب پر شاید کوئی یقین نہ کرتا۔

فراز نے جواب دینے کے بجائے بہن کے کندھے پر تھپکی دی۔۔۔

.... • .... ° ....•.....•..•.....

"تم بھوت پریت جادو پر یقین رکھتے ہو فراز؟" فاریہ نے فراز کی جانب دیکھا۔ وہ اس وقت کافی پیتے ہوئے دن میں ہونے والی ارمش کی ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔ اسے یہ نفسیات کے مسئلہ سے بڑھ کر کچھ لگا تھا۔ کچھ ایسا جو آج سے پہلے تجربہ میں نہ آیا تھا۔۔

"تم بھی اس سب پے یقین کرتی ہو؟" فراز کو ہرگز یہ امید نہیں تھی کے ماہر نفسیات بنتے ہوئے وہ یہ سب فضولیات مان لے گی۔

"میں مانتی بھی ہوں اور اس سب کو دیکھ بھی چکی ہوں۔۔۔ اس لیے کہ رہی ہوں ارمش آپی کا تمام معاملہ نفسیاتی نہیں۔۔۔ میں نے اپنی ٹیچر سے یہ سب بات کی ہے۔۔۔ فراز میں نہ سہی۔۔۔ میرے ٹیچر کا تجربہ تو مجھ سے زیادہ۔۔" فاریہ کو اپنے بارے میں فراز کا اندازہ لگانا برا لگا تھا۔۔

"تو کیا کہا تمھاری ٹیچر نے؟"

فراز کو اس بات پر یقین تو نہیں تھا لیکن وہ فاریہ کی ٹیچر کا تجزیہ ضرور سننا چاہتا تھا۔

"ذہنی الجھنوں سے بڑھ کر معاملہ کچھ اور ہی ہے۔۔۔ تمھاری آپی کے لاکھ کوشش کے باوجود یہ سب اکیلے نہیں کر سکتی وہ۔۔۔" فاریہ اپنے پڑھے ہوئے کے خلاف جا رہی تھی۔

مگر یہ ہی حقیقت تھی۔

"تو پھر کیا کرنا چاہیے مجھے؟"

فاریہ کے کہے پر یقین کرنا مشکل تھا۔۔۔ لیکن ارمش کو ٹھیک کرنا بھی ضروری تھا۔

"میں تو اس بارے میں اتنی مدد کر سکتی کے وہ اپنے دل کا بوجھ کم کر سکیں۔۔۔ باقی کا معاملہ تم بہتر جانتے کے کیا کر سکتے ہو۔۔۔"!!!

فاریہ کو ارمش کی بے رونق آنکھیں بار بار یاد آ رہی تھیں۔۔۔ وہ کیسے یہ تکلیف کاٹ رہی تھی۔۔۔

"چلو جب تک میں یہاں ہوں تم سے رابطے میں رہوں گا۔۔۔" فراز نے فاریہ کا دل سے شکریہ ادا کیا تھا۔۔۔

"تمھارے جانے کے بعد بھی میں ان کی مدد کر سکتی ہوں اگر ارمش آپی چاہیں گی تو.." فاریہ نے نظریں مرکوز رکھی فراز پے۔۔۔

فراز فاریہ کی بات اچھے سے سمجھتا تھا، لیکن فل وقت اس معاملے سے زیادہ اہمیت ارمش کی زندگی کی تھی۔۔۔ وہ یہاں سے فارغ ہو کر شایان کو دیکھنے جانا چاہتا تھا۔ اس لیے بنا کوئی جواب دیے وہ چلنے کو تیار ہو گیا تھا۔۔۔

°............•.....•..•....

"شایان کا ایکسیڈنٹ ہوا نہیں کروایا گیا تھا۔۔۔" پروفیسر یعقوب شایان کو سویا ہوا سمجھ کر اسکے کمرے میں بیٹھے ہوئے فون پے کسی کو بتا رہے تھے۔۔۔

"اور اب مجھے ارمش کو حاصل کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔۔۔"

شایان جو کچھ دیر پہلے ہوش میں آیا تھا اب پروفیسر یعقوب کی باتیں سن کر چکرا کے رہ گیا تھا۔۔۔ ارمش کے ساتھ انکی شادی۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ ارمش کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔۔۔ وہ لڑکی اس درندے کے ساتھ !!! نہیں کبھی نہیں۔۔۔ مگر شایان کو ارمش سے ہمدردی کیوں ہو رہی ہے۔۔۔ وہ اگر پیار کرتی ہے۔۔۔ مجھے اگر اپنی مدد کا مسیج کر سکتی ہے تو یہاں دیکھنے کے لیے بھی آ سکتی ہے۔۔۔

ہوش میں آتے ہی شایان نے قادر انکل اور ان کے گھر سے آنے والوں کے بارے میں پوچھا تھا۔۔۔ ماں نے سب کے نام لے لے کر جواب دیا تھا۔ ان ناموں میں ارمش کا نام نہیں تھا۔۔۔

شایان کے لیے سب ناموں میں سے بس اسی ایک نام کی اہمیت تھی، مگر جب وہ نام موجود ہی نہ تھا تو وہ کس سے شکوہ کرتا۔ ماں سے آنسو چھپانے کے لیے وہ سونے کا کہ کر منہ پے تکیہ رکھے سونے کا بہانہ بنانے لگا تھا۔۔۔

اسپتال میں پروفیسر یعقوب کی یہ باتیں سنتے ہی وہ کانپ کے رہ گیا تھا۔۔۔ پروفیسر یعقوب جو ایک طرف شایان کی ماں سے دھوکا کر رہے تھے وہیں وہ شایان کے پیار کو چھین لینا چاہتے تھے۔۔۔

پیار؟؟؟ کیا وہ پیار اب بھی باقی تھا؟؟ کہیں ارمش بھی پروفیسر کے ساتھ مل کر اسے راستے سے ہٹانے کا تو نہیں سوچ رہی۔۔۔شایان کا دماغ بری طرح الجھتا جا رہا تھا۔۔۔

پروفیسر یعقوب کمرے سے جا چکے تھے۔۔۔ اپنے پیچھے وہ بہت سے سوالات چھوڑ گئے تھے۔ ایسی پہیلیاں جو سلجھانا بہت ضروری تھا۔۔ ارمش نے جو بھی کیا اس کے باوجود اسے شایان کی زندگی میں آنا ہو گا۔۔وہ باآسانی یہ زخم دے کر شایان کو چھوڑ نہیں سکتی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔

شایان نے تکیہ کے قریب رکھے فون کو اٹھا کر جلدی سے ارمش کا نمبر ملایا تو جواب میں نمبر بند ملا۔۔۔ بند ہے یا بزی۔۔۔ ارمش اور پروفیسر یعقوب۔۔۔ دونوں چہرے ہنستے ہوئے شایان کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے تھے۔۔۔۔ معصومیت سے بھرا وہ چہرہ بھی مکروہ لگا تھا اس وقت شایان کو۔۔ نفرت کی لہر دوڑ گئی تھی شایان کے بدن میں۔۔۔

....•..•.....•............ ° ....• ....

فاریہ سے مل کر ارمش ابھی گھر میں داخل ہوئی ہی تھی کے اسے لان میں کرسیوں پے بیٹھے افراد کے مبارک مبارک کی سدائیں سنائی دی۔۔۔

کس بات کی مبارک دی جارہی تھی؟ ارمش نے ایک لمحے کے لیے اپنے ذہن پے زور دیا مگر جلد ہی اسے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا جب تایا جی نے نہایت اونچی آواز میں زریان کو نکاح کی تاریخ مقرر ہونے کی اطلاع فون کر کے بہت ہی بلند آواز میں دی۔۔۔

ارمش کا ہاتھ دوازے کی کنڈی سے ایسا الجھا کے اسکی انگلی لال ہو گئی۔۔۔ وہ اپنی چیخ کو روکے اور اپنے درد کو چھپائے ضبط کر کے دکھ کو وہ اب سر جھکائے کمرے میں جانے کے لیے تیزی سے بڑھی۔۔۔

"ارمش دادی کو بھی اندر لے جاؤ۔۔۔ بہت ٹھنڈ ہے باہر۔" فرحت کی کاٹ دار آواز نے ارمش کا تعاقب کیا۔۔۔

اپنے لیے صادر ہونے والے حکم کی تعمیل کے لیے ارمش سر جھکا کر دادی کی جانب بڑھی جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔ ویل چیئر کی جانب جاتے ہوئے اس نے تایا جی کو سلام کیا۔۔

جنھوں نے مختصراًاسکے سلام کا جواب دیا۔۔۔انکے چہرے پر آنے والے تاثرات کو نام دینا بے حد مشکل تھا۔۔۔وہ کیا سوچ رہے تھے،شاید یہ وہ بھی نہیں جانتے تھے۔۔۔

دادی کو ان کے کمرے تک لے کر آتے ہوئے ارمش کے خیالوں میں نکاح کی تاریخ بار بار گونج رہی تھی۔۔حیات جو پاس سے گزری تھی اسکے چہرے پر موجود مسکراہٹ کو دیکھ کر نہ جانے آج پہلی بار ارمش کو برا نہیں لگا تھا۔۔۔وہ شاید سچ مچ زریان کو بھول گئی تھی۔

زریان نے رات کے کھانے تک آنا تھا۔۔۔اس کے لیے ہی حیات آج کھانا پکا رہی تھی۔۔۔ارمش کے لیے کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا سو وہ دادی کو کمرے میں پہنچا کر خود بھی ان کے کمرے میں ہی بیٹھی رہی۔دادی جنھوں نے اب کچھ باتیں پھر سے کرنا شروع کر دی تھیں وہ ارمش کو دعائیں دے رہی تھیں۔۔

لیکن آج ارمش کا دل کسی بھی بات پر آمین نہیں کہ رہا تھا۔۔۔آج وہ ان سب دعاؤں کی ضرورت کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔۔

سب کچھ مٹ جانے کے بعد اب یہ دعائیں کس کام کی تھی۔۔۔ ارمش نے خود سے ہی سوال کیا اور لاجواب ہو کر رہ گئی۔۔۔

\/

/\

/\

\/

"میں اندر آسکتا ہوں؟"

یہ زریان تھا جو رات کے کھانے کے بعد دادی کے کمرے میں ان سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ زریان اچھے سے جانتا تھا ارمش اسے یہیں مل سکتی ہے۔۔۔

دادی نے سر کے اشارے سے اس اندر آنے کی اجازت دیتے ہوئے ایک نظر ارمش کو دیکھا تھا جو اس سے بے نیاز زمین کو گھورنے میں مصروف تھی۔

زریان چند ماہ میں بے حد موٹا ہو گیا تھا۔۔ اسکی آنکھیں بھی جیسے ابلنے کو تھیں۔۔۔ وہ دادی کے قریب بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔ دادی کے سوال پے جواب ہاں ہوں میں تھا۔ اور نظریں جمی تھی ارمش پر۔۔۔ وہ جلد از جلد دادی کے سو جانے کا منتظر تھا۔۔۔

دادی دوائی کے زیر اثر جلد ہی غنودگی میں چلی گئی تھی۔۔۔

"ارمش۔۔۔" وہ سچ مچ اسے پکار رہا تھا یا ارمش کا دل چاہتا تھا وہ اسے پکارے۔۔۔

ارمش کی جانب سے جواب نہ ملنے پر زریان نے اونچی آواز میں ارمش کو پکارا تو دادی نے سر ہلایا جیسے انہیں بے سکونی محسوس ہوئی ہو۔۔۔

"جج جی"

ارمش جیسے چونکی تھی۔

"ہم یہاں بات کریں یا آپ باہر لان میں آو گی۔۔۔" زریان نے نرمی سے پوچھا۔۔ اپنے ہاتھ میں موجود موبائل فون کے کور کو وہ بار بار اتار رہا تھا۔۔ اسکے اندر بے چینی تھی جو ارمش میں منتقل ہو رہی تھی اسکے یوں کرنے سے۔۔۔

"مجھے بات نہیں کرنی"

وہ دوبارہ سے فرش کو گھورنے لگی تھی۔۔۔ لہجے میں موجود سختی نے خود ارمش کو بھی چونکا دیا تھا۔

"تو مت کرو۔۔۔ میری سن لو۔۔۔" زریان نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا تھا۔۔ اسے ارمش کے لہجے انداز بلکہ کسی بھی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔

"سنو گی یا وہ بھی نہ ہی کرو گی؟" زریان نے اپنی بات کہنے سے پہلے جاننے کے لیے سوال کیا۔۔۔

ارمش نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بس ایک آنسو تھا جو اس کی آنکھ کے کناروں سے بہ کر اب اس کے گال کو چھو رہا تھا۔

ارمش کی خاموشی کو اقرار سمجھتے ہوئے زریان نے بات کا آغاز کیا۔۔۔

"میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا وہ کون تھا۔۔۔ لیکن تمھارا شکریہ ادا کروں گا۔۔۔ جانتی ہو کیوں؟"

ارمش کسی بھی کیوں کا جواب نہیں جاننا چاہتی تھی۔ وہ جس تکلیف سے گزر رہی تھی وہاں کسی بھی کیوں کی اہمیت اب نہیں تھی۔ وہ کوئی بھی جواب دیے بنا بس اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ کیا یہ تھا وہ شخص جو کسی تیسرے کو بیچ میں نہ لانے کا دعوے دار تھا جو آج کسی تیسرے سے منگنی پر صرف رضا مند نہیں بلکے خوش تھا۔۔۔

"تمھاری خاموشی تمھاری غلطیوں کی پردہ پوشی نہیں کر سکتی ارمش قدیر۔۔۔ تم نے جو کیا اس کی یہ بہت تھوڑی سی سزا ہے" زریان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ وہ کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔ اسکی نظریں ارمش پہ جمی ہوئی تھی اور آواز میں حقارت تھی۔۔۔

"اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے"

اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے وہ اب کافی حد تک خود اعتماد ہو چکی تھی یا شاید ظاہر کر رہی تھی۔

"شکریہ اور آپکی وجہ سے ہمیں ایک ہونے کا موقع ملا۔۔۔ آپ کی حرکتوں نے مجھے سکھایا ہے کہ نفرت کیسے کرتے ہیں"!!!

نفرت۔۔۔۔ وہ تو اسکی گھٹی میں شامل تھی۔۔۔ وہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ نفرت ارمش کی وجہ سے سیکھی۔۔۔

ارمش کی خود اعتمادی زریان کو اس وقت ہٹ دھرمی لگ رہی تھی۔۔

"شکریہ"

ارمش اب بھی اسی خود اعتمادی سے گویا ہوئی تھی۔

"تمہیں کسی قسم کا پچھتاوا نہیں ہے؟" زریان نے اپنی آواز اونچی ہونے نہ دی تھی۔۔۔ مگر لہجے کی کرختگی نے کمی پوری کر دی تھی۔۔

"پچھتاوا اسے ہوتا ہے جس نے کچھ غلط کیا ہو۔۔۔ اور مجھے آپ کو صفائی پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"

"اوہ۔۔۔ بس کر دو۔۔۔ شیطان کو بھی اپنی غلطی کا پچھتاوا ہے اور تم۔۔۔۔" زریان نے گرج کر کہا تو دادی جو سو چکی تھی نیند سے اٹھ گئیں۔۔۔ اور ارمش کو پکارنے لگیں۔۔۔

ارمش نے ایک نظر زریان کو دیکھا اور پھر دادی کی طرف مڑ گئی۔ دادی کو پانی دے کر وُہ انہی کے پاس بیٹھ گئی۔

.... •..•.....•............. ° .... • ....

لان میں لگائی گئی کرسیوں پے مہمان بیٹھنا شروع ہو چکے تھے۔۔۔ منگنی اور ساتھ ہی نکاح کے لیے منعقد کی گئی تقریب میں شرکت کے لیے سب ہی موجود تھے۔۔۔ ایک جانب الگ سے چند کرسیاں لگائی گئی تھیں۔۔

جن پہ قادر اور قدیر کے ساتھ طلحہٰ اور پروفیسر یعقوب بھی بیٹھے تھے۔۔۔ ان کے قریب ہی شایان سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔۔

"قدیر بھائی کیا سوچا آپ نے رشتہ کے بارے میں؟"

پروفیسر یعقوب کے سوال پے قادر تایا نے حیرت سے اپنے بھائی اور پروفیسر یعقوب کو دیکھا۔۔۔

"کونسا رشتہ؟ کیسا رشتہ۔۔۔ یہ کیا بات ہو رہی ہے قدیر۔۔"

اس سے پہلے کے جواب قدیر صاحب دیتے۔۔۔شایان نے مسکرا کر سب کو دیکھا۔۔

"انکل جی میرے رشتے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ بابا جانی۔۔۔ ارمش کے ساتھ۔۔۔۔"

شایان کی آنکھوں میں چمک در آئی تھی۔۔

سب کی نگاہیں ایک ساتھ اٹھی تھی پروفیسر یعقوب کی جانب۔۔۔ اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد نے پروفیسر یعقوب کو تذبذب کا شکار کر دیا تھا۔۔ وہ اپنے چہرے کے بدلتے رنگوں کو کیسے قابو میں لائیں گے یہ الجھن سب سے بڑی تھی۔۔۔

پروفیسر یعقوب کی جانب سے کوئی جواب نہ آنے پے قادر تایا نے قہقہ لگایا۔

"قدیر کمال کرتا ہے۔۔۔ میرے سوال پے اتنی خاموشی۔۔۔ اوئے ارمش کے لیے شایان کا ہی رشتہ ہو گا میں بھی کیسے کیسے سوال کر رہا ہوں۔۔۔"

قادر تایا ہنسے تو پاس بیٹھے طلحہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا جس کے بعد طلحہٰ بھی مسکرانے لگا۔۔۔ وہ بار بار ابا کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔ مگر وہ تو جیسے یہ سن کر دل ہی دل میں شایان کو ہاں کہہ بیٹھے تھے۔۔۔

"ج جج جی۔۔۔ شایان کے لیے۔۔۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا جی قادر بھائی۔۔۔" پروفیسر یعقوب یوں بولے جیسے انکے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔۔۔ وہ پیلے پڑتے جا رہے تھے۔۔۔

"شکریہ بابا جانی۔۔۔" یہ شایان کو کیا ہوا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔ مسٹر پروفیسر۔۔۔ پروفیسر صاحب سے اب اچانک بابا۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔۔

"تو پھر میں ہاں سمجھوں نا؟"

شایان نے معنی خیز نظروں سے سب کی جانب دیکھا تھا.

"بلکل میں بڑا ابا ہوں میں ہاں کرتا ہوں بیٹے۔۔۔" قدیر صاحب کے بجائے تایا جی نے ہاں کر دی تھی۔۔۔ اس سے اختلاف کون کرے۔۔۔۔

"شکریہ قادر انکل"

شایان کے انداز میں طنز تھا جو صرف اور صرف پروفیسر صاحب کے لیے تھا۔

....

....

....

....

....

....

....

....

قدیر صاحب کو اپنی بیٹی کے سامنے جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پروفیسر یعقوب کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لیے تیار ہو جانے پر اب خود ہی حیران تھے۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔ ان کے لیے بیٹی کا سامنہ کرنا بے حد دشوار تھا۔۔۔

وہ فراز اور طلحہٰ کو ہدایات جاری کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔۔۔ مہمان جا چکے تھے۔۔۔

ارمش کے کمرے کی جانب جاتے ہوئے اب طلحہٰ اور فراز آپس میں باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ باتیں تعلیم اور نوکری کے متعلق ہو رہی تھیں۔۔ طلحہٰ ارمش کے بارے میں باتیں کرنا نہیں چاہتا تھا اور وہیں فراز اپنے گھر کے معاملات کو گھر والوں سے ڈسکس کرنے کی حماقتیں پہلے ہی بہت مرتبہ کر چکا تھا۔۔

"ارمش"

طلحہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ارمش کو مخاطب کیا۔

"جی بھائی"

ارمش نے چونک کر دیکھا تھا۔۔

"بیٹھو کچھ باتیں کرنی ہیں تم سے۔۔" طلحہٰ نے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔۔ جبکہ فراز بہن کے پاس کھڑا ہوا تھا۔۔

"جی بھائی بولیں"

ارمش نے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ارمش۔۔۔حیات کے نکاح کے ساتھ ہی ابا نے تمھارے لیے رشتے کی ہاں کر دی ہے۔۔۔"طلحہٰ نے بات مکمل کرنا چاہی تھی اس سے پہلے حیات بول اٹھی۔۔

"اوہ تو مبارک ہو نا آپی۔۔۔بھائی آپ کو بھی۔۔۔فراز تمہیں بھی۔۔"حیات نے ارمش کو زبردستی گلے لگا کر اسے مبارکباد دی تھی۔۔۔

"لیکن مجھے شادی نہیں کرنی"

ارمش نے حیات کو زبردستی پیچھے کرتے ہوئے فراز کو دیکھا جیسے صرف وہی سمجھ سکتا ہو اُسے۔۔۔

"آپی۔۔ابھی بس رشتہ ہی تو ہوا ہے۔۔۔اور نکاح تو سنت ہے نا۔۔"فراز کو مذہبی رنگ دینے کی کیا ضرورت تھی اس بات کو۔۔۔

وہ ایسا کر کے خود بھی سوچنے لگا تھا۔۔۔

"تمہیں کوئی اور پسند ہے تو بتا دو ابا کو کہہ دیتا ہوں میں" طلحہٰ نے بھی اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔ جس کے ساتھ حیات نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔۔۔

"نہیں مجھے بس شادی نہیں کرنی"

ارمش بس رو دینے کو تھی لیکن اُسے ابھی خود کو سنبھالنا تھا۔۔

"دیکھو ارمش۔۔۔ میرے یہاں رکنے کا امکان کم ہے۔۔۔ اور یہ تماشا طویل ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ میرے اپنے بھی بچے اور بیوی ہیں مجھے ان کے پاس بھی جانا ہے۔۔۔" پہلی بار طلحہٰ نے اپنی شادی کا ذکر کیا تھا۔۔۔ جسے سنتے ہی بہن بھائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔۔۔

"ٹھیک ہے بھائی۔۔۔ آپ چلے جانا۔۔۔ میں ابا کو کہہ دیتا آپی شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔" فراز نے ارمش کی سائڈ لی۔۔۔

"ہاں جیسے ابّا جانے دیں گے۔۔۔ مجھے اب اس ڈرامے سے چھٹکارا چاہیے ہے بس"

طلحہ کے لہجے میں کس قدر طنز تھا۔

"آپی۔۔۔ آپ ہی مان جاؤ۔۔۔" فراز نے جیسے ہار مان لی تھی۔۔۔

"فراز۔۔۔"

ارمش خود کو کتنا بے بس محسوس کر رہی تھی۔۔۔ کیا وہ ہمیشہ دوسروں کے لیے قربانی ہی دیتی رہے گی؟

"آپی۔۔۔" فراز اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ وہ اگر ارمش کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا تو اسے اس آگ میں بھی نہیں جھونک سکتا تھا۔۔۔۔

"ابو کو بول دو جیسا وُہ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی"

ارمش نے ہار مان لی تھی۔۔

ارمش کے جواب کو سنتے ہی طلحہ اور حیات نے سکھ کا سانس لیا اور کمرے سے باہر چلے گئے۔۔۔

"کیوں کر رہی ہو آپی؟ کس کے انتظار میں ہو۔۔۔ کون سی امداد کی منتظر ہو؟" فراز جیسے پھٹ پڑا تھا۔۔۔

"کیا کروں فراز؟ ارمش مر چکی ہے اب اُسے امداد کی ضرورت نہیں"

ارمش نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔۔

"ایسا کیوں کہتی ہو۔۔۔ ایک بار انکار تو کرتی ابا کے سامنے۔۔۔" فراز بہن کے آنسو دیکھ چکا تھا۔۔۔ اسے آج اپنا آپ یہ نظام یہ خاندان سب بہت ہی چھوٹے لگ رہے تھے۔۔۔

وہ جس خدا کے آگے دل وجان سے جھکتا تھا وہ کہاں تھا۔۔۔ کب آنی تھی اس کی مدد جسے مظلوم کی حمایت میں آنا ہوتا ہے۔۔۔ یا بس یہ پرانے قصے کہانیاں ہی تھے۔۔۔ فراز کا سر پھٹ رہا تھا۔۔۔

"فراز میری بہت تذلیل ہو چکی ہے۔۔۔ انکار کر کے رہی سہی عزت کا بھی جنازہ نکال دیتی؟"

بہن کے جواب نے فراز کو لاجواب کر دیا تھا۔۔۔ وہ کیا کہہ سکتا تھا۔۔۔ وہ اس درد کا اندازہ چاہ کر بھی نہیں لگا سکتا تھا جسے ارمش برداشت کر رہی تھی۔۔۔

فراز کے دل میں اپنے خدا اور اسکی کی جانے والی عبادت کے بارے میں شکوک پیدا ہونے لگے تھے۔۔۔

مگر وہ بے صبری میں گناہگاروں کے راستے نہیں چلنا چاہتا تھا۔۔۔ صبر۔۔۔۔ جس کی تلقین بار بار کی گئی تھی۔۔۔۔ یہی وہ کر سکتا تھا۔۔۔۔ اپنی سوچ کو جھٹکتے ہوئے وہ بس ارمش کو حوصلہ دے سکا تھا۔۔۔ جلد ہی ان کے صبر کا پھل ملنے والا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••^•••••••••••°••••••^•••••••••

"دیکھا شایان میں نہ کہتی تھی پروفیسر صاحب تمھارے لیے فکر مند رہتے ہیں۔ آج تمھارے رشتے کی بات کر کے انہوں نے یہ ثابت بھی کر دیا ہے۔" عصمت بیگم اپنے بیٹے کے گالوں کو خوشی میں چوم کر بولی۔۔۔۔ پروفیسر یعقوب چہرے پر مسکراہٹ لیے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔۔۔

شایان نے یہ سب کیوں کیا تھا؟ وہ اب بھی اس لڑکی کو حاصل کرنا کیوں چاہتا ہے۔۔۔ پروفیسر یعقوب کا سر سوچ سوچ کے پھٹنے والا تھا۔۔۔

عصمت بیگم کے پوچھنے پر بھی وہ مسکرائے تھے۔۔۔ کس طرح کہتے کے وہ ارمش کو مانگنے خود کے لیے گئے تھے اور جواب میں شایان کے لیے ہاں لے کر آئے تھے۔۔۔

شایان کی جانب سے بھی اداکاری عروج پر تھی۔ پروفیسر یعقوب کو ابا کہنے کے علاوہ ان کی شان میں قصیدے پڑھے جارہے تھے۔۔۔

اس راز سے پردہ اٹھنے کے سبب وہ اپنے اس تمام کھیل کے ختم ہونے سے پہلے ہی مکھن میں سے بال کی طرح نکال دیے جاتے۔۔۔ شایان کو راستے سے ہٹایا تو بعد میں بھی جا سکتا ہے۔۔۔

لیکن پروفیسر یعقوب کو اس شکست نے ہلا کے رکھ دیا تھا۔ وہ حیات کو فون کر کے اسے اپنے کام میں مدد کے لیے بول چکے تھے۔۔۔ مگر دوسری جانب سے ملنے والے جواب نے امیدوں کی چھت کو گرا دیا تھا۔۔۔

وہیں دوسری طرف فرحت نے بزدل قرار دیا تھا یعقوب کو۔۔۔ اور وہ سچ مچ بزدلی کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔۔۔ ایک انکار کی جرات تک نہیں تھی ان کے اندر۔۔۔

"شایان کو رشتہ دے دیا مگر آپ نے یعقوب بیچارے کے دل کو توڑ دیا۔۔ کیسے وہ آپکے گھر کی عزت بچا رہا تھا اور آپ نے انکار کر دیا۔۔۔"

فرحت نے منہ بناتے ہوئے شوہر سے کہا۔۔۔ وہ یہ بات برداشت کر ہی نہیں سکتی تھی کے ارمش کی زندگی میں کچھ اچھا ہو۔۔۔

"تو یعقوب نے خود ہی مانگا ہے نہ رشتا شایان کے لیے بھی۔۔۔ اور تم خود بتاؤ کیا شایان سے یعقوب بہتر ہے ہماری ارمش کے لیے؟"

قدیر صاحب ارمش کے لیے مطمئن ہو گئے تھے۔۔۔

"کوئی مروت بھی ہوتی۔۔ دید لحاظ بھی۔۔۔ آپ کے تو پورے خاندان کو بس ہر چمکتی چیز سونا لگتی ہے۔"

فرحت نے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا تھا۔۔۔ اور اس سب کو تو چلنا ہی تھا اب شادی کے ہو جانے تک۔۔۔

"اور شایان کی ماں کو بھی لے آئیں نا گھر۔۔۔ خود کے لیے۔۔۔۔ ناگن کہیں کی۔۔۔" فرحت کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

"فرحت زبان سنبھال کے بات کرو۔ بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو تم"

قدیر صاحب کی آواز یکدم اونچی ہوئی تھی۔

"میں ماں جی کے پاس جا رہا ہوں واپس اؤں تو تمہارا دماغ درست ملے"

غصے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے وُہ وہاں سے اٹھ گئے تھے۔

"ماں جی نہ مرتی نہ میری زندگی میں سکون آتا۔۔۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اب فرحت نے شوہر کو باہر جاتے ہوئے دیکھا۔۔۔

اپنی ساس کے مرنے کی منتظر فرحت بھول گئی تھی کیسے تعویذ گنڈے کروا کے اس کی شادی کروائی گئی تھی قدیر کے ساتھ۔۔۔

زندگی کا سب سے اہم کام جس میں ساس نے ساتھ دیا تھا۔۔۔ آج اسی ساس کی موت کا انتظار ہو رہا تھا۔۔۔۔

"امی یہ ابا کہاں گئے ہیں؟" بالوں کو سہلاتے ہوئے اب حیات کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔۔

"تیری دادی کے پاس۔ جو نہ خود سکون سے رہتی ہے نہ ہمیں رہنے دیتی ہے"

فرحت نے نفرت سے بولا تھا...

"اماں شکر ہے میں تو جا رہی اس گھر سے دور۔۔۔ جہنم ہے دادی اور پوتی کے ہوتے ہوئے یہ گھر۔۔۔" حیات مسکرا رہی تھی۔۔۔

"اور یہ ارمش کا قصہ کیا ہے۔۔۔ کیا کر رہی ہیں آپ؟ اسکا رشتہ شایان سے کروا رہی ہیں؟" حیات اصل مقصد کی جانب آئی تھی۔۔۔

"میں نہیں کروا رہی خود ہی اس شایان کو کچھ نظر آ گیا ہے اس کلموی میں اور تیرے ابا سے بھی خود ہی بات کر لی"

"ارے واہ۔۔۔ اماں بڑا جی دار داماد مل رہا ہے تمہیں۔۔۔ اور اماں۔۔۔ یہ میرا رہنے کا کیا ہو گا۔۔۔ اس قلعے میں رہوں گی کیا گاوں جا کر؟" حیات نے ماں سے سوال کیا۔۔۔ وہ گاؤں جا کے رہنے کے لیے کبھی بھی تیار نہیں ہو سکتی۔۔۔

"اِس میں میں کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔ خود سوچ کیا کرنا ہے کہاں رہنا ہے۔پہلے ہی سر پھٹ رہا ہے میرا"

فرحت بیگم نے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے بولا...

"واہ اماں۔۔۔ اب تک تو جیسے تم نے ہی کیا ہے سب۔۔۔ شاباش یہ کام تو تم ہی کرو گی اماں۔۔۔ اور سر تو پھٹے گا ہی جب سر چڑھاؤ گی انکو۔۔۔"

حیات کا اشارہ ارمش اور دادی کی جانب تھا۔۔۔ آج جو کچھ حیات کر رہی تھی۔۔۔ پچیس سال پہلے خود فرحت نے بھی تو یہ سب کیا تھا۔۔۔

گناہ کا بیج بویا تھا جو اب تناور درخت بن گیا تھا اور اپنی شاخیں پھیلا رہا تھا۔۔۔ یہ نحوست سب کو ہی اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔۔۔ خوشیوں کی روشنی اس منحوس پیڑ کے سائے نے روک لی تھی۔۔۔

••••••••••••••••••••••••^••••••••••°•••••^•••••••••

قادر صاحب اپنے بیٹے کی بارات لے کر گاؤں سے روانہ ہو چکے تھے۔ جبکہ پروفیسر یعقوب نے شایان کی بارات شہر سے ہی لے کر آنی تھی۔ زیادہ مہمانوں کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ قادر نے ولیمے کی دعوت میں سب کو بلانے کے لیے کہہ دیا تھا۔

قدیر صاحب کے چند دوستوں اور انکے گھر والوں کے علاوہ حیات کی کچھ سہیلیوں کے گھر والے اور فراز کے چند دوستوں نے شرکت کرنی تھی۔۔۔ طلحہٰ نے اپنے کسی دوست کو بلایا نہیں تھا۔

اور ارمش!!! اس کے لیے کسی کا ہونا نہ ایک برابر تھا۔ دوستیوں کے نام پے بھی ڈستی جاتی رہی تھی وہ۔۔۔ اب مزید حمت نہیں تھی کہ وہ کسی کے کیا کیوں کیسے کے جوابات دے سکے۔۔۔

پارلر جانے کے بجائے پارلر والیوں کو گھر بلوا لیا گیا تھا۔ ارمش بت بنی بیٹھی تیار ہو رہی تھی جبکہ حیات کی فرمائشیں ہی ختم نہ ہوتی تھیں۔۔۔ وہ اپنی تیاری کے لیے بہت ہی زیادہ پر جوش تھی۔۔

"ارمش تم ساڑھی نہیں پہن رہی نا آج؟؟" حیات نے اپنی ساڑھی کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"نہیں"

ارمش ایک لفظ میں جواب دے کر خاموش ہو گئی تھی۔

"بہت اچھی بات ہے۔۔۔ ایسے بھی تو زریان کے ساتھ مجھے ہی لوگ دیکھنا چاہیں گے۔۔۔ شایان تو ویل چیئر میں دیکھائی دے جائے بہت ہے۔۔۔" حیات نے آج شایان کے بارے میں بھی زہر اگلا تھا۔۔۔

"حیات خود پر کنٹرول رکھو۔۔۔ الفاظ بہت برے طریقے سے پلٹتے ہیں اور اگر تم پر پلٹے تو تم جیسی جلد باز لڑکی برداشت نہیں کر سکے گی"

جواب تحمل سے دیا گیا تھا مگر کافی زوردار قسم کا تھا۔ کیا یہ وہی ارمش تھی؟ جو ہر بات خاموشی سے سہہ جاتی تھی۔

"اوہو میں تو ڈر گئی ارمش ہائے اللہ۔۔۔ میں ڈر گئی" حیات اداکاری کر رہی تھی۔ وہ تمسخر اڑانے والے انداز میں جواب دے رہی تھی۔۔۔ ارمش کبھی جیت جائے ایسا ممکن نہیں ہونے دے سکتی تھی حیات۔۔۔

"اور بی بی ابھی مجھے کوئی سٹریس نہیں لینا۔۔۔بعد میں دیکھوں گی تم کو" ساڑھی لیے اب حیات تیار ہونے کو چل دی تھی۔۔۔

"جی ضرور"

ارمش بھی اس وقت اس سے اور بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔۔۔اس بحث سے کئی بڑے مسئلے غور طلب تھے اس کی زندگی میں۔

❊❊❊

●●●

○○○

❊❊❊

●●●

○○○

سائن کرتے ہوئے ارمش کے ہاتھ رک گئے تھے۔ کمرے میں کھڑے تایا جی اور فراز کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے ارمش کی نظروں کے سامنے گزرے ہوئے ماہ وسال کسی فلم کی طرح چلنے لگے تھے۔ زریان کے ساتھ منسوب ہونے سے پہلے۔۔۔۔

جب زریان گھر آیا تھا۔ اس روز فراز نے جب چائے بنانے کو کہا تھا۔۔۔ کیسے حیات نے چائے کی ٹرے ارمش کے ہاتھوں سے چھین لی تھی۔۔۔

بلکل ایسے ہی ارمش کے ہاتھ کی لکیروں میں سے حیات نے زریان کو نکال لیا تھا۔۔۔ چپکے سے وہ سب چھین کر لے گئی تھی۔۔۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی۔۔۔۔

ارمش کو وہ دیا جارہا تھا جسے حیات نے ٹھکرا دیا تھا۔۔۔ ابا کہاں تھے ؟؟؟ وہ جنھوں نے اپنے ساتھ ہونے کی یقین دہانیاں کرائی تھی۔۔۔

" آپی سائن کریں۔۔۔ !!! کیا سوچ رہی ہیں۔۔۔ " خاندان کی کچھ عورتیں اس موقع پر آپس میں کھسر پھسر کرنے لگیں تھیں۔۔۔ فراز انہیں روکنے کے بجائے ارمش کو خیالوں کی دنیا سے نکال رہا تھا۔۔۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے تعنے سننے سے بچا سکے۔۔۔۔

"فراز۔۔۔" ارمش کچھ چاہتے ہوئے بھی نہ کہہ سکی تھی۔۔۔ یہاں سے فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔۔ اگر کچھ تھا تو وہ تھا شایان۔۔۔ جس کے نام وہ اپنی زندگی کرنے جارہی تھی۔۔۔

دل میں امید کا مدہم سی روشنی پھیلا تا چراغ روشن تھا۔۔۔شایان کے نام اپنا سب کچھ کرتے ہوئے ارمش نے عہد کیا تھا کہ وہ اب شایان کے علاوہ کبھی زندگی کا تصور بھی نہیں کرے گی۔۔۔جو ہو گا جیسا ہو گا اسے قبول کرنا ہے اور نبھاتے جانا ہے۔۔۔

***

•••

○○○

***

•••

○○○

اور اب سب لوگ رخصتی کے لیے بلکل تیار کھڑے تھے۔۔۔ارمش سب سے پہلے دادی اور تایا سے ملی۔۔۔طلحہ کے سامنے اور اماں کی جانب وہ مسکراتی ہوئی بڑھی تھی۔۔۔یہ لمحے جدائی کے تھے ارمش کو ایسا ایک بار بھی محسوس نہ ہوا تھا۔

حیات کی آنکھیں قدرتی طور پر بھر آئی تھیں۔۔۔وہ کتنی بھی مضبوط نہ ہو جائے اس تعلق توڑ نہیں سکتی تھی۔۔۔۔

حیات کو ملنے کے بعد فراز اب ارمش کے پاس کھڑا تھا۔وہ رو رہا تھا یا ارمش کو ستانے کے کیے ایسا کچھ کر رہا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔

"آپی۔۔۔اب مجھ پر نظر کون رکھے گا؟" فراز جانتے بوجھتے ہوئے چھوٹا بچہ بن رہا تھا۔۔۔جبکہ ارمش کے لیے بھی فراز ہی ایسی کڑی تھا جس کی وجہ سے آنے والے کل میں بھی اسکا تعلق یہاں اس گھر کے ساتھ باقی رہنا تھا۔۔۔۔

ابا سے ملتے ہوئے ارمش کے چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔وہ بس ابا کے سینے لگی ہوئی تھی۔۔۔اسے اپنے ابا کی جانب سے ایسی کوئی امید نہیں تھی جیسا سلوک انہوں نے کیا تھا۔۔زریان کے چھن جانے کا غم نہ تھا ارمش کو۔۔۔تکلیف تھی تو اس بات کی کے ابا نے بھی مشکل وقت میں بیٹی کا ساتھ نہ دیا تھا۔۔۔

ماں دادی اور سب گھر والوں سے ملنے کے بعد اب ارمش حیات کی جانب بڑھی تھی۔۔۔ مگر نہ جانے کیوں اب بھی فراز بیچ میں آگیا تھا۔۔

فراز کے ساتھ فاریہ بھی تو تھی۔۔ جو مسکرا رہی تھی۔۔۔ اسکی مسکرانے کی وجہ ارمش تھی۔۔۔ جس نے اپنی مدد حاصل کرتے کرتے فراز کی مدد کر دی تھی۔۔۔

"حیات بہت سوچا میں نے۔۔۔ بہن ہو بد عا بھی نہیں دے سکتی اور دعا! اس کے شاید تم قابل نہیں۔"

ارمش رخصتی کے وقت فراز سے مل کر اب حیات سے مل رہی تھی۔

وُہ اس کے کان کے قریب ایسے بول رہی تھی کہ کوئی دوسرا سن نا سکتا۔ دور سے دیکھنے والے کو لگتا کے جیسے دونوں بہنوں میں کتنا ہی پیار ہو۔۔۔ پیار!

"اب اسے تم بد عا سمجھو یا دعا۔۔۔ لیکن اللہ کرے تمہاری زندگی کا چراغ تب تک نہ بجھے جب تک تم بدلتے وقت نہ دیکھ لو۔۔۔

تم تب تک زندہ رہو جب تک زمانہ نا بدلے"

وہ اُسے گلے لگا کر اس سے دور جا رہی تھی لیکن اس کے الفاظ اب تک حیات کے کانوں میں بج رہے تھے۔

•••••••••^••••••°••••••••••^••••••••••••••••••••••

سردی کی وجہ سے پاؤں میں خون جمنے لگا تھا۔ پیر سن ہوتے جا رہے تھے، ارمش کے لیے مزید کھڑے رہنا مشکل ہو گیا تھا۔۔۔ اسنے نظر اٹھا کر کھڑکی کے شیشے کی دوسری جانب موجود اپنے شوہر کو دیکھا۔ جو خاموشی سے اپنی نئی نویلی دلہن کو سخت سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔ دلہن کے اس جوڑے کو پہنے ہوئے ارمش کو بارہ گھنٹے سے کچھ زیادہ کا وقت گزر چکا تھا۔ ارمش کے عصاب شل ہو گئے تھے۔

آج ہی تو وہ دلہن بنی تھی، اس کے ارمان جو کب کے دم توڑ چکے تھے، انہیں پھر سے جگایا گیا تھا۔۔۔ اس سب کے لیے؟ رخصت ہونے کے بعد وہ اپنے سسرال نہیں، اس ہوٹل میں آئی تھی۔۔۔ ایک گم نام سے پہاڑی علاقے میں جس میں واحد شاندار عمارت یہ ہوٹل ہی تھا، جس میں اس کے شوہر کے نام سے کمرہ بک کر دیا گیا تھا۔۔۔

ارمش کی سیج سجی ہوئی تھی، اور وہ!

سردیوں کی اس طویل رات میں ننگے پاؤں کمرے سے باہر کھڑی تھی۔۔۔اس کو منہ دیکھائی میں تھپڑ ملا تھا، جس نے ارمش کے ناک میں موجود نتھلی کو ہلا ڈالا تھا۔۔اور اس ہی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔۔۔ایسی ہوتی ہے شادی؟ یہ سوال ارمش نے اپنے آپ سے پوچھا تھا۔۔۔اسے اپنے ساتھ ہونے والے اس سلوک کے پیچھے چھپی ہوئی وجہ کا کچھ علم نہ تھا۔۔۔

وہ روئی تھی۔۔۔ایک لمحہ بھر کو مگر دوسرے ہی لمحے اس نے آنسوں کو پونچھ ڈالا تھا۔۔۔اب اس کے آنسوں کو صاف کرنے والا ہی اگر اسے آنسو دے کر خوش ہے تو چلو یوں ہی سہی۔۔۔ مگر یہ تکلیف یہ اذیت اب برداشت سے باہر تھی۔۔۔

شاید اس کا شوہر سو چکا تھا۔۔۔وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی

ارمش کے پاؤں کی آہٹ ملتے ہی گرجدار مگر دھیمی آواز نے ارمش کے اٹھتے ہوئے قدم روک دیے تھے۔۔۔وہ بت بنی اگلے حکم کے ملنے کی منتظر تھی۔۔۔

ارمش کے دل کی دھڑکن دور تک سنی جاسکتی تھی۔۔۔ یہ کیسا انسان تھا جو شادی کے پہلی رات ہی اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ یوں پیش آرہا تھا۔۔۔ ارمش کو بیسویں دفعہ سوچنے پر بھی کوئی ایسی دشمنی ذہن میں نہیں آرہی تھی جو اس نے اس انسان کے ساتھ کی ہو جس کا وہ بدلہ لے رہا ہو۔۔۔

"صوفے پہ لیٹ جاؤ۔۔۔" ارمش کو گرجدار آواز میں پہلی بار نرمی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

ارمش بنا کوئی جواب دیے فوراً صوفے پر جا کر لیٹ گئی کہ کہیں یہ شخص دوبارہ سے باہر جانے کو نہ کہہ دے

وہ وہیل چیئر پر ہی تھا۔۔۔ مسلسل۔۔۔ اس تھکا دینے والے سفر کے بعد بھی وہ پتھر بنا بیٹھا تھا۔۔ کمرے میں سجی سیج سونی پڑی تھی۔۔۔ سہاگن کو کسی کی نظر لگ گئی تھی، یا وہ ایسے جلے نصیبوں والی تھی جو اس کی کوئی خوشی سلامت نہ رہتی تھی۔۔۔ سب جل جاتا تھا۔۔۔ راکھ ہو جاتا تھا۔۔۔

" کھانا کھایا تھا۔۔؟" ارمش نے بند آنکھیں کھولی تو صوفے کی جانب آتی وہیل چیئر کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔۔۔

وہ ڈر گئ تھی۔۔۔ایک تھپڑ وہ پہلے کھا چکی تھی اور کھانے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔۔۔ کھانا تو اس نے دیکھا تک نہیں تھا لیکن وہ اسے کیا جواب دیتی۔۔۔اور اس کے جواب کا کیا ردِ عمل آتا وہ یہی سب سوچتی رہ گئ اور جواب دینا ہی بھول گئ

"کیا سوچ رہی ہو؟ کھانا کھایا؟" لہجے میں مٹھاس بھری تھی۔۔۔وہ آگے کو جھکا ہوا تھا۔۔۔

ارمش کے نزدیک ہو کر وہ یہ سب پوچھ رہا تھا۔۔۔

"جی۔۔۔جی کھالیا"

ارمش نے جھوٹ بولا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھی ابھی یہ شخص اس کے لیے زہر اگل رہا تھا اور اب کھانے کا پوچھ رہا تھا۔۔۔ کیا بھروسہ کھانے میں ہی زہر دے دے

"کیا ہوا؟ کانپ کیوں رہی ہو؟ سردی ہے؟" شایان نے گھبرائی ہوئی ارمش کو پہلی بار پیار سے دیکھا۔۔۔اس کے دیکھنے میں خالی پن تھا۔ وہ پیار کا دکھاوا تھا، پیار نہ تھا۔۔۔

"نہی۔۔۔ نہیں کک۔۔۔ کچھ نہیں ہوا میں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں"

وہ شایان کو دیکھ کر مزید گھبرا رہی تھی۔۔۔

وہ اتنی بچی نہیں تھی کہ وہ دیکھاوے اور پیار کا فرق محسوس نہ کر سکتی۔۔۔

اس انسان کا کیا بھروسہ تھا کب کس وقت انسان سے حیوان بن جائے

"اچھا وہ پانی تو ڈال دو۔۔۔"شایان نے پانی کے جگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔ جو ویل چیئر پر بیٹھے ہوئے شایان کی پہنچ سے کافی دور اور اونچی جگہ پر موجود تھا۔۔۔

ارمش نے بنا کوئی جواب دیے جگ اٹھایا اور ساتھ پڑے گلاس میں پانی ڈال کر شایان کی طرف بڑھایا

پانی کا گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا، یا شایان نے جان بوجھ کر گلاس گرایا تھا۔۔۔ ارمش کو کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔۔۔ کانچ کا گلاس ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔۔۔ کانچ کے ٹکڑے دور دور تک پھیل گئے تھے۔۔۔۔ جو صوفے تک واپس جانے کے راستے میں بکھر گئے تھے۔۔۔۔ ارمش اپنی جگہ واپس اسی صورت میں جا سکتی تھی کہ وہ ان ٹکڑوں کو ہٹا دے۔۔۔۔ لیکن خالی ہاتھوں سے ؟؟؟

ارمش شایان سے کسی بھلے کی توقع نہیں رکھ سکتی۔۔۔ اور وہ یہ سوچتی کہ شایان اس کی کوئی مدد کرے گا یہ تو ممکن ہی نہیں تھا۔۔۔

لیکن وہ کانچ کا کیا کرتی جو وہاں زمین پر پھیلے شایان کے ساتھ اس کا منہ چڑانے میں مصروف تھے۔۔۔

تھوڑی دیر وہاں کھڑے کانچ کو دیکھنے میں مصروف وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کرے ؟؟؟

کانچ تو کسی طرح ہٹانے ہی تھے۔۔۔ ہاتھ سے ہٹانے ہیں نہ ؟؟؟

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ ٹیبل کا دراز کھول کر کچھ ڈھونڈھ رہی تھی۔۔۔ مگر یہاں بھی اسے ناکامی ہوئی۔۔۔

پھر اس کا خیال سر پر مضبوطی سے ٹکے ڈوپٹے کی طرف گیا۔۔۔

جسے اب وہ ایک سائیڈ سے کاٹ کر سپنج کی شکل دے رہی تھی۔۔۔

تھوڑا ہی ٹائم لگا تھا اسے اس دوپٹے کے سپنج سے کانچ کو چننے میں۔۔۔

اور اب اس کا راستہ صاف تھا۔۔۔

ارمش کامیابی سے آگے بڑھنے ہی لگی تھی۔۔۔جب شایان نے ویل چیئر کو آگے بڑھا کر ارمش کے لہنگے پر آ کر ایک دم سے روک دیا تھا۔۔۔اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی ارمش کو شایان کی اس حرکت کا بلکل بھی علم نہیں تھا۔۔۔

وہ آگے بڑھتے ہوئے اچانک سے لہنگے پر دباؤ بڑھنے سے منہ کے بل گر گئی تھی۔۔۔ سامنے موجود شیشے کے میز پر ارمش کا سر جا لگا تھا۔۔۔ سر میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی۔۔۔۔ وہ اپنی چیخ کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ لیکن کب تک۔۔۔۔

درد کے مارے ایک ہاتھ اس نے سر پر رکھا تھا۔۔۔ سر شدید چکرانے لگا تھا۔۔۔ ہاتھ پر کچھ محسوس ہونے پر اس نے سر سے ہاتھ اٹھا کر دیکھا جو اب خون سے بھر چکا تھا۔۔۔

ارمش بچپن سے خون سے خوف کھاتی تھی۔۔۔ اور یوں اپنے سر سے خون بہتا دیکھ کر اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔۔۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ کھڑے ہوئ تھی لیکن آخر کتنی دیر تک؟؟؟

وہ چند ہی سیکنڈ کھڑی رہ سکی تھی۔۔۔ سر چکرانے کے باعث وہ دوبارہ گر گئ تھی۔۔۔ ویل چیر پر بیٹھا شایان اب اسے دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا اور چند ہی منٹ میں وہ بے ہوش ہو گئ تھی

••••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••••

"کیا کرتے ہیں۔۔۔ بارش میں نہیں جانا مجھے زکام لگ جاتا ہے زریان۔۔۔۔نہ کریں نا۔۔۔" حیات نے اپنی کلائی مشکلوں سے چھڑوائی تھی زریان کی گرفت سے۔۔۔

زریان نے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا اور ایک نظر حیات پر ڈالی۔ جو بارش میں جانے کے نام سے اس قدر بوکھلائی تھی کہ دور جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔ خوفزدہ سی آنکھیں کبھی تیزی سے برستی بارش کو دیکھتی تھیں تو کبھی زریان کو۔۔۔

بھلا کوئی سردیوں کی بارش میں نہانے کا کیسے سوچ سکتا ہے؟ زریان کا تو جیسے ہر کام ہی الٹا تھا۔۔۔ ابھی شادی کو ایک دن مکمل ہوا تھا اور یوں بارش میں نہانا۔۔۔

"نہیں مانو گی شوہر کی بات؟" زریان نے گھبرائے ہوئے چپ چاپ کھڑی حیات کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔۔۔

"تم بھی تو کوئی عقل کی بات کرو اس بارش میں کون نہاتا ہے؟"

حیات منہ بنائے اندر کی جانب چل دی

"زریان بس کرو میں تھکی ہوئی ہوں مجھے سونا ہے تھوڑی دیر"

حیات بھی بدتمیزی کی حد پر تھی

"ارے۔۔ یہاں سونے کو نہیں آئے ہم۔۔۔" زریان نے دروازے اور حیات کے بیچ خود کو دیوار بنالیا تھا۔۔۔ وہ اس بدتمیزی کو بھی حیات کے پیار کا ایک روپ سمجھ رہا تھا۔۔۔

حیات اس سے زیادہ بدتمیزی سے پیش نہیں آسکتی تھی آخر زریان اس کی محبت تھا۔۔۔ جس کے لیے اس نے اس قدر پاپڑ بیلے تھے۔۔۔ اور اس حد تک گئی تھی جس حد تک شاید کوئی انسان نہ جاسکے

"حیات۔۔۔کاجل نہیں ڈالا آنکھوں میں۔۔۔"زریان کو حیات کی آنکھوں میں کاجل بہت اچھا لگتا تھا۔۔۔وہ بڑی بڑی آنکھوں سے جب غصہ ہوتے ہوئے دیکھتی تھی تو،اس دیکھنے میں بھی پیار لگتا تھا۔۔۔

"وہ شاید میں رکھنا بھول گئی مجھے مل نہیں رہا"

زریان کی نظریں اسے کنفیوز کر رہی تھیں

"مگر میں نہیں بھولا بیگم صاحبہ!"زریان نے حیات کا ہاتھ بہت پیار سے تھام کر اسے اپنے ساتھ کمرے کے اندر کی طرف لے چلا۔۔۔زریان حیات کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو سنبھال کر رکھنے اور اس کی لاپرواہیوں کو نظر انداز کرتا رہتا تھا۔۔۔منگنی کے بعد سے تو جیسے وہ اس کے لیے بہت ہی خاص ہوگئی تھی۔۔۔ارمش کا پیار دل سے ایسا اترا تھا کہ اب حیات کے علاوہ کوئی دوسرا دیکھائی نہ دیتا تھا۔۔۔

زریان اس کے عشق میں اس قدر ڈوب جاے کہ کچھ اور نظر ہی نہ آئے۔۔۔یہی سب تو وہ چاہتی تھی۔۔۔ہر چیز اس کی چاہ کے مطابق ہو رہی تھی۔۔۔لیکن اسے خوشی نہیں مل رہی تھی۔۔۔

"میں یہی چاہتی تھی۔۔۔اسی لیے تو میں نے سب کیا۔۔۔پھر میں خوش کیوں نہیں ہوں؟میں فری ہو کر ماموں کو فون کرتی ہوں۔۔۔اس کا حل انہی کے پاس ہو گا۔۔۔انہوں نے یہاں تک بھی حل نکالا آگے بھی وہی کریں گے۔۔۔"

حیات انہی سوچوں میں گم تھی جب زریان نے اسے بلایا

پروفیسر یعقوب کو کال۔۔۔لیکن زریان کے ہوتے ہوئے؟وہ بھی تو ابا کی طرح انہیں کچھ زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔۔۔کچھ منگوانے کے لیے کہہ دیتی اور ضد کروں گی کے خود لے کے آئیں۔۔۔ہاں یہ سہی رہے گا۔۔۔

بے دھیانی میں کاجل لگاتی ہوئی حیات زریان کے بلانے پر چونک اٹھی تھی۔۔۔

"کیا سوچ رہی ہو؟میں مدد کروں لگانے میں؟"زریان نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔

"نہیں نہیں میں لگا لوں گی۔۔۔

وہ مجھے بھوک لگی ہے کچھ لے آئیں گے ؟"

حیات کچھ دیر کے لیے زریان سے بس جان چھڑانا چاہتی تھی۔۔۔ورنہ بھوک کا تو نام نشان بھی موجود نہیں تھا

"ابھی لاتا ہوں۔۔۔کیا کھانا پسند کریں گی ملکہ عالیہ ؟"زریان نے باادب ہو کر جھکتے ہوئے کہا۔۔۔وہ تو حیات کی خواہش کی تکمیل کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔۔۔

"کچھ بھی"

حیات نے بے دلی سے جواب دیا

"میٹھا لے آتا ہوں۔۔۔"حیات کو میٹھا بلکل پسند نہ تھا۔زریان نے جانتے ہوئے بھی یہ بات کہی تھی۔۔۔حیات کو بولنے پہ مجبور کرنے کی یہ کوشش بھی ناکام ہوئی تو زریان نے سوچ لیا تھا وہ باہر چلا جائے گا۔۔۔بیوی کو تنگ کر کے وہ اسے اداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

"نہیں میٹھا نہیں۔۔۔ میٹھے کے علاوہ کچھ بھی"

لہجے میں مٹھاس بھرتے ہوئے حیات نے کہا

حیات کو اپنی بے رخی کا خیال آیا تھا۔۔۔ اپنے من چاہے جیون ساتھی کے ساتھ تو وہ بھی یوں برتاؤ نہیں کرنا چاہتی

پیار کرنے والوں کو پیار سے زہر بھی دے دیا جائے تو وہ خوشی سے کھالیں گے۔۔۔۔ یہ تو پھر میٹھے بول تھے جنہیں سنتے ہی وہ بدتمیزی اور بے رخی کا شکوہ زریان کو نہ رہا تھا۔۔۔

زریان کو جاتے دیکھ کر تکیہ نیچے رکھے موبائل کو جلدی سے نکال کر حیات نے پروفیسر یعقوب کا نمبر ملایا تھا۔۔۔۔

نمبر ملانے سے کال ملنے تک کا وقت۔۔۔حیات کو بہت سے منظر یاد دلا رہا تھا۔۔۔یوں ہی پہلی دفعہ اس نے پروفیسر یعقوب کو کال ملائی تھی اور اس کے بعد ایک نا ختم ہونے والا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ حیات اور ارمش کی منگنی پر جا کر ہی ختم ہوا تھا۔۔۔

اور اس کے بعد وہ آج انہیں کال کر رہی تھی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔!پروفیسر یعقوت بول رہا ہوں۔" پروفیسر یعقوب نے اپنا تعارفی نام بتا کر فون سنا تھا۔۔۔وہ اس قدر کام میں مگن تھے کہ فون پہ آنے والے نمبر تک کو بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔بہت دیر سے چپ بیٹھے رہنے کی وجہ سے ان کی آواز بہت بھاری لگ رہی تھی۔۔۔

"ماموں۔۔۔مجھے کیا ہو گیا ہے۔۔۔

آپ کے عمل کا اثر مجھ پر بھی پڑ رہا ہے۔۔۔

میں تنگ آ رہی ہوں اس سے۔۔۔مجھے عجیب عجیب چیزیں نظر آتی ہیں۔۔۔

پلیز کچھ کریں مجھے زریان کے ساتھ خوش رہنا ہے"

حیات حد درجہ پریشان تھی اور اس کی گواہی اس کی آواز اور اس کے لہجے میں موجود ڈر دے رہا تھا۔

"ارے ایسا کیسے ہو سکتا۔۔۔میرے عمل میں نہیں تمھاری کسی کوتاہی سے یہ سب ہو رہا ہو گا۔۔۔"پروفیسر یعقوب نے حیات کو ڈانٹا تھا۔۔۔انہیں یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے ان کے پھیلائے ہوئے اس جال میں حیات کبھی نہیں پھنس سکتی۔۔۔

" کہیں وہ پانی خود تو نہیں پی لیا تم نے ؟؟؟"پروفیسر یعقوب نے اندازہ لگایا۔۔۔

"نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔میں نے پانی نہیں پیا"

حیات پہلے ہی ڈری ہوئی تھی اور اوپر سے پروفیسر یعقوب کی ڈانٹ۔۔۔

اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔۔ آخر اس نے ایسا کیا کیا تھا جو اثر اس پر بھی پڑ رہا تھا۔۔۔

ہو سکتا ہے یہ صرف اس کا وہم ہو اور کچھ بھی نہیں

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔۔۔ میں ہوں نا۔۔۔ وہ کچھ عمل کے لیے کچھ پیسے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے جھوٹی تسلی دی تھی۔۔۔ اندر کے لالچی شخص نے پیسے بٹورنے کے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔۔

"ماموجتنے پیسے چاہیے میں دے دوں گی۔۔۔

پہلے بھی تو اتنے دیے ہیں اور ہر چیز جو آپ کو چاہیے تھی میں نے دی ہے۔۔۔

پلیز کچھ کریں ابھی مجھے زریان کے ساتھ خوش رہنا ہے"

حیات سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔۔۔

وہ ایسی ہی تھی۔۔۔ وہ پہلے بھی اس سب کا سہارا لے چکی تھی اور یہ سب دوبارہ کرنے میں اسے کوئی دقت نہیں تھی

"ایک رات پھر سے۔۔۔ قبرستان۔۔۔ کر پاؤ گی؟" پروفیسر کچھ سوچتے ہوئے بولے۔۔۔ کمرے میں پھیلی بدبودار ہوا میں لمبی سانس لے کر میز پے رکھے مردہ الو کو پروفیسر یعقوب نے یوں اٹھا لیا تھا جیسے وہ مردہ پرندہ نہیں بلکہ چند ماہ کا کوئی چھوٹا انسانی بچہ ہو۔۔۔

"نہیں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ بہت ڈراونا ہوتا ہے۔۔۔ اور زریان۔۔۔ زریان سے کیا کہوں گی۔۔۔"

اسے وہ رات یاد آ گئی تھی جب وہ پہلی دفعہ پروفیسر یعقوب کے کہنے پر قبرستان گئی تھی۔۔۔ وہ کتنا ڈری ہوئی تھی۔۔۔ دوبارہ سے وہاں جانے کا سوچ کر ہی وہ خوفزدہ ہو گی تھی۔

"پھر صبر کرو اور دیکھتی رہو وہ سب۔۔۔ جو بویا وہ کاٹ لو بیٹا جی۔۔۔ اور مجھے بھی تو ارمش۔۔۔۔" پروفیسر یعقوب کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔۔۔ دروازے کے باہر کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی وہ خاموش ہو گئے تھے۔۔۔

"نہیں نہیں میں کرلوں گی"

حیات پروفیسر یعقوب کی بات سے ڈر گئ تھی۔۔۔

"سنیں میں کل آپ کو کال کروں گی مجھے سب تفصیل سے بتایے گا۔۔۔ مجھے لگتا ہے زریان آ گئے ہیں"

یہ کہہ کر حیات نے بنا جواب کا انتظار کیے کال کاٹ دی

حیات کا خدشہ درست ثابت ہوا تھا۔۔۔ مختلف سنیکس لیے زریان کمرے میں آیا تھا۔۔۔

"کس کی کال تھی جناب؟؟" حیات کو فون رکھتے ہوئے زریان نے سوال کیا۔۔وہ بارش میں بھیگ کر آیا تھا۔ اسکے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ بری طرح سے کانپ رہا تھا۔۔۔ گاڑی کے ہوتے ہوئے اس کا یوں بھیگ جانا باعث حیرت تھا۔۔۔

"امی کی تھی بس خیریت پوچھ رہی تھی۔۔۔

آپ اتنا بھیگ کیسے گئے؟"

حیات نے فوراً بہانا بنایا تھا جس پر زریان کو ذرا برابر بھی شک نہ ہوسکے

اپنے بھیگنے کی وجہ وہ کیا بتاتا۔۔۔اسے تو خوشی تھی کہ حیات نے اب تو اسے نظر بھر کے دیکھا تھا۔۔۔حیات کی محبت بھری فکر مندی سے دیکھتی آنکھوں میں موجود کاجل نے زریان کو ساکت کر دیا تھا۔۔۔

جواب کی منتظر حیات کو ان آنکھوں میں چمک دیکھ کر بے چینی سی محسوس ہونے لگی تھی۔۔

"کچھ بولیں بھی تو۔۔۔ اتنے گیلے کیسے ہو گئے۔۔۔

رکیں یہ تولیہ لیں اور بال سو کھائیں میں دوسرے کپڑے دیتی ہوں"

حیات نے اپنی بے چینی چھپانے کی کوشش کی تھی

زریان چپ چاپ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس نے تولیہ لے کر اپنے بال سکھانے شروع کر دیے تھ 5ے۔۔۔ وہ بال ہمیشہ لمبے رکھتا تھا۔۔۔

بال سکھاتے ہوئے اسے اپنی جینز کی جیب میں وائبریشن پہ لگے فون کی تھرتھراہٹ نے رکنے پہ مجبور کیا تھا۔۔۔

حیات اس سب سے بے خبر کپڑے نکالنے میں مصروف تھی۔۔۔

موبائل فون پہ چچی کا نام دیکھ کر زریان کو حیرت ہوئی۔۔۔ابھی تو انہوں نے کال کی تھی۔۔اب پھر سے۔۔۔

کال رسیو کر کے زریان نے سلام چچی کہا تو،

زریان کے منہ سے چچی سن کا حیات کو اپنا جھوٹ یاد آیا تھا۔۔"اب کیا ہو گا۔۔۔زریان کو میرے جھوٹ کے بارے میں پتا چل جائے گا۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو گا"

حیات کو سوچ سوچ کر خوف آ رہا تھا۔۔۔

حیات کپڑے وہیں الماری میں چھوڑ کر زریان کی طرف بڑھی تھی اور زریان کے آگے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے فون لے لیا تھا۔

"حیات کیا کرتی ہو خیریت تو پوچھنے دو۔۔۔"زریان نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔۔۔لیکن حیات کو اس رویے کی رتی بھر بھی پرواہ نہیں تھی۔۔۔ماں کے ساتھ بات کرتی کرتی وہ باہر گیلری میں آگئی تھی۔۔۔بارش تھم چکی تھی اور بادلوں کی اوٹ سے سورج باہر نکلنے لگا تھا۔۔۔بارش کے بعد سرد ہوا چل پڑی تھی۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••^••••••••••••••••••••••••••

شیشے کے سامنے بیٹھی ارمش اپنے ماتھے کو سفید پٹی میں لپٹا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔۔ کل جہاں بندیا تھی آج وہاں لہو کی سرخی تھی۔۔۔ آئینے میں اپنے پیچھے بیڈ پر بیٹھے موبائل فون کی اسکرین پر انگلیاں چلاتے ہوئے شایان کو دیکھ کر ارمش کو وہ شایان یاد آیا تھا جب اسے دادی نے بدکردار ہونے پہ تعنے دیے تھے۔۔۔ گھر کا کوئی بھی فرد اس کے ساتھ نہیں تھا۔۔۔ اس رات شایان آیا تھا۔۔۔ ارمش کو خاموش بیٹھے دیکھ کر اس نے باتیں کرنا شروع کر دی تھیں۔۔۔ ایسی باتیں جو اس سے پہلے کبھی ان دونوں کے درمیان نہ ہوئی تھیں۔۔۔

" کبھی تنہائی میں کسی کا نام پکارا؟ بلند آواز سے ؟" شایان نے گملوں کے پاس بیٹھی ارمش کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

" نہیں پکارنے سے کوئی نہیں ملتا۔۔۔ چاہ کرنے کا فائدہ ہی نہیں۔۔۔ کوئی مل بھی جائے کیا فائدہ ؟" ارمش کسی خیال میں ڈوبی ہوئی نہ جانے کیا کہے جا رہی تھی۔۔۔

" کبھی چاہا کے کسی کا نام لوں ؟ اور وہ بنا آواز سنے، جان لے کے تم نے پکارا ہے۔ "شایان نے ارمش کی آنکھوں میں موجود آنسوں کو دیکھتے ہوئے سوال کر ڈالا۔۔۔ وہ شام سے ہی رو رہی تھی۔۔۔ اب بھی آنسو بنا اجازت چلے آئے تھے۔۔۔۔

""کاش ایسا ہو سکتا۔۔۔ "ارمش نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ مسکرا کے دیکھا تھا تو شایان مزید سوالات ہی بھول گیا تھا۔۔۔ اس خاموش لڑکی کی آنکھیں بہت کچھ کہتی تھیں۔۔۔

"ارمش۔۔۔ کال آرہی ہے تمھارے فون پہ "یہ شایان کی آواز تھی جس نے سوچوں میں گم ارمش کو چونکا دیا تھا۔۔۔ اس کا فون بج رہا تھا اور وہ بے خبر ماضی میں کھوئی ہوئی تھی۔۔۔۔

ارمش نے چونک کر شایان کی جانب دیکھا اور پھر چنگھاڑتے ہوئے فون کی جانب۔۔۔

"اسلام علیکم "

وہ فون کان سے لگائے کمرے سے باہر چلی گئ۔

"وعلیکم سلام۔۔۔بیٹا جی کیسی ہو اور یہ اندھیرا کیوں ہے؟؟سامنے تو آؤ ویڈیو کال کر رہے ہیں بیٹے۔۔۔"ارمش بوکھلاہٹ میں بھول گئی تھی یہ کال وٹس ایپ کی ویڈیو کال ہے اور بھائی کے نمبر سے آئی ہے۔۔۔یہ ابا ہی تھے جنہیں ارمش کا خیال آگیا تھا، ورنہ ماں اور دادی کے سر سے تو بوجھ کم ہوا تھا ارمش کی رخصتی سے۔۔۔وہ بھلا کیوں فون کریں گی۔۔۔

"آپی سامنے تو آئیں۔۔۔"اب کی بار فراز نے بہن کو مخاطب کیا تھا۔۔۔وہ کتنا خوش لگ رہا تھا۔۔۔اس پہ غصہ کرنے والی بہنیں جو اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں تھی۔۔۔

"اوہ سوری ابا وہ اندر شایان سوئے ہوئے ہیں اور باہر اندھیرا کافی ہے

آپ کیسے ہیں"

ارمش نے موبائل کان سے ہٹا کر کیمرے کے آگے ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔۔

وہ اپنا پٹیوں میں لپٹا چہرہ ابا کے سامنے نہیں لانا چاہتی تھی اس لیے اندھیرے کا بہانہ بنا دیا۔

"آپی۔۔۔ دن کے وقت اندھیرا؟" فراز نے بہن کے جواب کو سن کر ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

"تم چپ کرو گے فراز۔۔۔ رکیں ابا میں آپ کو تھوڑی دیر میں فون کرتی ہوں"

ارمش نے اتنا کہہ کر بنا جواب سنے کال کاٹ دی۔

"ارمش اندر آؤ۔۔۔" فون بند ہوتے ہی شایان کی آواز سنائی دی۔۔۔ جسے ارمش اندر چھوڑ آئی تھی۔۔۔

"جج۔جی کیا ہوا؟" ارمش ڈرتے ڈرتے اندر گی کہ خدا جانے اب کیا ہوا تھا

"موبائل دیں گی اپنا؟" شایان نے بنا دیکھے ہاتھ آگے کر دیا تھا۔۔۔

ارمش نے خاموشی سے اپنا موبائل شایان کے ہاتھ میں دے دیا۔

"کسی پرانے عاشق کی کال تھی؟"طنزیہ لہجے اور نفرت بھری نظروں سے شایان نے ارمش کو دیکھا۔۔جو موبائل دے رہی تھی۔۔۔

"جی۔۔۔لاسٹ نمبر پر کال بیک کر لیں"

وہ فون شایان کو پکڑا کر کمرے سے باہر چلی گئ

ارمش یہ جاننے سے قاصر تھی کہ ارمش کے لیے اتنا شک شایان کے ذہن میں کس نے بھرا ہے۔۔۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟وہ اتنے سکون سے موبائل دے کر کیسے جا سکتی ہے۔۔۔موبائل پٹخنے کے لیے ہوا میں بلند ہوا ہاتھ شایان نیچے لے آیا تھا۔۔۔۔یہ اسکا کوئی نیا ڈرامہ ہو گا۔۔۔کوئی نیا کھیل۔۔۔۔مجھے موت کے منہ میں بھیج کر بھی اس لڑکی میں اتنی شرم نہیں کہ معافی ہی مانگ لے اپنے کیے کی۔۔۔شایان کا سر پھٹنے کو تھا سوچ سوچ کر۔۔۔وہ کیسے سچ زبان تک لائے گی۔۔۔کب کہے گی کہ وہ اس کی مجرم ہے۔۔۔۔

"کوئی بلاوجہ کیسے اتنا شک کر سکتا ہے۔۔۔میں نے تو آج تک کچھ ایسا نہیں کیا۔۔۔پہلے دادی کے طعنے اور اب شایان کے"

ارمش کو یہ سب سوچتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سچ میں ہی بد چلن ہو۔۔۔اتنے لوگ تو غلط نہیں ہو سکتے نہ۔۔۔سب کو ایسا لگتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ ایسی ہی ہو۔۔۔

درد کی ایک ٹھیس ارمش کے سر میں اٹھی تھی۔۔۔ارمش نے اپنا ہاتھ بے ساختہ اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔۔۔

رات بے ہوش ہو جانے کے بعد جب اسے ہوش آیا تھا شایان پاس موجود نہیں تھا۔۔۔وہ ایسے ہی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔۔۔

سر اب بھی چکرا رہا تھا لیکن وہ دیوار کا سہارا لے کر واشروم تک گئی تھی۔۔۔زخم کو پانی سے اچھی طرح صاف کر کے اس نے خود ہی الماری سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر پٹی کی تھی۔۔۔

اسے پٹی کرنا کہاں آتی تھی۔۔۔

اسی لیے اب تک درد ہو رہا تھا۔۔۔

کہاں وہ ارمش جو خون سے خوف کھاتی تھی اور کہاں یہ جو خود اس حالت میں اٹھ کر اپنی پٹی کر رہی تھی۔۔۔

لیکن حالات انسان سے کچھ بھی کرنے پر مجبور کروا دیتے ہیں

کمرے کے اندر اور باہر موجود دونوں ہی لوگوں کو سوچوں نے گھیر رکھا تھا۔۔۔ ایک کو اپنے آپ سے نفرت ہو رہی تھی تو دوسرے کے دل میں بھی رحم پیدا نہ ہوا تھا۔۔۔ رات کو یوں خون میں لت پت چھوڑ جانے پے شایان کو کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔۔۔ مگر مسز جانسن کی وہ بچپن کی سیکھائی اچھی اچھی باتیں وہ پل بھر میں بھول گیا تھا۔۔۔ نفرت میں آ کر وہ کیا کر رہا تھا۔۔۔ کیوں نہ کرتا۔۔۔ اس نے بھی اپنی زندگی قربان کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔۔

•••••••••••••••••••••••••••••^•••••••••••••••••••••••••••••••

"یہ میرے کپڑوں پہ خون کے دھبے کیسے؟" اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے زریان اب حیات کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں کل رات ہی واپس آئے تھے اور آج زریان کو دفتر جانا تھا۔۔۔جب وہ تیار ہونے گیا تو اس کی شرٹ پہ خون کے دھبے موجود تھے۔۔۔

"یہ۔۔۔

یہ کیا ہے زریان؟

تمھارے کپڑوں پر خون کیسے؟؟

کوئی چوٹ تو نہیں لگی؟"

زریان کی شرٹ پر خون دیکھ کر حیات ڈر گئی تھی۔۔۔

"مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔یہ کپڑے تو ابھی اندر سے لایا ہوں میں۔۔۔اور رات تم نے ہی استری کر کے رکھے تھے نا۔۔۔"زریان کو حیرت کے ساتھ ساتھ اب غصہ آرہا تھا۔۔۔اسکے کپڑوں پہ ایسے دھبے پہلے بھی آتے تھے۔۔۔جب ارمش اور زریان کے رشتے کی بات ہونے لگی تھی اس کے بعد سے۔۔۔مگر اسے آج اتنی حیرانی کیوں ہورہی تھی،وہ خود بھی جان نہیں پایا تھا۔۔

"ہاں لیکن استری کرتے وقت نہیں تھے۔۔۔

میں نے خود استری کر کے ہینگ کیے تھے"

حیات بھی حیران تھی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔

"ہمم۔۔۔تمہیں کیسے معلوم ہو گا۔۔۔"زریان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔اس نے اگر حیات کو یہ سب بتایا تو شاید وہ گھبرا جائے گی۔۔۔یہ تو معمول ہی بن چکا تھا زریان کے لیے۔۔۔

"میں تمھیں دوسری شرٹ پریس کر دیتی ہوں۔۔۔

یہ مجھے دے دو میں دھلوادوں گی دن میں"

حیات نے زریان کے ہاتھ سے شرٹ لیتے ہوئے بولا

حیات کے ذہن میں کئی چیزیں چل رہی تھیں جسے وہ اب صرف پروفیسر یعقوب سے بات کر کے ہی حل کر سکتی تھی۔

شرٹ دیتے ہوئے زریان نے حیات کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے جانے سے روکا۔۔۔

"چچانے کھانے پہ بلایا ہے آج۔۔۔ آفس جاتے ہوئے تمہیں وہاں چھوڑ دوں یارات میں میرے ساتھ چلو گی"!

زریان نے مسکراتے ہوئے حیات کے چہرے پہ آنے والے بالوں کو ہٹاتے ہوئے بہت پیار بھری آواز میں سوال کیا۔۔۔ حیات کو زریان کا یہ ہی روپ تو دیکھنا تھا۔۔

"تمھارے بغیر جا سکتی ہوں؟ رات کو ساتھ چلیں گے"

حیات کے چہرے پر تو جیسے رنگوں کی بہار تھی۔۔۔ ہر من چاہی چیز اس کو میسر تھی۔۔۔ اور پھر اس کا من چاہا شوہر جو اس سے اس قدر پیار بھی کرتا ہو۔

"ٹھیک ہے بیگم۔۔۔ اور شام میں جلدی تیار ہو جانا۔۔۔ یہ نہ ہو میرے آنے کے بعد تیار ہونا شروع ہو۔۔۔۔" دوسری شرٹ لے کر زریان کپڑے بدلنے کے لیے چل دیا۔۔۔ وہ کتنا خوش لگ رہا تھا۔۔۔

زریان کے تیار ہونے اور ناشتہ کرنے کے بعد اسے دفتر کے لیے بھیجنے تک کے دوران تمام وقت میں حیات کپڑوں پہ موجود خون کے متعلق ہی سوچتی رہی۔۔۔ زریان نے حیات کو یوں کھوئے ہوئے دیکھ کر اس سے وجہ پوچھی تو تھکن کا بھانا بنا کر حیات نے زریان کو قائل کر لیا۔۔۔

کپڑوں پہ موجود خون پروفیسر یعقوب کے کسی عمل کی وجہ سے ہی ہو گا۔۔۔مجھے انہیں بتانا ہو گا

۔۔ایسا ہی ہو تا رہا تو بات بگڑ جائے گی۔۔۔زریان کو شک ہو سکتا ہے یا وہ کسی سے اس بارے میں بات بھی تو کر سکتا ہے۔۔۔۔

زریان کی گاڑی نے جب گلی کا موڑ کاٹا تو حیات بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی۔۔۔وہ بے چینی میں پہلی بار ناخن چبا رہی تھی۔۔۔۔

"ماموپتا ہے کیا ہوا۔۔۔

آج زریان کی شرٹ پہ خون۔۔۔

یہ اس سب کا اثر ہم پر کیوں ہو رہا ہے ؟؟

ماموآپ نے تو کچھ نہیں کیا؟؟؟"

کال ملتے ہی حیات اپنا قصہ لے کر شروع ہو گئ تھی۔۔۔

سلام دعا کی ضرورت نہ کبھی پروفیسر یعقوب کو ہوئ تھی اور نہ کبھی حیات کو

ویسے بھی اس وقت ماموکی طبعیت جاننے سے زیادہ اہم زریان تھا۔۔۔

"خون؟ کیسا خون بیٹی؟؟؟" پروفیسر صاحب جو اپنی بیوی کے ساتھ تھے نہایت ادب کے ساتھ بولے تھے۔۔

"ماموپلیز کہیں سائیڈ پر جائیں مجھے ضروری بات کرنی ہے"

حیات ان کے ادب تہذیب کے بات کرنے پر ہی سمجھ گئ تھی وہ کسی کے پاس ہیں اس لیے ایسا بول رہے ہیں

"جی جی بیٹے کیوں نہیں۔" کرسی سے اٹھتے ہوئے انہوں نے بیگم کو اشارے سے سمجھایا کہ کالج سے کوئی فون آیا ہے۔۔۔

چوروں کی طرح وہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے باہر کی جانب بڑھے جب انکا سامنا ارمش سے ہوا۔۔۔ جو شایان کی ویل چیئر کو کمرے کی جانب لے جارہی تھی۔۔۔ شایان اٹھ چکا تھا اور اسے ویل چیئر میں بیٹھنا تھا۔۔۔ کمرے کے باہر ویل چیئر رکھوانے کی کوئی وجہ ارمش کی سمجھ میں تو نہیں آئی تھی۔۔۔ لیکن جیسا شوہر کہے۔۔۔

پروفیسر یعقوب اب لان میں آچکے تھے۔۔۔

"کیسا خون حیات ؟؟؟" اب آواز میں خوشامد نہیں بلکہ وہی رعب در آیا تھا جو ان کی پہچان تھا۔۔۔

"ماموکل میں نے زریان کی شرٹ استری کر کے رکھی وہ بلکل ٹھیک تھی اور صبح زریان نے نکالی تو اس پر خون کے دھبے۔۔۔

ماموں یہ سب کیا ہے ؟؟"

حیات حد درجہ ڈری ہوئی تھی۔۔۔

اگر کبھی جو زریان کو یہ سب پتا چل گیا تو؟؟

"پتہ نہ چلے اس کی احتیاط تمہیں کرنا ہو گی حیات۔۔۔" اپنے آپ کو اس سب سے الگ کرتے ہوئے پروفیسر یعقوب نے جھٹ سے جواب دیا۔۔۔ انکی نظریں ارمش اور شایان پہ تھی، وہ دونوں باہر ہی آرہے تھے۔۔۔

"خون جس وجہ سے ہے وہ تم ہی درست کر سکتی۔۔۔ ایک رات کا عمل ہے بس۔۔۔ اگلے دو روز میں سے کسی بھی ایک رات۔۔۔" ادھورے جملے میں بھی بات مکمل تھی۔۔۔

"ماموں مگر میں زریان کے ہوتے ہوئے عمل کیسے کر سکتی ہون؟"

"پھر کہو میں کیا کروں؟ بند کر دوں عمل؟" پروفیسر یعقوب کو یوں لگ رہا تھا جیسے شایان ان کی باتیں سن رہا ہے۔۔۔ وہ اتنے فاصلے پہ ہونے کے باوجود بھی بڑے غور سے پروفیسر یعقوب کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

"نہیں نہیں بند نہیں کرنا"

حیات کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔۔۔

"میں تیار ہوں۔۔۔ آج رات کو ہی عمل کریں گے "

ایک لمبی سانس لینے کے ساتھ حیات نے بولا۔۔۔ جیسے اس نے فیصلہ کر لیا تھا

"آج رات ؟؟ آج تو تمھارے میکے میں دعوت ہے۔۔۔" پروفیسر یعقوب خود بھی آج رات کے لیے تیار نہ تھے۔۔۔

"ہاں میں دعوت کے بعد امی کی طرف ہی رک جاؤں گی۔۔۔

وہاں سے تو میں پہلے بھی کر چکی ہوں وہاں اتنا مسئلہ نہیں ہو گا مجھے "

حیات اپنا سارا لائحہ عمل طے کر چکی تھی

"اور اگر اب کی بار ارمش بھی وہاں رکی تو؟" پروفیسر یاقوت نے اب اپنے اندر چھپے ہوئے اندیشے کو ظاہر کیا تھا۔۔۔ گھر میں ارمش کی نظریں پروفیسر صاحب کو زچ کرنے لگی تھیں۔۔۔ یا شاید یہ انکا وہم تھا کہ ارمش نے اس کمرے میں کچھ ایسا دیکھ لیا ہے۔۔۔

"یہ آپ کا کام ہے آپ اسے نہیں رکنے دیں گے "

حیات کو کسی بھی حال میں یہ سب کرنا تھا اور آج کے بعد اس کے لیے کرنا نا ممکن سا ہو جانا تھا۔

"مم میں کیسے روک سکتا ہوں پاگل ہو گئی ہو لڑکی۔۔۔ "پروفیسر یعقوب کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔۔۔ وہ شایان کے ہوتے کیسے ارمش کو رکنے سے منع کر سکتے تھے۔۔۔ حیات کا یہ کہنا سمجھ سے باہر تھا پروفیسر یعقوب کی۔۔۔

"مامو۔۔۔ بھول گئے ہیں پہلے ہم شایان سے کتنے کام کروا چکے ہیں ایک اور نہیں کروا سکتے ؟"

حیات بھی بضد تھی کہ انہیں آج ہی سب کرنا ہو گا۔

"وہ کام ؟؟؟ وہ تم کرواتی تھی۔۔۔ آج کروا سکو گی ؟؟؟" پروفیسر یعقوب کو حیات کے بچپنے پہ غصہ آنے لگا تھا۔۔۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔

آج کے بعد یہ کام نہیں ہو سکے گا۔۔۔

کسی بھی حال میں یہ آج ہی کرنا ہو گا"

"ٹھیک ہے رات میں ملتے ہیں۔۔۔ قبرستان تک تو خود پہنچ جاؤ گی نا؟" پروفیسر یعقوب نے حیات سے پوچھا۔۔۔

"قبرستان؟ کس نے جانا ہے؟" یہ عصمت کی آواز تھی۔۔۔جو ابھی ابھی پروفیسر یعقوب کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئیں تھیں۔۔۔انہوں نے پروفیسر یعقوب کے منہ سے قبرستان پہنچنے کی بات سن لی تھی۔۔۔

"ارے آپ؟ وہ میری ایک شاگرد ہے کالج کی۔۔۔اسکی ماں کے لیا دعا کرنی ہے نا۔۔۔"عصمت بیگم کے سامنے فوراً سے اپنی اخلاقی اقدار کو نمایاں کرنے لگے تھے۔۔۔انکی شہرت کالج میں ایک بہت ہی اچھے سکالر کی تھی۔۔۔

"مجھ ناچیز کو دعاؤں کا کہتے ہیں لوگ۔۔۔دیکھیں آپ نے میری زندگی کیسے بدل ڈالی ہے نا۔۔۔"باتوں کا جال بن کر شکار کر لینا پروفیسر یعقوب کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔۔۔

"پروفیسر صاحب یہ تو میری خوشنصیبی کے میری قسمت میں آپ تھے۔۔۔"

عصمت بیگم پر پروفیسر یعقوب کے الفاظ کا اثر بہت گہرا تھا۔۔۔..........................^..........................

"مسز جالس مجھے تو ایسے لگتا ہے۔ میری تمام غلطیوں کو اس معاشرے نے یاد کر لیا ہے۔

حفظ کر چکے ہیں۔۔۔

اور سب مل کر سزا دے رہے۔۔۔"

اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر ارمش نے کہا۔۔ وہ رات کے کھانے کے بعد ابا کے گھر سے آگئی تھی۔۔۔ شایان نے رکنے نہیں دینا تھا اور نہ ہی ارمش وہاں رکنا چاہتی تھی۔۔۔

وہ ابھی ابھی کافی دے کر آئی تھی شایان کو کمرے میں۔۔۔ اور ہاتھ کا جلنا!!!!... شایان کے ہوتے ہوئے کہیں اور سے چوٹ پہنچ جائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔

گرما گرم کافی شایان نے ہاتھ پہ انڈیل دی تھی۔۔۔ کیوں؟؟ کون جواب دے سکتا تھا اس کیوں کا؟؟؟

مسز جانسن کے پوچھنے پر کہ ہاتھ کیسے جل گیا۔۔۔ ارمش نے وہ جواب دے دیا تھا۔۔۔ وہ مسز جانسن کی اپنائیت کی وجہ سے ان کی جانب رجھتی چلی گئی تھی۔۔۔

اپنی ساس سے بڑھ کر وہ مسز جانسن سے کھل کر باتیں کر سکتی تھی۔۔۔ مسز جانسن کے لیے ارمش بھی بلکل شایان کے جیسی تھی۔۔۔ مگر اب نہ جانے شایان کیوں ان سے کھینچا سا رہتا تھا۔۔۔

"ارمش ڈیئر۔۔۔ جب ہم طوفان سے، کسی مشکل سے نکل کر باہر آتے ہیں۔۔۔ ہم وہ نہیں رہتا، جو اندر جاتے ہے۔ ہم بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔۔۔ یہ مشکلات یہ کٹھنائیاں یہ تکلیف اور دکھ کے طوفان اسی لیے تو آتا ہیں۔۔۔" مسز جانس نے ارمش کے ہاتھوں پر مرحم پٹی کرتے ہوئے اسے دلاسہ دیا۔

لیکن ارمش ان سب باتوں کو سن کر اب تھک سی گئی تھی۔ اسے یہ سب بس کہنے کی باتیں ہی لگتی تھی۔ حقیقت میں کب ایسا ہوتا ہے۔۔۔

جب کچھ بگڑتا ہے تو بگڑتا چلا جاتا ہے۔۔۔ ظالم کا ظلم بڑھتا ہے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوتا۔۔۔ یہ کیسی باتیں ہیں جو کہنے سننے میں دلکش لگتی ہیں مگر حقیقی دنیا سے ان باتوں کا تعلق اب تک ارمش کے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔۔۔

مسز جانسن کی بات میں ارمش کے لیے یوں تو بہت کچھ تھا۔ مگر ارمش اس وقت اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔ فراز کی وجہ سے میکے سے جو تعلق وہ رکھنا چاہتی تھی۔۔۔ فاریہ اور فراز کے لیے تب ہی کچھ کر سکتی تھی جب وہ خود مضبوط ہو گی۔۔۔

لیکن شایان کا رویہ ایسا کبھی ہونے دے گا بھی یا نہیں۔۔۔وہ کب تک ایسے شک کرتے رہیں گے؟؟؟ کیا ان تک وہ باتیں پہنچ گئی تھیں جو بند کمرے میں ہوئی تھیں۔۔۔

اگر ایسا تھا تو شایان نے رشتہ بھیجا ہی کیوں۔۔۔ارمش اب یہ باتیں سوچتی ہوئی گھر میں بے مقصد ٹہلنے لگی تھی۔۔۔ عصمت بیگم اپنے کمرے میں تھیں اور شایان بھی۔۔۔جبکہ مسز جانسن بھی ابھی سونے کے لیے چلی گئی تھیں۔۔۔یہ اتنا بڑا گھر ارمش کو وحشت زدہ کر رہا تھا۔۔۔

ارمش گھر کے جس حصے میں اب داخل ہوئی تھی اس کے بارے میں وہ جانتی تک نہیں تھی۔۔۔راہداری کے آخری سرے پر واقع کمرے کے بند دروازے کے باوجود اندر سے سرخ رنگ کی روشنی باہر آرہی تھی۔۔۔

اِس کمرے کے باہر کھڑے ہوئے بھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی طاقت ہو۔۔۔کچھ ایسا جسے ارمش نہیں دیکھ سکتی ہو۔

ہاتھ دروازے کے طرف بڑھاتے ہوئے اُسے اپنے جسم میں جھرجھری سی محسوس ہوئی تھی۔

بظاہر بند لگنے والا دروازہ ارمش کے ہلکے سے چھو جانے پر کھل گیا تھا۔۔ بنا کسی آواز کے دروازہ کھلا تو ارمش کا دل کچھ سنبھل گیا۔۔ ورنہ وہ اچانک ٹوٹنے والی اس مصیبت سے گھبرا چکی تھی۔۔۔ کوئی آ گیا تو۔۔۔

ارمش نے ہاتھ بڑھا کے دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔۔۔ مگر یہ کیا۔۔۔ کمرے کے اندر کسی پرندے کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آرہی تھی۔۔۔

ارمش نے اپنی چیخ کو روکنے کے لیے منہ پہ ہاتھ رکھنا چاہا تھا مگر اس سے پہلے ایک مردانہ ہاتھ اسکے نرم سے چہرے کو دبوچتے ہوئے اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا کمرے سے دور لے گیا تھا۔۔۔ آنے والے شخص نے ارمش کو سنبھلنے کا موقع تک نہ دیا تھا۔۔۔

لان تک وہ اس آدمی کے زور پر گھسیٹتی چلی گئی تھی۔۔۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس غصے میں ارمش کو درد پہنچا رہا تھا۔۔

"کیا چاہتی ہو تم؟ زندہ بچ جانا کافی نہیں ہے تمھارا؟ کیوں گئی تھی اس کمرے میں۔۔۔" ارمش کو ایک جھٹکے سے کرسی پر پھینکا گیا تھا۔۔۔

ارمش نے بجلی کی سی تیزی میں پلٹ کر دیکھا۔۔۔ جو منظر اسے دیکھائی دیا وہ ناقابل یقین تھا۔۔۔

"کک کون؟ کون ہو تم؟"

وہ جو کوئی بھی تھا چہرے کو ماسک کی مدد سے اچھے سے چھپایا گیا تھا لیکن آواز۔۔۔ آواز سے اسے کچھ شبہ سا گزرا تھا لیکن وہ اپنے ہی خیال کو جھٹکتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"تمھارا دشمن۔" اجنبی نے ارمش کی جانب لپکتے ہوئے کہا۔۔۔ اس نے ارمش کے بالوں کو جھٹکا تھا اور جلدی سے مٹھی بند کر کے ہاتھ جیب میں ڈال لیا تھا۔۔۔ وہ ارمش کے قریب ہوا تو ارمش کو نہ جانے کیوں اس سے خوف محسوس نہ ہوا تھا۔۔۔

وہ یوں کسی غیر کے اچانک سے قریب آنے پر کیسے اتنی پر سکون تھی۔۔۔ کیا سچ مچ اسکا کردار برا ہو گیا تھا۔۔۔ یہ خیال آتے ہی ارمش کانپنے لگی۔۔وہ آنے والا جلدی سے پلٹا اور گھر کی عقبی دیوار کی جانب تیز قدموں سے بڑھنے لگا، ارمش تھوڑی سے ہمت کر کے اسکا پیچھا کر سکتی تھی۔۔۔ مگر نہ جانے کیوں۔۔۔ ارمش چاہتے ہوئے بھی یہ نہ کر سکی۔۔۔

•=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○•

انصاف جو ہمیشہ اصولوں کے بجائے طاقت کا ساتھ دیتا ہے۔۔۔اب شاید ارمش کے ساتھ طاقت کا توازن بہتر ہونے کے باعث انصاف نے اپنی آنکھیں باقی سب سے پھیر لی تھیں۔۔۔

اس رات کو گزرے ہوئے چھ ماہ ہو چکے تھے۔اس دوران ارمش کی زندگی کچھ زیادہ تو نہیں بدلی تھی۔ مگر پہلے جیسی مشکلات بھی باقی نہ رہی تھیں۔

کل تک جس ارمش کو ماں، حیات اور اپنی صحت سے لڑنا پڑتا تھا۔باتیں سنتی اور سہتی تھی اب ارمش کے لیے بس ایک شایان ہی رہ گیا تھا۔

جو اپنے رویے کی وجہ سے ارمش کو خود سے دور کیے رکھتا تھا۔ اس دوری میں بھی اپنائیت تھی۔ نظریں چرا کر اپنی جانب دیکھتے ہوئے ارمش نے بہت بار دیکھا تھا شایان کو۔ شاید وہ اظہار کے معاملے میں بلکل اناڑی واقع ہوا تھا۔

دوسری جانب حیات کی سجی سجائی سیج کے پھولوں میں خوشبو کے بجائے ٹوٹے ارمانوں اور خوابوں کی متعفن بدبو پیدا ہو گئی تھی۔

وہ زریان جو حیات کے سامنے بچھا چلا جاتا تھا اب بدمست ہاتھی کی طرح گھر آتا تو سو یا رہتا۔۔۔ دفتر سے رات گئے گھر آنے کا معمول بن گیا تھا۔

یوٹیوب پر گانے کی ویڈیو لگاتے وقت نہ جانے کیسے حیات کا ہاتھ سے اصل ویڈیو کے بجائے نیچے دی گئی کسی پارٹی کی ویڈیو کلک ہو گئی تھی۔۔۔ حیات کو وہ لوگ کافی سلجھے ہوئے سے لگے اسنے ویڈیو بند کرنے کے بجائے اسی میں لگے گانے کو انجوائے کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہینڈ فری لگائے ہوئے حیات گانے کی دھن پر جھوم رہی تھی۔

وقفے وقفے سے وہ سکرین پر نظریں ڈال کر اسکے اختتام کے متعلق بھی جاننا چاہتی تھی۔۔۔اب کی بار حیات کی نظر اٹھی تو سامنے دیکھائی دینے والے منظر نے حیات کا دل اچھال کر حلق میں لا چھوڑا تھا۔

ویڈیو میں ایک لڑکی ناچ رہی تھی۔ جس کے جسم پر لباس اس قدر کم تھا کہ بیان کرنے میں نہیں آتا تھا۔لڑکی جس مرد کے ساتھ ناچ رہی تھی وہ کوئی اور نہیں تھا بلکہ زریان تھا۔۔۔

زریان کو یہ سب کرتا دیکھ کر حیات کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔۔

~~

•••••••••

○○○○○○○○○○○

۸

~~

....

○○○○○○○○○○

ویڈیو کا صدمہ کم نہ ہوا تھا کہ ایک نیا جھٹکہ لگنے کے لیے تیار تھا۔۔۔ زریان کے گھر آتے ہی حیات نے اپنی جلد بازی کی وجہ سے ویڈیو والی بات کر دی تھی۔ جسے زریان نے آفس پارٹی کا بول کر بات دبانے کی کوشش کی تھی۔۔ اور حیات کو یہ جتلانے کی کوشش بھی کی تھی کے "اپر کلاس" میں ایسا ہونا معمول کی بات ہے۔۔۔

اپنی باتوں کی مٹھاس میں وہ حیات کی کڑواہٹ جذب کرتا گیا تھا۔۔۔ اور اب جبکہ وہ اسکے سامنے زریان کے ہی دیے کپڑے دیکھ رہی تھی تو اسکے چہرے کی رنگت بدلتی جا رہی تھی۔

"رات کے فنکشن میں جانے کے لیے یہ لباس؟ آپ کا دماغ چل گیا ہے زریان؟" حیات حیرت کے مارے تقریباً چیختے ہوئے بولی تھی۔۔۔

زریان جو موبائل فون کی جانب دیکھ رہا تھا، سوال سے زیادہ حیات کے لہجے پر چونکا تھا۔

"حیات۔۔۔۔" دھاڑتے ہوئے زریان نے حیات کو اس کے ہی انداز میں جواب دیا۔۔۔

"یہ یہ پہن کے جاوں گی؟ پاگل ہو گیا؟ میں جا رہی اتارنے اور نہیں جانا مجھے کہیں۔۔" حیات پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔۔۔۔

اس کے جانے کے بعد زریان بھی جلدی ہی کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔اسے آج کی پارٹی میں شرکت لازمی کرنی تھی۔ حیات کا موڈ اور دماغ بعد میں بھی درست کیا جا سکتا تھا۔۔۔

•=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○=○○○○○•

اپنی پرانی ڈائری گود میں رکھے ہوئے شایان نے صفحات کو الٹتے پلٹتے چائے کی چسکی لی۔۔۔وہ آج بہت دن بعد یوں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آج ارمش پے غصہ بھی نہیں کیا تھا۔ ارمش جو صوفے پر بیٹھی کتاب منہ کے آگے رکھے اونگھ رہی تھی، شایان کے سونے کی منتظر تھی۔ کب شایان سوئے تو وہ بھی نیند پوری کرے۔۔ شایان سے پہلے سونے کی غلطی کر کے وہ رات بھر سزا کاٹنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔

"ارمش سو گئی ہو؟" شایان نے ڈائری ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"ہں نہیں۔۔۔ نہیں تو"

ارمش شایان کے بولانے پر چونکی تھی۔ اسکے چونک جانے سے شایان خود ہی مسکرا دیا۔ وہ اس لڑکی کو درد دے کر تھک چکا تھا مگر وہ اب تک چپ تھی۔۔۔

"بہت دیر سے صفحہ پلٹنے کی آواز نہیں آئی تمھاری کتاب کی۔۔۔"

شایان نے ویل چیئر بستر کی جانب موڑتے ہوئے کہا۔۔وہ بیڈ کے قریب پہنچ چکا تھا۔اسے آج ارمش کو مدد کے لیے بلانا ہی پڑے گا۔۔۔ورنہ ملازمین کے ہوتے وہ ارمش کو ایسا کوئی کام نہ کہتا تھا جس سے اسے چھونا پڑے۔۔۔ویل چیئر کے ٹائروں پے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوتی جارہی تھی۔۔۔

"جی وہ میں کچھ سوچ رہی تھی اس لیے آگے پڑھا نہیں"

ارمش شایان کے بنا کہے ہی اٹھ گئ تھی۔شایان کو اس کی ضرورت تھی اور وہ تابعدار بیوی کی طرح اب شایان کی مدد کررہی تھی۔

"تمہیں مجھ پہ غصہ نہیں آتا۔۔"بیڈ میں بیٹھتے ہوئے شایان نے اگلا سوال کیا تھا۔۔۔ارمش کیا سوچ رہی تھی وہ پوچھنا چاہتا ہی نہیں تھا یا ابھی یہ سوال کرنے کا وقت نہیں تھا۔۔یہ شایان ہی جانتا تھا۔۔

"غصہ کیوں ؟"

ارمش کمبل درست کرتی ہوئے سادہ سے لہجے میں بول رہی تھی۔ کیا میں بھی غصہ کرنے کا حق رکھتی ہوں؟ یہ وہ سوال تھا جو وہ صرف سوچ پائی تھی یہ سوال کرنے کی حماقت وہ ہرگز نہیں کر سکتی تھی۔

"تو پھر ترس آتا ہو گا مجھ پر؟" شایان نے ایک اور سخت سوال کیا۔۔ وہ ایسی باتیں کر کے ارمش کو اذیت دے رہا ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔ مگر ارمش کے جوابات نے اسے مزید الجھا دیا تھا۔۔ وہ کیسے شادی کے بعد سے اب تک سب سہتی رہی تھی۔۔ پہلی ہی رات سر پھاڑ ڈالا۔۔

کبھی گرم چائے تو کبھی پاؤں پر سے ویل چیئر گزرانے کے بجائے وہیں کھڑی کر دینا۔۔ رات رات بھر کام کاج کروانا۔۔۔

اور ارمش!!!! چپ۔۔۔ ایسا جرم کرنے کے بعد بھی کوئی کیسے سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔۔ وہ چاہے تو اب بھی شایان کو نقصان دے سکتی ہے مگر وہ کچھ ایسا کیوں نہیں کرتی۔۔۔

"نہیں"

ارمش نے ایک لفظ میں جواب دیا تھا۔ لہجہ کو نرم رکھا گیا تھا تاکہ دکھ یا غصے کا کوئی عنصر نمایاں نہ ہو۔

وہ اب کمبل درست کر کے صوفے پر جا کہ بیٹھنے لگی تھی۔۔۔شایان کے جاگتے ہوئے اس کے پاس بیٹھنے کی ہمت ارمش میں ابھی نہیں تھی۔۔۔۔

"ہم باتیں کر سکتے ہیں اگر تم چاہو تو۔۔۔"شایان نے ٹیبل لیمپ کو بند نہ کیا تھا۔۔۔وہ آج ارمش کی طرف سے نظریں ہٹا ہی نہیں رہا تھا۔۔وہ اس مجرم ارمش کے بجائے پرانی ارمش میں کھویا تھا جس رات وہ لڈو کھیل رہے تھے۔۔۔وہ اداس سی ارمش جو ہارنے سے ڈر رہی تھی اور بار بار آنکھیں بند کر لیتی تھی۔۔۔

"باتیں!

جی ٹھیک ہے کر لیتے ہیں"

شایان کو نہ کرنا، مطلب اپنی شامت کو خود دعوت دینا۔ ارمش کو اس میں بھی اپنے لیے کوئی نئی سزا ہی نظر آ رہی تھی۔

"تمہیں میں کیسا لگتا ہوں ارمش" ارمش شایان کے بار بار اپنا نام لینے پر بہت بے چین ہو رہی تھی یہ احساس کیسا عجیب سا تھا۔۔۔چاہت تھی؟ یہ کیا تھا۔۔۔

"جی! کیا مطلب؟"

شایان کا لہجہ ارمش پر حیرت کے پہاڑ گرا رہا تھا۔۔ یہ وہی شخص تھا جس نے کل صرف چائے میں چینی کم ہونے کی وجہ سے چائے ارمش کے ہاتھ پر گرا کر جلا دیا تھا۔۔ جبکہ چینی بھی ٹھیک ہی تھی۔

"اردو ہی بول رہا۔۔ یا سنائی کم دیا؟" شایان نے مصنوعی غصہ کیا تھا۔۔ وہ بے چینی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔ ارمش کے ساتھ وہ جانے کتنے برس سے اس پیار کی ڈور میں بندھا ہوا تھا۔۔ وہ جو پل بھر میں شرما جاتی تھی۔۔ پہلی بار جب سالگرہ کی مبارکباد دیتے ہوئے ارمش کو تحفہ دیا تھا۔۔ ہاتھ سے ہاتھ کے مس ہونے پر وہ کیسے چونک گئی تھی۔۔ اس لمحے آنکھوں میں دیکھنے کا وہ منظر شایان کبھی بھول نہ سکا تھا۔۔

"جی.i am sorry"

ارمش سر جھکا گئ تھی اب خدا جانے کون سی سزا اس کی منتظر تھی۔

"میرے سوال کا جواب سمجھوں ؟؟ یہ سوری۔۔۔" شایان نے ارمش کی طرف بنا دیکھے کہا تھا۔۔ وہ اسکے دیکھنے سے بات نہ کر سکے گی۔۔ اگر ایسا ہوا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔

"نہیں! نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا"

ارمش شایان کے اس طرح کہنے پر سٹپٹا گئ تھی۔

"شایان یا زریان۔۔۔" ارمش کے جواب پے ایک اور سوال اٹھا تھا۔۔ سوال تھا یا امتحان۔۔۔

"شایان"

ارمش شایان کے سوال پر حیران ہوئی تھی لیکن ان میں سے اگر ایک کو چننا ہو تو وہ ہمیشہ شایان کو چنتی۔۔۔ اس مرد کو کبھی نہ چنتی جو کسی تیسرے کے زندگی میں نہ آنے کا کہہ کر خود دوسرے کا ہو گیا تھا۔

"شایان۔۔۔" شایان نے حیرت سے اپنا ہی نام دوہرایا۔۔۔ اسکی آنکھوں میں موجود حیرت باآسانی دیکھی جا سکتی تھی۔۔۔ شایان کے پاس پوچھنے کے لیے سوال ختم ہو گئے تھے۔۔۔ مگر خود سے کرنے کے لیے ڈھیروں سوال جمع ہو گئے تھے۔۔۔ بات چیت ختم کر دی جائے؟؟؟ نہیں۔۔۔ ہو سکتا ہے ارمش کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔۔۔ شایان نے جلدی سے فیصلہ لیا۔۔۔

"کوئی سوال نہیں کرو گی؟؟ ہم نے باتیں کرنا تھی۔۔۔ یا میں نے انٹرویو لینا ہے۔۔" شایان نے اپنا نام لینے کی وجہ پوچھنے کے بجائے کھسیانہ ہو کر بات کا رخ بدلا۔۔۔

"جی پوچھنا ہے مجھے لیکن شاید آپ کو اچھا نہ لگے"

ارمش نے ہمت کر کے آج شایان کی سامنے بول ہی لیا تھا۔۔۔ کیا ہے نہ بول کر بھی تو سزا ہی ملتی ہے۔

"وعدہ کرتا ہوں۔۔۔ میں کچھ بدتمیزی نہیں کروں گا۔۔"شایان کے اندر بے چینی تھی۔۔نہ جانے کون سا سوال آئے گا۔۔۔

"پرامس؟"

ارمش اپنی تسلی کرنا چاہتی تھی۔۔۔

"جی جی پرامس۔۔"شایان کی ہنسی نکل گئی تھی ارمش کے یوں بچوں جیسے پوچھنے پر۔۔۔

"مجھ سے نفرت کی وجہ کیا وہ میسجز ہیں جو پتا نہیں کس کو کیے اور کس نے کیے؟"

شایان کے جواب سے پہلے ہی ارمش نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں

ارمش کے جو دل میں تھا وہ بول تو دیا تھا لیکن شایان کا کیا بھروسہ کہ اب وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔

"ارمش پانی۔۔" شایان کی آواز بہت دیر بعد آئی تھی۔۔۔ ارمش کا سوال سنتے ہی شایان کی آنکھوں میں سرخی آگئی تھی۔۔ وہ تکلیف دہ منظر نظروں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔۔۔ تو آج ارمش اس بات کی جانب آہی گئی تھی۔۔۔

آج بات صاف ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔۔۔۔ مگر شایان کی سانس پھولنے لگی تھی اور پانی دور تھا۔۔۔ اسے ابھی بھی ارمش کا سہارا چاہیے تھا۔۔۔۔ یا کم از کم دکھاوے کے لیے ہی سہی۔۔۔۔

"یہ۔۔ یہ پانی پی لیں"

ارمش شایان کو اس طرح دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔۔۔ تو کیا اس کا سوال اتنا تکلیف دہ تھا۔۔

پانی کا گلاس شایان نے دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ منہ کے قریب لاتے ہوئے بھی اسے دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔

پانی چھلکنے سے بال بال بچ رہا تھا۔۔شایان نے ہونٹوں سے گلاس لگاتے ہی آنکھیں موند لی اور ایک ہی گھونٹ میں پانی کو حلق میں اتار لیا۔۔شایان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔۔

کاش وہ اپنے کیے ہوئے وعدے کو توڑ سکتا۔وہ ارمش کو سخت سزا دیتا۔۔مگر نہیں۔۔۔وہ ایسا نہیں کرے گا۔۔۔جواب دینا ہوگا۔۔۔۔

فلحال ارمش کے لیے یہاں سے اٹھ جانا ہی بہتر تھا۔یہ سوال اس کے لیے شاید ایک معمہ ہی رہے گا۔یہی سوچ کر وہ شایان کی ہاتھوں سے گلاس لے کر وہاں سے اٹھ گی تھی۔

ارمش کے دور جانے پر شایان کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔۔۔

"نفرت۔۔۔ہاں۔۔۔وہ ایس ایم ایس میرے پاس محفوظ ہیں اب تک۔۔۔وہ کسی اور کو کیے گئے ہوتے تو شاید اتنا رنج نہ ہوتا۔۔وہ میں تھا جس سے تم بات کرتی تھی۔۔۔میری گاڑی کی بریک فیل کروانے والی تم تھی۔۔۔وہ ایس ایم ایس۔۔۔"

شایان نے سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو تھپکی دی۔۔وہ سسکنے لگا تھا۔۔۔

"ارمش مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتا۔۔۔میں نے مسز جالس سے وعدہ کیا تھا کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔۔۔"

ارمش سے وہ سب کہہ دے گا۔۔۔یہ فیصلہ شایان نے کر لیا تھا۔۔۔اسکے بعد کیا ہو گا وہ نہیں جانتا تھا۔۔۔

ارمش جو دروازے کے پاس کھڑی اس کی بات سن رہی تھی وہیں بند دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھتی چلی گئ تھی۔۔۔ یہ کیا ہوا تھا اس کے ساتھ؟ شایان کیا کہہ رہا تھا؟

"میں نے زندگی میں دو لوگوں سے بے پناہ پیار کیا ہے۔۔۔ ماں اور مسز جانسن۔۔۔ ان کے بعد کوئی تیسرا تھا تو وہ تم تھی ارمش۔۔۔۔" شایان نے لیمپ آف کر دیا تھا۔۔۔ وہ لیٹ گیا تھا۔۔۔ اسکے آنسو آنکھوں سے نکل کر تکیے میں جذب ہو رہے تھے وہ چھت کو گھور رہا تھا۔۔۔

ارمش کے آنسو بھی رواں تھے۔۔۔ ابھی اور کیا کیا تھا جو وہ نہیں جانتی تھی۔

"میں نے پروفیسر یعقوب سے آج تک بس نفرت کی ہے۔۔۔ اس شخص نے میری زندگی میری ذات میرا سب کچھ برباد کیا۔۔۔ اس کے بعد کوئی نفرت کے قابل ہے تو وہ بھی تم ہو ارمش۔۔۔ تم ہو وہ جس نے مجھے میری نفرت تقسیم کرنے پر تم نے مجبور کیا۔۔۔ کیا بگاڑا تھا تمھارا میں نے؟ کیوں مجھے اپاہج کروایا آخر کیوں۔۔"

شایان کے کیوں میں ایسا کرب تھا جسے ارمش نے محسوس کیا تھا۔۔۔شایان کے چلانے سے کمرے کے درو دیوار کانپ اٹھے تھے۔۔۔وہ سسکیوں کو دباتا تو ہچکی بندھ جاتی تھی۔۔۔وہ اپنے آپ کو چاہتے ہوئے بھی روک نہیں پایا تھا۔۔۔

"میں نے ایسا نہیں کیا، میں نے کسی کو تکلیف نہیں دی، میں۔۔۔میں تو کبھی ایسا کرنے کا نہیں سوچ سکتی"

ارمش سسکتے ہوئے یہ سب خود سے کہہ رہی تھی۔۔۔وہ خود میں بڑبڑا رہی تھی۔

آنسو صاف کرتے ہوئے وہ اٹھی تھی۔

"ایک بات بتاؤں شایان؟اگر آپ کو ارمش کی ذات سے پیار ہوتا تو آپ کو پتا ہوتا وہ کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں۔۔۔اور یہ سب کس نے کیا اور کیوں کیا"

ارمش دھیمے لہجے میں بولتے ہوئے باہر چلی گئ تھی۔

"حیات تم اتنا گر سکتی ہو۔۔۔ تم ایسے ہی مجھ سے زریان لے لیتی کم سے کم مجھے دوسروں کے سامنے تماشا نہ بناتی"

ارمش کے اندر بھی کچھ ٹوٹا تھا۔۔۔

"ارمش۔۔۔" وہ جاتی ہوئی ارمش کو روک نہ پایا تھا۔۔۔ کیا سچ مچ۔۔۔۔ اوہ میرے خدا۔۔۔ شایان کو اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا۔۔۔ اگر پروفیسر یعقوب اسے حاصل کرنے کے لیے کہہ رہے تھے تو ضروری نہیں کے ارمش ان کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔۔۔

شایان کو اپنے آپ سے گھن آرہی تھی۔ وہ ارمش پے اب تک شک کر تا رہا تھا۔۔۔ کاش وہ ارمش کو کمرے سے نکلنے سے روک پاتا۔۔۔ وہ روک سکتا تھا۔۔۔ لیکن ابھی یہ وقت نہیں تھا۔۔۔ مقصد بڑا تھا۔۔۔۔ اور یہ تو میاں بیوی کی بات بعد میں سلجھائی جا سکتی تھی۔۔۔۔

شایان کے اداس چہرے پے مسکراہٹ یہ سوچ کر آئی تھی کہ ارمش کے دل میں بھی وہ بستا تھا۔۔۔۔ ارمش نہ چاہتے ہوئے بھی اظہار کر گئی تھی۔۔۔۔

وہ اس موقع پر خوشی سے جھومے یا اپنی حماقت پر افسوس کرے۔۔۔شایان روتے ہوئے بھی مسکرا رہا تھا۔۔

•=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=°°°°°=•

کپڑے پہنے ہوئے وہ شاور کے نیچے آ کھڑی ہوئی تھی۔اتنی رات میں وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔بھیگنے کی وجہ سے کپڑے جسم سے چپکنے لگے تھے۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گناہوں کے بوجھ نے روح پہ وزن ڈال دیا ہے۔۔

آج کی رات نہ جانے کب ختم ہو گی۔حیات کی زندگی کی یہ پہلی تکلیف دہ رات تھی۔اس رات کی گھٹن نے حیات کا سانس لینا مشکل کر دیا تھا۔۔۔زریان کے ساتھ دفتر کی دعوت پر جانے کے بعد جو کچھ ہوا تھا وہ کوئی خواب نہ تھا بلکہ حقیقت تھی۔

پڑھے لکھے جاہلوں کے درمیان حیات ایک کنکریٹ کی جنگل میں تھی۔وہاں موجود لوگوں نے عمدہ لباس پہن رکھے تھے مگر پھر بھی برہنہ تھے۔۔۔

زریان۔۔۔انسان کے روپ میں شیطان تھا۔حیات نے اس کے لیے اپنی آخرت تک برباد کرلی تھی،جو اس کی دنیا تاریک کررہا تھا۔تباہ کررہا تھا۔۔۔یا یوں کہا جائے کہ وہ آخرت کے عذاب کی جھلکیاں دکھانے لگا تھا۔۔۔

اپنے باس کے قریب بیٹھا کر زریان ایسا گم ہوا تھا کہ اسکے بعد دیکھائی نہ دیا۔۔۔وہ جو عمر میں اسکے باپ جتنے تھے۔۔۔انکی نظروں میں اپنے لیے حوس دیکھ کر حیات بھی کانپ اٹھی تھی۔۔۔

کسی سے نہ ڈرنے والی منہ زور لڑکی یہ نہ جانتی تھی کے جو وہ بو رہی ہے اسے کاٹنا بھی ہو گا۔وہ جس راستے کی مسافر ہے اس کی منزل ایسی ہی دعوتیں ہوا کرتی ہیں۔۔۔

جن تحائف کو وصول کرتے ہوئے حیات پھولے نہ سماتی تھی وہ مفت نہیں ملا کرتے۔۔۔ان کی قیمت کبھی کسی فائل پے سائن کی صورت ادا ہوتی ہے تو کبھی کسی فائل کو اپرو کروانے کے لیے بطور قیمت اپنی عزت پیش کی جاتی ہے۔۔۔

حیات اپنے سر کو ہاتھوں میں تھامے رو رہی تھی۔ وہ اللہ کے آگے گڑ گڑانا چاہتی تھی۔۔۔ مگر اسکا خدا تھا کون؟ وہ تو نہیں تھا جو سب کو پیدا کرتا ہے رزق دیتا ہے۔۔۔ اگر وہ ہوتا تو حیات نے اس ذریعے سے زریان کو کبھی حاصل نہ کیا ہوتا جو منع کیا گیا تھا۔۔۔ جو غلط تھا گناہ تھا۔۔۔

باتھروم کے دروازے پر ہونے والی دستک نے حیات کو اسکے خیالوں سے آزاد کیا تھا۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ زریان ہے لیکن اس وقت وہ اس کی آواز تک سننے کو تیار نہیں تھی۔۔۔ زریان کو تھوڑی دیر رکنے کا کہہ کر حیات نے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔۔۔ زریان نے دوبارہ دستک نہ دی تھی۔۔

دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے زریان کو ارمش نے نفرت اور افسوس کے ملے جلے جذبات سے دیکھا۔۔۔ وہ حیات کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ شرمندہ نہیں لگ رہا تھا۔ اسے یہ تک معلوم نہ تھا کے حیات کے دل میں کیا چل رہا ہے۔۔۔ حیات کا ایسے دیکھنا زریان کو برا لگا تھا۔ اس نے کلائی پکڑ کر حیات کو جانے سے روکا۔۔۔

حیات نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا تھا۔۔۔ مڑ کر ایک نظر شایان پر ڈالتے ہوئے حیات نے خود پر افسوس کیا تھا۔ کیا یہ وہی تھا جس کے لیے اس نے اپنا ایمان تک بیچ دیا؟

"کہاں جارہی ہو حیات۔۔۔اب بھول بھی تو جاؤ۔۔۔وہ میرے باس تھے یار کیا ہو گیا ہے۔"زریان نے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیات کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔۔

پارٹی کے اندر جو کچھ ہوا تھا وہ حیات کو جلدی سیکھنا پڑے گا۔۔ورنہ زریان کے خواب پورے ہونا ناممکن تھا۔۔۔اس دوران اگر زریان کے کہے پر عمل کرتی رہے گی تو ٹھیک ورنہ اپنی چچازاد سے سختی کر کے اسے دکھ دینے کا جو وہ پلان اب تک بناتا آیا تھا اس پے عمل کرتے ہوئے زریان کو زرہ برابر بھی دکھ نہیں ہونا تھا۔۔۔

"ہاں باس"!

حیات افسوس کے مارے بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

چچازاد ارمش نہ سہی۔۔۔حیات ہی چلے گی۔۔۔وہ بس اپنے چچا کو اپنے سامنے جھکتے دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔اپنے دل میں پلنے والی نفرت کو وہ یکطرفہ ہی بڑھاتا جارہا تھا۔۔۔

"ڈارلنگ۔۔۔ایسا ہوتا ہے پارٹیز میں۔۔۔Come on"

زریان نے حیات کو بانہوں میں لینے کی کوشش کی۔۔وہ اسکے بھیگے بالوں کو پیشانی سے ہٹا رہا تھا اور آنکھوں میں ڈوب کر دیکھ رہا تھا۔۔

"کیسا ہوتا ہے زریان؟

یوں کوئی اپنی عزت کسی کے ہاتھ سونپ دیتا ہے؟"

حیات نے دبے دبے سے لہجے میں کہا تھا وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن دل میں ایک خوف بھی تھا کہ اگر زریان۔۔۔

زریان اسے درد دے سکتا تھا۔وہ اپنے جسم کو ملنے والی تکلیف سے ہمیشہ ڈرتی تھی۔۔۔اسی لیے اس نے پروفیسر یعقوب کے کہنے پر ارمش کو بھی زخمی نہ کیا تھا۔۔۔

"تم نہیں چاہتی ہمارے پاس دولت ہو؟ارمش کا بنگلہ دیکھا ہے؟تم اس سے کم پے خوش رہ لو گی۔۔۔"زریان نے لالچ دینے کی کوشش کی۔۔۔وہ حسد کرتی ہے ارمش سے یہ بات زریان کو معلوم تھی۔۔۔

"ہاں یہ سب تو مجھے بھی چاہیے ہے لیکن زریان۔۔۔۔

ہم کسی اور طرح بھی تو دولت حاصل کر سکتے ہیں نا"

دولت کی لالچ اور ارمش سے حسد پھر سے حیات کے سر چھڑ رہا تھا۔۔۔زریان کا تیر نشانے پر لگا تھا۔

"یہ ہی واحد ذریعہ ہے حیات تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟؟؟؟اگر میں آگے نہ بڑھ پایا تو جانتی ہو؟؟؟معلوم ہے کیا ہو گا؟"

زریان نے اپنے رونے دھونے سے مائل کرنے کی کوشش کی حیات کو۔۔۔۔پیار نام کی اس گڑیا کے آنسو مرد ہو یا عورت دونوں کو ہی کمزور کر دیتے ہیں۔۔۔

گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا تھا۔۔۔حیات اپنی عزت نیلام کرنے میں کبھی عار محسوس کرے گی یہ تو زریان نے سوچا بھی نہ تھا۔۔۔

وہ ہمیشہ سے نہایت بولڈ لڑکی رہی تھی۔اسکی زندگی مذہب سے اتنی ہی دور تھی جتنا خود زریان۔۔۔۔

"اگر میں انکار کروں زریان"حیات نے خود کو زریان سے سوال کرتے ہوئے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ڈارلنگ۔۔۔" You know i hate that...never say no...

زریان نے حیات کو دبوچ کر اپنے قریب کر لیا تھا۔۔۔اسکی گرفت میں حیات تڑپ کر رہ گئی تھی۔۔۔وہ ایک دم سے وحشی بن گیا تھا۔۔۔

"آہ۔۔۔زریان جی۔۔۔"حیات کی گھٹی گھٹی دبی دبی چیخ ابھری تھی۔۔۔مگر اس چیخنے سسکنے کا زریان پر کب اثر ہونے والا تھا۔۔۔

"جی جانِ زریان۔۔۔"زریان نے شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے حیات کے پیلے پڑتے چہرے کو ٹٹول کر دیکھا۔۔۔

"حیات۔۔۔میری جان یہ پاس بیٹھنے سے بات بڑھ بھی سکتی ہے۔۔۔ڈرائنگ روم۔۔۔۔۔۔۔دوسرے کمروں میں بدل سکتے اگر تم نے تعاون نہ کیا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"زریان نے گھما کر حیات کو پلنگ پر پٹخ دیا تھا۔۔۔اور فریش ہونے کو چلا گیا تھا۔۔۔

زریان کے جاتے ہی حیات نے اپنا موبائل فون اٹھا کر دیکھا۔۔۔جو سائلنٹ ہونے کی وجہ سے آنے والی کالز کی اطلاع نہ دے سکا تھا۔۔۔

ماں۔۔۔اور ماموکی طرف سے آنے والی فون کالز کو دیکھ کر حیات بھاگتے ہوئے باہر نکلی کمرے سے وہ کچن میں جا کر ماموکو فون کرے گی۔۔۔اگر زریان کو حاصل کرنے کے لیے وہ جادو کی مدد لے سکتی ہے تو اسے سیدھا کرنے کے لیے بھی ماموہی کام آئیں گے۔۔۔حیات کے اداس چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔۔۔

وہ اب بھی اسی دلدل میں دھنسی ہوئی تھی۔۔۔اب بھی جادو ہی کی مدد درکار تھی اسے۔

کال دوسری بیل پر اٹھالی گئ تھی۔

"ہیلوماموں۔۔۔"

حیات کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ساتھ ساتھ وہ نظر کیچن سے باہر بھی رکھ رہی تھی۔

"ہاں ہیلو!!!" پروفیسر یعقوب نے بے زاری سے جواب دیا۔انکے سامنے شایان تھا۔۔۔اسکی موجودگی میں وہ کیسے کھل کے بات کریں گے۔۔۔۔

"ماموں مجھے آپ کی مدد چاہیے۔۔۔پلیز پلیز ہیلپ می"

حیات رو دینے کو تھی

پروفیسر یعقوب اپنی نشست چھوڑ کر اب اپنے خاص کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔۔

"کیا مدد اب کیا باقی ہے؟" پروفیسر یعقوب کو حیات سے اب کسی بھی طرح کی کوئی توقع نہیں تھی۔۔۔وہ اسکی مدد کیوں کریں گے۔۔۔۔

ہاں یہ کہہ سکتے ہیں۔۔۔ کہ حیات کے پاس پیسے نہیں ہیں۔۔۔تو انہیں پیسے کا لالچ بھی نہیں ہو سکتا کیوں کو وہ انہیں نہیں دے سکتی۔۔۔اور پھر اب ارمش بھی انہیں نہیں مل سکتی

لہجے کی تلخی واضح تھی۔۔

اپنے پیچھے دروازے کو بند کرنا پروفیسر یعقوب بھول گئے تھے حیات سے بات کرتے کرتے۔۔۔

ارمش کے نہ ملنے کا دکھ وہ جس قدر بھلانے کی کوشش کر رہے تھے وہ اتنی ہی سر پر سوار ہو گئی تھی۔۔۔

گھر میں چلتی پھرتی ارمش کو دیکھ کر پروفیسر یعقوب جل کر رہ جاتے تھے۔۔۔

"ماموسب الٹ ہو گیا ہے سب خراب ہو گیا ہے۔۔۔ زریان۔۔۔ زریان مجھے استعمال کر رہا ہے۔۔۔ پلیز اسے ٹھیک کرنے میں میری مدد کریں۔۔۔ پلیز آپ کو خدا کا واسطہ ہے"

تو پھر آخر حیات کو واسطہ دینے کے لیے خدا ہی کی ذات ملی تھی۔۔۔ وہ بے بس ہو رہی تھی ہر چیز کو اپنی من مرضی کی مطابق چلانے والی آج گڑگڑا رہی تھی۔۔۔ لیکن ایک بار پھر سے یہ گڑگڑانا غلط جگہ ہی تھا۔۔۔ اگر یہ صرف ایک پاک ذات کے سامنے ہوتا تو شاید وہ اس حال تک نہ پہنچتی۔

"مجھے کیا ملے گا حیات؟ ارمش تو تم دلا نہیں پائی مجھے۔۔۔ اب کیا دوگے؟ دھوکہ۔۔۔ اپنا کام پورا ہوا ماموجائے بھاڑ میں۔۔۔" پروفیسر یعقوب اپنی ذات کے برعکس پہلی بار پھٹ پڑے تھے۔۔۔

"ماموآپ جو مانگیں گے میں وہ دوں گی آپ کو۔۔۔ ارمش۔۔۔ ارمش تو اب بھی حاصل کر سکتے ہیں آپ پورا دن گھر پر ہی ہوتی ہے نہ اور شایان۔۔۔ شایان کون سا گھر ہوتا ہے۔ اور شایان کو راستے سے ہٹانا کون سا مشکل کام ہے۔ آپ بس میری مدد کر دیں پلیز"

حیات جلدی جلدی بول رہی تھی۔ وہ اپنے ہی دماغ میں سب ترتیب دے رہی تھی اسے بس کسی بھی طرح اس مشکل سے باہر نکلنا تھا

"کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔ میں ارمش کی عزت لوٹنے والا نہیں ہوں۔۔۔ یا اس پے کوئی بات بنے۔۔۔" آہ کیا مشورہ دیا تھا حیات نے۔۔۔ وہ یہ بات کیوں نہیں سوچ پائے تھے۔۔۔ آخر میں یہ ہی راستہ تو تھا۔۔۔ مگر اتنی جلدی حیات کی باتوں میں آجانے سے وہ پھر سے اپنا نقصان کروا بیٹھیں گے۔۔۔ یہ الجھن انہیں آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔۔

"زریان کو میں سنبھالوں گا۔۔۔ مجھے ہر قیمت پر ارمش چاہیے ہے۔۔۔ اس کے لیے شایان جاتا جان سے تو جائے۔۔۔"

پروفیسر یعقوب نے حامی بھر لی تھی۔ وہ حیات کے لیے ایک آخری مرتبہ کوشش کریں گے۔۔۔

"میری ایک شرط ہے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔۔ انکی خاموشی حیات کے لیے قیامت کی گھڑیاں بن گئی تھیں۔۔۔ زریان باہر آچکا تھا کمرے سے اور فون کانوں سے لگائے کچن کی طرف ہی آرہا تھا۔۔۔۔

"شرط یہ ہے کے تم ایک لڑکا بن کر خط لکھو گی۔۔۔ جس میں ایک رات کا ذکر ہو گا۔۔۔ جس میں ارمش کو کچھ یاد دلوایا جائے گا کے اس رات ہم لوگ کتنے قریب تھے۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے سگار کا کش لیتے ہوئے حیات کو شرط سے آگاہ کیا تھا۔۔۔

"اس خط کو زہر آلود کرنا میرا کام ہے۔۔۔ یہاں یہ خط شایان کے ہاتھ میں پہنچا۔۔۔ وہاں تمھارا زریان ہمیشہ کے لیے ایک چراغ کا جن بن کر تمھاری مٹھی میں آجائے گا۔۔۔"

پروفیسر یعقوب کی آنکھوں میں شیطانی مکاریوں کو سوچنے سے پیدا ہونے والی مکروہ خوشیاں ناچتی دیکھائی دے رہی تھیں۔۔۔

حیات نے بس ایک خط لکھنا ہو گا۔۔۔ اوہ۔۔۔ کتنا آرام سے ہونے جا رہا تھا یہ سب۔۔۔ اور وہ جانے کیا کیا سوچ رہی تھی۔۔۔ زریان کو کافی کا مگ دے کر وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔۔۔

زریان تمہیں تو میں اپنے قدموں میں لا کر رہوں گی۔۔۔ تم نے مجھے نیچا دکھایا۔۔۔۔ ارمش قدیر کو داشتہ بناؤ گے زریان۔۔۔ بھول ہے تمھاری۔۔۔۔

حیات نے پیار بھری نظروں سے زریان کو دیکھتے ہوئے من ہی من میں سوچا۔۔۔

○○

"بیگم۔۔۔ میرا لیپ ٹاپ لے آنا۔۔۔ مجھے آج اماں کے ساتھ آفس جانا ہے۔" ناشتے کی میز پر شایان نے یہ اعلان کیا تو سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔۔۔۔ بیگم۔۔۔۔ آفس۔۔۔۔

پروفیسر یعقوب کے ہاتھ سے پیالی چھوٹ جاتی اگر وہ بروقت سنبھل نہ جاتے۔۔۔ شایان کا بیگم کہنے پر ارمش بت بنی اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

یہ رات کے اندر کیا انقلاب برپا ہو گیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔۔

"ارمش کیا دیکھ رہی ہو لیپ ٹاپ مانگا ہے بیگم۔۔۔۔" ماں کی طرف سے مسکراہٹ کی داد ملنے سے شایان اور بھی شیر ہو گیا تھا۔۔۔

"جی میں لاتی ہوں"

ارمش لفظ چبا چبا کر بولتی ہوئی کمرے کی طرف چل دی۔

کچھ ہی دیر میں شایان کا لیپ ٹاپ اور بیگ لیے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

شایان جانتا تھا وہ ناراض ہے۔۔۔اسکی ناراضگی بجا تھی۔لیکن اتنی جلدی منانے والا شایان بھی نہ تھا۔۔۔
پروفیسر یعقوب کو ستانے کا جو لطف شایان کو اب آ رہا تھا وہ کبھی پہلے نہ آیا تھا۔۔۔

"ارمش سسر جی کو اپنے چائے ڈال دو نا۔۔۔۔یہ میٹھا زیادہ پیتے ہیں۔۔۔تب ہی تو چاشنی گھول کر پلاتے ہیں باتوں باتوں میں۔۔۔"

شایان نے مسکراتے ہوئے کیا گہری بات کر ڈالی تھی۔۔۔جنہوں نے بات سمجھی تھی وہ تو ٹیشو کی مدد سے چہرے پر آئے پسینے کو صاف کر رہے تھے۔۔۔

"جی۔۔"

ارمش نے دانت پیستے ہوئے غصے سے شایان کو دیکھا تھا۔

وہ تنگ جیسے کر رہا تھا۔۔اسکے بجائے ارمش ہی جل بھن رہی تھی۔۔۔یہ اندازہ ارمش کے پاوں پٹخ کے چلنے سے ہوا تھا۔۔۔

شایان کسی کام کے لیے کمرے کی طرف گیا تو پھر سے ارمش کو اپنے پیچھے آنے کو کہا۔۔۔

ارمش کمرے میں داخل ہوئی تو خاموشی سے شیشے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔۔۔شایان کو کوئی کام نہیں ہے وہ صرف اسے تنگ کر رہا ہے یہ وہ بھی جانتی تھی۔۔۔

"کیا ہوا؟؟سسر جی کی خدمت کرتے ہوئے منہ بنا رہی ہو ارمش؟؟"شایان نے ناراض ہونے کا دکھاوا کیا۔۔۔وہ کس قدر مشکل سے ہنسی روکے ہوئے تھا وہی جانتا تھا۔۔۔

"شایان بس کریں۔۔۔آپ اسی طرح بات کریں جس طرح کل رات سے پہلے کرتے تھے۔۔۔مجھے میری اوقات یاد رہتی ہے"

ارمش نے جلے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔۔۔اسے بھی تو کتنی ہی دفعہ جلایا گیا تھا۔۔۔کبھی اس کی روح کو تو کبھی جسم کو۔

"میرے اقرار کے بعد بھی کوئی شک ہے ارمش؟"شایان نے ستانے کے لیے نیا وار کیا۔۔۔

"مطلب عورت کے آنسو جنت سے نکلوا دیں گے مگر مرد بیچارہ۔۔۔۔"شایان ہنسی روک رہا تھا۔۔۔

"میری اوقات نہیں ہے شک کرنے کی۔۔۔یہ شک آپ لوگوں کو زیب دیتا ہے جو آپ نے کر لیا۔۔۔اب بھی کریں میں اسی کی عادی ہوں"

"اوقات۔۔۔ارمش۔۔۔"شایان کے مسکرانے والے ہونٹ سکڑ گئے تھے۔۔۔وہ چپ چاپ ارمش کو دیکھ رہا تھا۔۔۔کیا اس نے کھو دیا تھا ارمش کو حاصل کر کے بھی۔۔۔

"میں آفس۔۔۔۔"وہ خاموش ہو گیا تھا۔۔۔بتا کر جائے بھی تو کیوں۔۔۔الوداع کرنے کو ارمش دروازے تک نہیں آئے گی شایان جانتا تھا۔۔۔۔

"یہ بیگ مجھے دے دیں میں گاڑی تک لے آتی ہوں"

ارمش نے خود کو سنبھالتے ہوئے بولا تھا۔وہ بیوی تھی اس کا فرض تھا شایان کی مدد کرنا، یہ ارمش خود کو کہہ رہی تھی پر حقیقت میں تو شاید اب وہ بھی شایان سے پیار کرنے لگی تھی اس کا ہر کام کرنا اسے دل سے اچھا لگتا تھا۔

شایان نے بیگ ارمش کو دے دیا تھا۔۔ گاڑی میں ملازم نے بٹھایا تو تھا مگر ہاتھ میں ہاتھ اب بھی ارمش کا تھا۔۔۔

پروفیسر یعقوب نے شایان اور عصمت بیگم کے جاتے ہی ارمش کو کچن کے اندر روک لیا تھا۔۔۔

"تو ارمش کیسا لگا یہ پاگل خانہ۔۔۔ خاتون خانہ کو دولت کمانے کا جنون ہے تو بیٹا دیوانہ سا۔۔۔ ایک میں ہوں جو اس گھر میں رہ رہا ہوں اب تک۔۔۔۔" پروفیسر یعقوب نے رونا شروع کر دیا تھا اپنا۔۔

"جی کیا مطلب ؟"

وہ جو بس کیچن سے جانے لگی تھی پروفیسر صاحب کی بات سن کر حیران کھڑی رہ گئ تھی۔

"مطلب۔۔۔ہاہ۔۔۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں جانتا یہ شایان کیسے خون چوس رہا ہے۔۔۔۔ مجھ سے مت گھبراؤ" پروفیسر یعقوب یہ سب کرتے ہوئے کتنے عجیب لگ رہے تھے کاش وہ جان پاتے۔۔۔۔ لڑکپن کی عمر کے لڑکوں جیسا رمانس کرتے ہوئے وہ اپنے سفید ہوتے بالوں کے ساتھ بلکل ہی سٹھیائے ہوئے بوڑھے لگ رہے تھے۔۔۔

"میں چلتا ہوں۔۔۔ جلدی آجاوں گا گھبرانا مت اچھا ارمش۔۔۔"

پروفیسر یعقوب کچن سے نکلے تو ارمش نے اپنی ہنسی روکنے کے لیے منہ پے ہاتھ رکھ لیا۔۔۔

یااللہ۔۔۔ یہ آج کیا ہو رہا ہے۔۔۔ میرا شوہر تو چلو سمجھ میں آتا۔۔۔ یہ انکل جی۔۔۔ ہائے انکو کیا ہوا ہے۔۔۔ ارمش کو ہنسی بھی آرہی تھی اور حیرت بھی تھی۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

گیدڑ کی موت اسے شہر کی جانب لے جاتی ہے۔ ایسے ہی پروفیسر یعقوب کا خوابوں کا محل گرنے کا وقت آیا تو انہوں نے بجھی ہوئی راکھ کو کریدنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ شایان جو اب تک انکی تمام غلطیاں معاف کرتا آیا تھا،

اور انکی کوتاہیوں کو اپنی ماں کی وجہ سے نظر انداز کر دیا کرتا تھا۔۔ مگر اب جو ہونے جارہا تھا اسے وہ کبھی معاف نہ کر سکے گا۔۔۔

"تم ہم کو بھی گاڈ کے سامنے شرمندہ کرتا ہے شایان مائے سن۔۔۔" مسز جانسن نے گرما گرم کافی کپ میں انڈیلتے ہوئے شایان کو اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔

"بس کچھ دن مزید مسز جانسن میں سب ٹھیک کرنے والا ہوں۔۔۔ اور پھر ہم دونوں گاڈ سے سوری کر لیں گے۔" شایان نے کافی کا سپ لیا۔ اگرچہ وہ بے حد گرم تھی مگر شایان کو اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔ وہ اس وقت دن بھر کے معاملات کو سوچ رہا تھا۔۔ جو آج صبح اس نے پروفیسر یعقوب کے سامنے کیا تھا۔ جیسے وہ ارمش کے قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان تمام چیزوں کو بے حد سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا۔۔۔

--

--

--

--

--

--

"شایان کہاں ہے ؟" عصمت بیگم ماتھے پر بل ڈالے ہوئے بنا دستک دیے ارمش اور شایان کے کمرے میں گھسی چلی آئی تھیں۔ ارمش جو بیڈ پر لیٹی اپنے سر کو ہتھیلی کی مدد سے دبا رہی تھی اب اٹھ بیٹھی تھی۔ اسکا رنگ اڑ سا گیا تھا۔۔ شدید حیرت زدہ نظروں سے ارمش عصمت بیگم کو دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا دیکھ رہی ہو ؟ میں نے پوچھا ہے کچھ۔۔ "عصمت بیگم نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ نہ جانے کس بات کا غصہ ارمش پر نکال رہی تھیں۔۔۔

"مم مجھے نہیں معلوم۔۔ وہ بتا کر نہیں گئے۔۔۔ شاید کسی دوست۔۔۔ "جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ عصمت نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔۔ اور چپ رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

"اپنے شوہر کو بتا دینا۔۔۔ یہ کاروبار اب بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ پروفیسر یعقوب کو گھر میں عزت نہیں دیتا تو مت کرے عزت۔۔۔ لیکن دفتر میں ان کی جگہ لینے کی حماقت مت کرے وہ۔۔۔ "عصمت بیگم نے

انگلی کھڑی کر کے ایک ایک لفظ کو تقریر کے انداز میں ادا کیا۔۔ ان کے پیچھے پروفیسر یعقوب بھی وہیں چلے آئے تھے۔۔۔ جنہیں دیکھتے ہی ارمش کے اندر آگ سی لگ گئی تھی۔۔ صبح کی ان حرکتوں کو ارمش نے نظر انداز کر دیا تھا۔۔

دن کے وقت جو پروفیسر یعقوب نے حرکت کی تھی وہ کسی بھی طرح قابل قبول نہیں تھی۔۔ نہ ہی وہ سب غیر ارادی تھا۔۔ عصمت بیگم سے اپنی بات کہنے سے پہلے وہ شایان کو بتانا چاہتی تھی۔۔۔۔ کیسے پروفیسر یعقوب نے اسکا ہاتھ پکڑنے اور اپنے اظہار محبت کی بھونڈی کوشش کی تھی۔۔۔

"آنٹی۔۔۔ معاف کیجیے گا۔۔۔ ایک بات کہوں؟" ارمش نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے اب تیور بدلے تھے۔۔۔ ارمش شایان کے بیچ بھلے کچھ بھی ٹھیک نہ تھا۔۔۔ وہ اپنے شوہر کے لیے سٹینڈ لینا اپنا فرض سمجھتی تھی۔۔۔

"کہو کیا کہنا ہے؟" عصمت نے بے پرواہی سے جواب دیا۔۔۔ پروفیسر یعقوب کو تو سانس بھی مشکل سے ہی آرہا تھا۔ جیسے وہ اپنی چوری پکڑے جانے سے خوفزدہ تھے۔۔

"یہ کاروبار آپکے ہاتھ میں ضرور ہے آنٹی۔۔۔ مگر اس کے حقدار شایان ہیں۔۔۔ اور ان کی مرضی کے بغیر نہ تو اب آپ کچھ کر سکتی ہیں اور نہ انہیں روک سکتی ہیں۔۔۔" ارمش نے عصمت سے مخاطب ہوتے ہوئے نظروں میں پروفیسر یعقوب کو ہی رکھا۔۔۔

"تم۔۔۔ تمھاری یہ ہمت۔۔۔۔" عصمت آگے بڑھی ہی تھی کے ہاتھ اٹھا کر ارمش کا دماغ درست کر سکے۔ مگر تب ہی اچانک پروفیسر یعقوب نے آگے بڑھ کے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔۔۔

"کک کیا کرتی ہیں بیگم بچی ہے یہ کیا کرتے ہو آپ!" بیوی کو روکتے ہوئے انکی نظریں بیوی اور ارمش دونوں پے نہیں تھیں۔۔۔۔ وہ تو شایان کو اندر داخل ہوتے دیکھ چکے تھے، تبھی انہوں نے یہ معاملہ بگڑنے سے روکا تھا۔۔ شایان اگر بروقت نہ آتا تو ان کے لیے یہ سب بہت سود مند ثابت ہوتا۔۔۔

"پروفیسر صاحب دیکھیں تو۔۔۔ کیسے یہ" عصمت پلٹی تو شایان کمرے میں داخل ہوا۔۔۔

"کیا دکھا رہی ہیں امی۔۔۔ پروفیسر صاحب کو اور وہ بھی میرے کمرے میں؟" شایان مسکرایا۔۔۔ ویل چیئر میں موجود شایان کے لیے راستہ صاف ہو گیا تھا وہ آہستہ آہستہ ارمش کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔۔

"شایان تم سمجھالو اسے۔۔۔بہت زبان دراز ہے تمھاری بیوی"

عصمت بیگم کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"اماں۔۔۔اب ہم دونو ایک جیسے تو نہیں ہو سکتے نا" شایان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔

"ارمش میڈیسن دینا میری۔" شایان بیڈ کے قریب پہنچ گیا تھا۔۔۔

وہ اب بھی ماں کے جواب کا منتظر تھا۔۔۔

"پروفیسر یعقوب آپ ہی بتا دیں۔۔۔"

"کچھ نہیں بیٹے بس آپکی امی کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔۔۔" پروفیسر یعقوب کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھولنے لگے تھے

۔۔۔

"پروفیسر صاحب بس کریں ان کی سائیڈ لینا اب بچے نہیں ہیں یہ"

عصمت بیگم ارمش پر ایک غُصیل نظر ڈالتے ہوئے باہر چلی گئی تھیں۔

"ارمش کیا ہوا ہے ؟" شایان نے ہاتھ بڑھایا۔۔ وہ ارمش کی مدد سے بیڈ پر شفٹ ہونا چاہتا تھا۔۔

پروفیسر یعقوب بھی عصمت بیگم کے پیچھے ہی باہر نکل گئی تھی۔۔۔

"کچھ نہیں بس آنٹی آپ پر غصہ تھیں تو وہ مجھ پر نکل گیا"

شایان کو بیڈ پر بیٹھنے میں مدد کرتے ہوئے وہ سادہ سے انداز میں بول رہی تھی

"مجھ پر؟ مگر کیوں!؟!"شایان کے لیے یہ نئی بات تھی۔۔۔اماں اس پے غصہ ہوتی تو شایان پر ہی نکلا کرتا تھا۔۔۔

"مجھے پوری بات بتائیں بیگم۔۔"شایان نے بات پھر سے وہی صبح والی ڈھب سے کرنی شروع کر دی تھی۔۔۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ اپنے شوہر کو بتا دینا۔۔۔یہ کاروبار اب بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔آپ پروفیسر صاحب کو گھر میں عزت نہیں دیتے تو نہ دیں مگر آفس میں ان کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کریں"

ارمش نے عصمت بیگم کی بات من و عن بیان کر دی تھی۔

ارمش کی بات سن کر شایان مسکرا دیا۔۔۔اسے یہی امید تھی اپنے اٹھائے ہوئے قدم کے حوالے سے۔۔۔

وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔۔۔اسے غصہ نہیں آیا تھا۔۔۔

"ارمش۔۔۔۔آپ نے کیا جواب دیا؟"

شایان کے سوال پر ارمش کا اٹھتا قدم رک گیا۔۔۔وہ ویل چیئر کو دیوار کے قریب رکھتے ہوئے شایان کا سوال سن کر تذبذب کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔

"کیا جواب دینا چاہیے تھا؟"

سوال کی جواب میں ایک اور سوال کیا گیا تھا۔

"جیسا رویہ میرے ساتھ ہے۔۔۔جواب ہاں میں ہاں ہونا چاہیے بیگم "

شایان مسکرا رہا تھا۔ موبائل فون کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے ارمش کو دیکھا۔۔۔ارمش آج اسکے پاس تھی۔۔۔جس کے کبھی وہ خواب دیکھتا تھا۔۔۔

"جیسا رویہ امی کا ہے۔۔۔لگتا میری بیوی نے کوئی نیوکلیئر بم پھینکا ہے۔۔۔"شایان نے ارمش کی تصویر بنائی اپنے موبائل میں۔۔۔

"پتا نہیں شاید نیوکلیئر بم ہی ہو"

ارمش نے بے پرواہی سے جواب دیا تھا۔

"فارمولا ملے گا؟؟؟ کیونکہ آج تک مجھ سے تو یہ نہ ہو سکا"!!!!

شایان چپ ہونے کے موڈ میں تھا ہی نہیں۔۔۔اسے تو ارمش کو بس ستاتے جانا تھا۔۔۔

ساتھ ہی ساتھ پروفیسر یعقوب کے بارے میں سوچنے میں اسے مدد مل رہی تھی۔۔۔ارمش اس کے لیے لڑ سکتی ہے تو پروفیسر یعقوب کے معاملے میں وہ اس کا اعتبار حاصل کر سکتا ہے۔۔۔

"کچھ چیزیں راز ہی رہنے دیں"

ارمش الماری کھولے کچھ ڈھونڈ رہی تھی جب کچھ یاد آنے پر پلٹی

"اچھا سنیں"

"مجھ سے کہہ رہی؟"شایان جو راز رکھنے والی بات سن کر چپ ہوا تھا۔۔۔اب پھر سے بلائے جانے سے چونک گیا تھا۔۔۔ارمش اور اتنا میٹھا لہجہ۔۔۔

شایان کے دل میں چھوٹے چھوٹے بہت سے قمقمے جلنے لگے تھے۔۔۔

"ایک بات کرنی تھی مجھے"

ارمش جو دل ہی دل میں ڈر رہی تھی۔۔۔ آیا شایان سے یہ بات کرنی بھی چاہیے ہے یا نہیں؟

"جی کہو ارمش"

شایان نے اپنے مزاق کو ڈبے میں بند کر دیا تھا۔۔۔ شاید ارمش ایسے قریب نہیں لائی جاسکتی۔۔۔

"وہ۔۔۔

وہ مجھے پروفیسر صاحب کی متعلق ایک بات کرنی تھی۔۔۔ وہ بہت عجیب بی ہیو کر رہے ہیں۔ آپ پلیز میری بات کا غلط مطلب نہیں لیجیے گا لیکن وہ۔۔۔

وہ۔۔۔ ان کی نظریں ٹھیک نہیں ہیں"

ارمش نے ڈرتے ڈرتے بولا تھا۔۔۔ ناجانے شایان کا ری ایکشن کیسا ہو گا۔۔۔ جو بھی ہے وہ شایان کی ماں کے شوہر ہیں اور اس ناتے سے شایان کے باپ بھی۔

"کچھ کہا انہوں نے؟ کوئی ایسی حرکت؟" شایان نے تحمل سے جواب دیا۔۔۔ اسکے چہرے سے اسکے اندر چلنے والے طوفان کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔۔۔

"صبح آپ کے جانے کے بعد کیچن میں آکر عجیب عجیب باتیں کر رہے تھے۔۔۔ اور پھر دن میں۔۔۔ دن میں تو حد پار کر دی انہوں نے، میرا ہاتھ ہی پکڑ لیا"

شایان کے نرم لہجے سے ارمش کو کچھ ہمت ملی تھی۔ وہ شایان کے پاس بیٹھے اب تحمل سے بول رہی تھی

"امی سے کہی یہ بات؟" شایان نے جلدی سے پوچھا۔۔۔ اسے اب اپنے اندر پکنے والے لاوے کو چھپانا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔ یہ اگر سب اس نہج تک پہنچ گیا تھا تو اسکا خاتمہ کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔۔۔ اب مزید نہیں۔۔۔ شایان نے دل ہی دل میں ٹھان لیا تھا۔۔۔ ارمش کے ہاتھ پے اپنا ہاتھ رکھ کر شایان نے اسے اپنی حمایت کا یقین دلایا تھا۔۔۔

"نہیں آپ سے پہلے کسی اور سے بات کرنا ٹھیک نہیں لگا"

"میں صبح اس کانٹے کو نکال دوں گا اس خاندان کے گلے سے۔۔"شایان جیسے اپنے آپ سے بات کر رہا تھا۔۔۔ارمش کے نرم ہاتھوں کا لمس شایان کے اندر ایک ان دیکھی قوت پیدا کر رہا تھا۔۔اسکی آنکھیں بتا رہی تھی کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے بہت کچھ بدل دے گا۔۔۔

○○○

ہم لوگ جیت کر بھی کتنا کچھ ہار جاتے ہیں۔ کبھی دوستیاں تو کبھی رشتے۔۔ کبھی چاہتیں تو کبھی خوشیاں۔۔۔
ایک مکمل خوشی مل جانے کے بعد بھی حسرت رہ جاتی ہے۔۔ایک چھوٹی سی کمی ہمیں مکمل خوشی سے محروم کر دیتی ہے۔۔۔
فراز انٹرویو دیتے ہوئے آبدیدہ ہوا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں آنسو چمک اٹھے تھے کیمرے کے فلیش لگنے سے۔

فاریہ نے فراز کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دینے کی کوشش کی۔وہ جانتی تھی فراز کے لیے اسکے والد کی موت کتنا بڑا صدمہ تھی۔۔۔اور جو کامیابی اسے اب ملی تھی،اس کے لیے وہ کتنی محنت کرتا تھا۔۔مگر فراز قدیر کے والد یہ خوشیاں دیکھ نہ سکے تھے۔۔۔

فراز نے نیشنل کالج آف آرٹس سے تھیٹر کی دنیا میں قدم رکھا تھا۔ ابا نے اسے روکا نہیں تھا۔۔۔ لیکن اپنے سے دور جا کر کام کرنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔۔۔ پھر اچانک ایک دن کہنے لگے تم براڈوے کی جانب سے ملنے والی آفر قبول کر لو۔۔۔۔ انہوں نے اس کے بارے میں کسی میگزین میں پڑھا تھا۔۔۔

ابا ٹھیک ٹھاک تو تھے۔۔۔ سب کچھ بظاہر ٹھیک ہو ہی چکا تھا۔۔۔ بیتے ہوئے وقتوں کے زخم بھرنے لگے تھے۔۔۔ تب جب ابا کو سکون ملنا تھا، وہ ابدی سکون کی تلاش میں چلے گئے تھے۔۔۔

فراز قدیر نے ایوارڈ اپنے ابا کے نام کر دیا تھا۔۔۔!!!!

--

--

--

--

--

--

"شکریہ آپی۔۔۔!" فراز نے ویڈیو کال کرتے ہوئے بہن کی طرف دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔۔۔ مگر اپنے آنسوؤں کو وہ ارمش سے چھپانے میں کبھی کامیاب نہ ہوا تھا۔۔۔

"فراز بس کرو اب۔۔۔ چھپا کیوں رہے ہو؟ ہمیشہ بہادر نہیں رہا جاتا۔۔۔ میرا بھائی کب آرہا ہے پاکستان" ارمش نے بھی زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ وہ کچن میں کھڑی دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ شایان کے لیے وہ اپنے ہاتھوں سے کھانا بناتی تھی۔ آج بھی وہ کھانا بنانے میں مصروف تھی جب فراز کی فون آنے لگی۔

فراز کی طرف رات تھی۔ مگر اس رات میں بھی دن کا سماء تھا۔۔۔ چکاچوند روشنیوں کے بیچ فراز تنہا محسوس کر رہا تھا۔۔۔

"آپی سب ٹھیک ہے وہاں؟" فراز نے دوبارہ سے سوال دوہرایا۔۔

"نام لے کر کیوں نہیں پوچھتے؟" ارمش نے پیاز کاٹتے ہوئے آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو پانی کی طرح رگڑ کے صاف کیا۔۔۔

"آپ سمجھ گئی ہیں نا۔۔۔" فراز نے سرد آہ بھری۔۔۔فاریہ دونوں بہن بھائی کی باتوں کے دوران کچھ فاصلے پر کھڑی اپنی دوستوں سے باتیں کررہی تھی۔۔۔وہ بھی مبارکبادیں وصول کرنے لگی تھی۔۔۔۔

"ٹھیک ہے وہ فراز۔۔۔ تم آوگے اس سے ملنا تمھارا پوچھتی ہے وہ۔۔۔" ارمش نے ڈرتے ڈرتے کہا۔۔۔نہ جانے فراز اب تک حیات کو معاف کیوں نہیں کرسکا تھا۔۔۔اسکے بارے میں باخبر تو ہمیشہ رہتا تھا۔۔۔مگر ملاقات۔۔۔۔کب کتنے برس سے نہ ہوئی تھی۔۔۔

"آپی۔۔۔وہ زندہ ہے بہت ہے۔۔۔۔مل کر کیا کروں گا۔۔۔میں اسے معاف کرچکا ہوں، لیکن اسکی وجہ سے جو کچھ ہوا بھولا نہیں ہوں۔" فراز نے آج ابا کے لہجے میں جواب دیا تھا۔۔۔جو اپنی ضد کے پکے تھے۔۔۔۔

"فراز میں معاف کرچکی تو تم کیوں دل سے لگائے بیٹھے ہو یہ بات۔۔۔اور کب آوگے واپس جواب گول مت کرو۔۔۔اب کی بار سرپرائز مت دینا۔۔۔جان نکال دیتے ہو"

بڑی بہن ہونے کے ناتے ارمش نے اپنا حق جتانے کی کوشش کی۔

"میں اتوار کی شام پہنچ جاؤں گا۔۔۔" فراز نے بہن کو اسکے اصل سوال کا جواب اب کی بار نہ دیا۔

"بھائی سے ملے ؟" ارمش نے طلحہٰ کے متعلق پوچھا۔۔۔ماں بھی تو ان کے پاس چلی گئی تھیں۔۔۔

"اماں سے فون پر بات ہوئی۔۔۔ بھائی سے نہیں ملا۔۔۔ اور آپ جانتی ہو نا کتنا دور ہیں وہ یہاں سے ؟" فراز نے دوری کو وجہ بنا کر نہ ملنے کا جواز پیدا کیا۔۔۔ طلحہٰ ملک سے کیا گیا تھا، وہ تو سب کی زندگیوں سے ہی نکل گیا تھا۔ سب کے سب بکھر گئے تھے۔۔۔

"تمھاری بیوی پوری دنیا کا دماغ ٹھیک کر سکتی باتوں سے تمہیں کیوں نہیں کرتی۔" بہن کے چڑ جانے سے فراز ہنسنے لگا تھا۔۔۔۔

"آپی۔۔۔۔بیوی دماغ درست کب کرتی۔۔۔ وہ تو کھاتی۔۔۔۔نہ نہیں مم میں تو۔۔۔۔" فراز کی بات پوری ہونے سے بیشتر فاریہ نے ویڈیو فریم میں آتے ہوئے فراز کو گھور کر دیکھا۔۔۔ فراز ہکلانے لگا تو تینوں ہنسنے لگے۔۔۔۔

....

تاریک سی اس کوٹھری میں بند ہوئے نہ جانے کتنے ہی دن بیت گئے تھے۔۔۔ دن میں باہر نکال کر ہوا خوری کروائی جاتی تھی۔۔۔ عمر قید سے بڑھ کر یہ تنہائی عزیت ناک تھی۔۔۔ حیات کو اپنے آپ سے نفرت ہو گئی تھی۔۔۔ اسکی آنکھوں میں نمی ہمیشہ بر قرار رہنے لگی تھی۔۔۔

اس نے جو کیا تھا اس کی دنیا میں ملنے والی سزا ختم نہ ہوئی تھی۔۔۔ نہ جانے مٹی کے نیچے جا کر اسے کتنا کچھ برداشت کرنا تھا، ابھی تو اسے موت نے بھی گلے نہیں لگایا تھا۔۔۔ شاید ایسے گناہوں کے بعد موت جیسی بلا بھی اسے گلے نہیں لگائے گی۔۔۔

منکر۔۔۔ منافق۔۔۔ کفر کی راہ چننے والی حیات کو اللہ کے سامنے جھکنے میں بھی شرم آتی تھی۔۔۔ وضو کر کے بھی وہ جائے نماز سے اٹھ جاتی تھی۔۔۔ دعا کو ہاتھ اٹھاتی تو بس اٹھائے رکھتی تھی۔۔۔ احساس ندامت تھا یا وہ جیتے جی اندر سے مر گئی تھی۔۔۔ خدا نے زندگی بخش دی تھی لیکن اس کی بخشش شاید اب بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔

رات کے کسی پہر اسے یاد آیا تھا۔ فراز کو ایوارڈ ملنے والا ہے۔۔۔ یہ سوچ کر حیات کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔ وہ بھائی۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں اسکی بہن کیسے ہو سکتی ہوں۔۔۔ میں تو۔۔۔ حیات ہوں۔۔۔ ایسی حیات جس کی حیاتی پے لوگ لعنتیں بھیجتے۔۔۔۔

وارڈن کی آنکھوں میں ہمیشہ نفرت ہوتی ہے میرے لیے۔۔۔۔ حیات نے یہ خیال آتے ہی فراز کی خوشی میں خوش ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔۔۔

ارمش۔۔۔۔ ہاہ!!!! کل تک جو حیات کے لیے زندگی کا سب سے بڑا روگ تھی، آج وہ آخری سہارا تھی۔۔۔۔ حیات قدیر۔۔۔۔ ارمش قدیر کی جھولی میں کانٹے ڈالنے والی دیکھو ظرف اسے کہتے ہیں۔۔۔ حیات نے اپنے آپ کو طعنے دے کر تکلیف پہنچانا چاہی۔۔۔۔

برسوں پہلے کی وہ رات۔۔۔۔ حیات کو یاد آئی تو حیات اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ خون آلود خنجر۔۔۔۔۔ حیات اور وہ رات۔۔۔۔

--

--

--

--

--

--

فائل ہاتھوں میں لیے حیات کمرے میں داخل ہوئی تو زریان نے اسے دیکھتے ہی خوشی سے بانہیں پھیلا دی اور حیات کی طرف بڑھا۔ حیات کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ اسکی آنکھیں ویران تھیں۔۔۔ وہ اپنا دوپٹہ شاید گاڑی میں ہی بھول آئی تھی۔ پچھلے چند دنوں کے دوران حیات کے لیے سب بدل گیا تھا۔۔۔ وہ ہنسی وہ غرور اور گھمنڈ جو حیات کی پہچان تھا اب ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا تھا۔۔۔

"کیا ہوا ڈارلنگ ؟؟؟ تم ٹھیک ہو نا؟" زریان کے پوچھنے پر حیات نے ایک بھی لفظ منہ سے نہ کہا۔۔۔ چپ چاپ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اب بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

"زریان۔۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ پلیز پانی لا دیں گے۔۔۔ ؟" حیات ایک دم سے نارمل ہوئی۔۔۔

"میں لاتا ہوں تم نے سائن تو کروا لیے نا۔۔۔" حیات کے ہاتھ سے فائل لینے کے لیے زریان نے ہاتھ بڑھایا۔۔۔ مگر حیات نے کمال ادائے بے نیازی سے فائل اپنے سینے سے لگا لی تھی۔۔۔ جیسے وہ زریان کو ستانے کے لیے یہ سب کر رہی ہو۔۔۔۔

"اوہ تو آج کھیل کو لمبا کھینچنا ہے ڈارلنگ۔۔۔"زریان مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔۔۔۔وہ حیات کے لیے پانی لینے گیا تھا۔۔۔۔گھر میں ملازمین نہیں تھے آج۔۔۔اس لیے پورے گھر میں جیسا بھی لباس پہن کے گھوم لیا جائے تو کوئی روکنے والا نہیں تھا۔۔۔زریان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔۔۔

بلاخر زریان اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تھا۔۔۔جس فائل کی اسے ضرورت تھی وہ حیات لے آئی تھی۔۔۔۔وہ اب حیات کو طلاق دے کر اپنے خاندان سے بدلہ لے گا۔۔اپنے چچا کو سبق سکھائے گا۔۔۔۔

اپنی مرحومہ چچی اور چچا کی وجہ سے اسکی ماں نے جو کچھ برداشت کیا تھا۔۔۔وہ سب جھوٹی سچی کہانیاں جو زریان کے کانوں تک پہنچی تھی ان کے بدلے لینے کا وقت آ گیا تھا۔۔۔۔

پانی کا گلاس لیے زریان کچن سے واپس پہنچا ہی تھا کہ اسے حیات کا یہ روپ دیکھ کر دھچکا لگا۔۔۔حیات اپنے ہاتھ میں خنجر لیے اس فائل کور کے ساتھ صاف کر رہی تھی۔

"یہ خون کہاں سے آیا حیات تم ٹھیک تو ہو؟" زریان جو خون دیکھ کر گھبرا گیا تھا اب جلدی سے حیات کی طرف بڑھا۔۔۔

"قریب مت آنا زریان۔۔۔۔ میرے قریب آئے تو اپنے بڈھے لعنتی باس کی طرح کتوں کی موت مرو گے۔۔۔ کمینے شخص۔۔۔۔ مجھے چھونے کی کوشش بھی نہ کرنا۔۔" حیات چلانے لگی۔۔۔ وہ حیات جو شادی کے بعد سے ٹھنڈے پانیوں کی مانند ہو گئی تھی اچانک سے لاوے کی طرح ابل پڑی تھی۔۔۔

"حیات میری بات تو سنو جان۔۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔۔ رکو تو۔۔۔ ہم مل بیٹھ کے بات کرتے ہیں نا!!!" زریان گھبرایا ہوا حیات کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔ وہ کسی طرح سے چاقو والے ہاتھ کو پکڑ کے اسے مزید کسی حرکت سے روک دینا چاہتا تھا۔۔۔ زریان کو اپنے سے زیادہ اس فائل کی پرواہ تھی جو اسے بہت جلد بہت اوپر تک لے جانے والی تھی۔۔۔

"دور رہو مجھ سے"

حیات نے چاقو مارنے کے سے انداز میں سامنے کر کے دکھایا تھا۔

"اوکے اوکے میں دور ہوں مگر یہ خون کیسا۔۔ تم تو ٹھیک ہونا؟" یہ دکھاوے کی پرواہ فائل ہاتھ لگنے تک ہی تھی۔۔۔اس کے بعد حیات کا حشر کیا ہو گا یہ حیات کو بھی معلوم تھا۔۔

"میری پرواہ اور تمھیں۔۔۔" حیات نے ایک زوردار قہقہ لگایا تھا۔۔ مگر جیسے وہ خود کھوکھلی ہو گئی تو ویسے ہی یہ قہقہ بھی

"اور تمہاری فائل۔۔۔فائل کو جہاں ہونا چاہیے تھا وہاں پہنچ گئی اور اگر اب تم نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی تو تمھیں بھی وہیں پہنچا دوں گی جہاں تمہیں ہونا چاہیے" حیات چاقو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایسے بول رہی تھی جیسے وہ چاقو سے کھیل رہی ہو۔

"کیا بکواس ہے۔۔۔ میری فائل کہاں ہے۔۔" زریان سب کچھ بھول گیا تھا۔۔فائل کا سنتے ہی اس کے اندر آگ لگ گئی تھی۔ وہ جو ابھی شہد سے زیادہ میٹھا تھا اب زہر جیسا کڑوا ہو گیا تھا۔۔اس نے چاقو کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ کر حیات کو بالوں سے پکڑنے اور نیچے گرانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کے بال زریان کے ہاتھوں میں ہوتے چاقو پسلیوں کو چیرتا ہوا۔۔۔زریان کے اندر دھنستا چلا گیا تھا۔۔وہ درد اور بے یقینی کے عالم میں حیات کی جانب پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

یہ سب کچھ بجلی کی سی تیزی میں ہوا تھا۔۔۔حیات کے سرد ہوتے ہاتھوں کو زریان کے سینے سے بہتے خون نے گرم کر دیا تھا۔۔۔۔وہ خون جھلسا دینے والا تھا...وہ خون بھی زہریلا تھا اس کے اندر کی نفرت نے خون کو بھی تیزاب سے بدتر کر ڈالا تھا۔۔۔۔زریان کی آنکھوں میں موت کا خوف دیکھا جا سکتا تھا۔۔۔جسے بے خوفی سے حیات نے دیکھا تھا۔۔۔۔

زریان حیات کے سامنے زمین پر تڑپ رہا تھا۔۔۔اگر اسے اس وقت ہسپتال لے جایا جاتا تو شاید بچ جاتا۔۔۔ مگر حیات چاقو ہاتھ میں لیے ڈھیر ہوئے شایان کی پاس بیٹھی اسے گھور رہی تھی۔۔۔

تو یہ تھا حیات تمھارا انجام۔۔۔جس کی خاطر سب کچھ برباد کیا آج اسے ہی ختم کر دیا۔

تو یہ تھی وہ زندگی جس کے لیے حیات تم نے اپنا ایمان بیچا!حیات کے سامنے کھڑی حیات اس سے سوال کر رہی تھی۔۔۔وہ کوئی اور نہیں بلکے اس کا اپنا ضمیر تھا۔۔۔جسے وہ قبر کی مٹی لیتے ہوئے بھی سلا رہی تھی اور حیات کا خون لیتے ہوئے بھی۔۔۔

یہی ضمیر اسے روز جھنجھوڑنے کی کوشش کرتا تھا جب وہ زریان کے پتلے کو روز ایک ایک قدم آگے بڑھاتی تھی۔

مگر حیات کبھی اسے ڈپٹ دیتی تو کبھی خود کو تسلی کہ وہ جو کر رہی ہے بلکل ٹھیک ہے اس کا حق ہے زریان۔۔۔

اور آج، آج وہی زریان اس کے سامنے دم توڑ رہا تھا۔۔۔ اور ضمیر سامنے کھڑا اس پر ہنس رہا تھا۔۔۔

لو حیات دیکھو اپنا انجام...!

○○○

"بہت خوش ہیں جناب۔۔۔ کیا بات ہے؟" صبح سویرے ناشتے کی میز پر ارمش کا ہاتھ پکڑ کے شایان نے پوچھا۔۔۔ ارمش جو رات دیر سے آنے کی وجہ سے شایان کو فراز کے ایوارڈ کا نہ بتا سکی تھی اب مسکراہٹ سجائے خوشخبری دینے ہی لگی تھی کے شایان نے خود ہی سوال کر ڈالا۔۔۔

"میرے بھائی نے ایوارڈ جیتا ہے خوش تو ہوں گی نا"

"ارے تو اب بتا رہی ہو۔۔۔کمال کرتی ہو۔۔۔مبارکباد دی تھی۔۔۔کب آئے گا ہیرو؟"شایان بھی خوش تھا۔۔۔کیونکہ ارمش خوش تھی۔۔۔وہ اخبار کو ایک طرف رکھ کر اب ارمش سے باتیں کرنے لگا تھا۔۔۔

"لو میری کیا غلطی خود تو مصروف تھے آپ۔۔۔اتنا لیٹ آئے تھے تب بتاتی؟"

ارمش نے باتوں ہی باتوں میں شایان سے مصروف رہنے کا شکوہ بھی کر دیا تھا۔

"ہم فراز کے آنے کے بعد گھومنے چلیں گے سب۔۔۔گاؤں چلیں گے تمھارے والے۔۔۔"شایان جانتا تھا۔۔۔وہ ارمش کو وقت نہیں دے پا رہا۔۔۔مگر یہ اسکی مجبوری تھی۔۔۔

"جی جی اور تب آپ کی کوئی ضروری میٹینگ آ جائے گی۔۔۔اور میں فراز اور فاریہ اکیلے جا رہے ہوں گی"

ارمش نے روٹھنے کے سے انداز میں کہا..

"نہ نہ پکا وعدہ۔۔۔میں ساتھ چلوں گا۔۔۔اچھا ابھی جاوں نا؟ دیر ہو جائے گی۔۔۔"شایان تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

وہ اس روز بھی ایسے ہی جلدی میں تھا۔۔۔ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جاگ گیا تھا۔۔۔ اس دن جب اس گھر میں سب سے بڑی قیامت ٹوٹ گئی تھی۔۔۔

--

--

--

--

--

--

"یہ کوئی خط آیا تھا تمھارے لیے شایان۔۔۔ یا شاید ارمش کے نام۔" پروفیسر یعقوب نے ناشتے کی میز پر خط رکھتے ہوئے کہا۔ رات والی تمام باتوں کی بے سکونی سب ہی کے چہروں سے عیاں ہو رہی تھی۔

"خط کون لکھتا ہے پروفیسر صاحب آج کے زمانے میں؟"عصمت بیگم نے پروفیسر صاحب کی جانب دیکھا۔جو خط کو ایک کونے سے پکڑے ہوئے تھے۔۔۔

"امی کو دے دیں دیکھ لیں گی کس کا ہے۔"شایان نے بے پرواہی سے کہا۔شایان نے بظاہر اپنے خیالوں میں ڈوبے ہوئے جواب دیا۔وہ اخبار پڑھ رہا تھا۔۔

"پراٹھا آپکا۔"ارمش نے گھبراتے ہوئے شایان کو مخاطب کیا۔۔وہ شایان کے چہرے پر ناگواری دیکھ رہی تھی۔کوئی اخبار کی بری خبر ہو گی شاید۔۔ارمش نے سوچا۔۔

"لائیں پروفیسر صاحب میں دیکھتی ہوں"عصمت نے انویلپ پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے پروفیسر یعقوب نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔۔ جیسے عصمت بیگم کے چھو لینے سے کوئی دھماکہ ہو جائے گا۔۔

"نہیں۔۔۔یہ۔۔۔وہ۔۔۔بس شایان کے لیے ہے!!!"پروفیسر یعقوب نے نارمل دیکھائی دینے کی کوشش کی۔۔مگر ان کی حرکتیں انہیں مشکوک بنا رہی تھیں۔۔۔

"اماں یہ خط میرے لیے ہی ہے۔۔۔کیونکہ میری موت کے بعد سب کچھ پھر سے میری ماں کو ملے گا۔۔۔اور آپکی موت سے سب کچھ پروفیسر صاحب کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"شایان ایک ہی سانس میں سب کچھ بول گیا تھا۔۔۔کتنے سالوں کا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔۔۔کتنے ہی لمحوں کو صبر کا دامن تھام کے گزارا تھا شایان نے۔۔۔

مگر آج سب ایک لمحے میں بدل دیا گیا تھا۔شایان کی بات سن کر ارمش کا دل حلق میں اچھل کر آ گیا تھا۔۔۔اسکی سانس ایک بار جیسے رک سی گئی تھی۔۔۔

"شایان بس کرو پھر شروع ہو گئے ہو تم۔"بیگم عصمت جو پہلے ہی غصے سے بھری بیٹھی تھیں اب کی بار پھٹ پڑی۔۔۔

"تمہیں لگتا ہے یہ کوئی کھیل تماشہ ہے۔۔۔بار بار یہ باتیں لے کے بیٹھ جاتے ہو تم۔۔۔"بیگم عصمت کھانے کی میز سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"اور اپنی بیوی کے عاشق کو نظر انداز کرنے کی ضرورت نہیں ہے شایان۔۔۔ مجھ پے الزام لگاتے ہو؟؟؟ پوچھو اس رات کون تھا لڑکا؟؟؟" پروفیسر یعقوب نے زہر اگلنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ یہ الفاظ گھر بھر کو ہلا دینے کے لیے کافی تھی۔۔۔ پروفیسر یعقوب کی بات سنتے ہی شایان نے میز پے غصہ سے مکا مارا۔۔۔

میز کے شیشے پر دراڑ نمودار ہوئی تھی۔۔۔ ایسی ہی دراڑ جانے کب سے ارمش کے دل پر تھی۔۔۔ جو کسی کے اپنے لیے بولے جانے دو لفظوں کی منتظر تھی کے اس دراڑ کو بھر دیا جائے۔۔

"کون؟ کون تھا لڑکا۔۔۔؟؟؟ اسکا شوہر تھا وہ پروفیسر صاحب۔۔۔ آپ کے رچائے گئے کھیل ناکام ہو گئے۔۔" پروفیسر یعقوب کو یہ سن کر دھچکا لگا تھا۔۔۔ وہ کچھ کہنے لگے تھے لیکن الفاظ تھے کے زبان تک آ ہی نہیں رہے تھے۔۔

انکی زبان سے کچھ بھی نکل ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں موجود لفافے کو کھول کر خط اپنی بیوی کی جانب بڑھاتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دھاڑے۔۔۔

"تم۔۔۔ اپاہج شخص تم رات میں دیوار پھلانگو گے؟" پروفیسر یعقوب نے نفرت کا اظہار کیا۔۔

"پروفیسر صاحب!!!" بیگم عصمت کو پروفیسر کی بات سن کر برا لگا تھا۔۔۔

"اوہ۔۔۔ دیوار پھلانگنے کی بات کرتے ہیں!!!" شایان اٹھتے ہوئے پروفیسر یعقوب کے ہاتھ میں موجود کاغذ کھینچتے ہوئے چنگھاڑ کے پروفیسر یعقوب کے برابر آ کھڑا ہوا۔۔۔

"شایان میرا بچہ تم کھڑے ہو گئے۔۔۔ پروفیسر صاحب دیکھیں تو۔۔۔" بیگم عصمت خوشی کے مارے دیوانی ہو گئی تھی، انہوں نے شایان کو ویل چیئر سے یوں اٹھتے دیکھا تو مارے خوشی کے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔۔۔ یہی حال ارمش کا تھا۔۔۔ اسے شاید اپنے تمام زخموں کے لیے مرہم دے دیا گیا تھا۔ وہ جو بلکل تنہا تھی آج اسکے شوہر نے نہ صرف اسکی عزت پے اٹھنے والے سوالات کو مٹا دیا تھا بلکہ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"شایان!" ارمش کی آواز ڈوبتی ہوئی سی محسوس ہوئی۔ خوشی نے ارمش کے پورے وجود کو اتنا ہلکا پھلکا کر دیا تھا جس پے الفاظ بھی بوجھ لگ رہے تھے۔

"جی ماں۔۔۔ آپکے بیٹے کی ٹانگیں سلامت ہیں مگر اس پروفیسر کی نہیں رہیں گے"

"شایان غلط فہمی ہوئی ہوگی نا تمہیں بس پروفیسر صاحب کو ہی پکڑنا تم اور یہ سب کیسے ہوا شایان؟"

اس سے پہلے کے وہ وہاں سے چلی جاتیں۔۔۔شایان نے جیب میں رکھے موبائل فون کو نکال کر اس میں موجود ریکارڈنگ پلے کر دی۔۔۔

شایان نے اس رات کی ریکارڈنگ پلے کر دی تھی، جس رات میں پروفیسر یعقوب نے حیات کو ایک خط لکھنے کو کہا تھا۔ ایسا خط جو ایک لڑکے کی طرف سے لڑکی کو لکھا گیا ہو۔۔۔ جس میں اظہار محبت اور بار بار ملنے کے بارے میں اصرار کیا گیا ہو۔۔۔۔

پروفیسر یعقوب کا سحر جو طاری تھا بیگم عصمت پے، وہ طلسم ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا تھا۔ بیگم عصمت کے ذہن پے برسوں کی جمی گرد پل بھر میں مٹ گئی تھی۔ وہ تمام شکوے شکایتیں جو شایان ان سے کہتا تھا اور جنہیں ہمیشہ بیگم عصمت خاطر میں نہ لاتی تھیں وہ ایک ایک کر کے یاد آنے لگے تھے۔۔۔

"پروفیسر یعقوب۔۔۔یہ سب کیا ہے؟"عصمت بیگم کے منہ سے پہلی بار پروفیسر صاحب کے بجائے انکا نام نکلا تھا۔۔

"میں بے قصور ہوں یہ اس لڑکی کی وجہ سے ہو رہا ہے، آپ سے بھی تو اس نے بدتمیزی کی تھی بیگم کل رات میں۔"پروفیسر یعقوب نے بیوی کے بدلتے رنگ دیکھے تو دفاعی انداز اپناتے ہوئے کہا۔انکی یہ حکمت عملی انہیں بچالے گی، یہ انکا وہم تھا۔ آج نہ ہی شایان انہیں چھوڑنے والا تھا اور نہ ہی انکی رسی مزید دراز کی جانی تھی۔۔۔

ظالم کی رسی مزید دراز نہیں ہوگی،نہ ہی اب ظلم کی رات نے طویل ہونا تھا۔۔۔سچ نے سامنے آنا ہی تھا۔ جن کا مددگار کوئی نہ بنے خدا ان کی نگہبانی خود کرتا ہے۔۔۔یہ بات سنی سنائی تھی۔ مگر آج اس بات نے سب سچ کر دیا تھا۔۔۔شایان نے برسوں کے گلے سڑے اس رشتے کو اپنے خاندان سے الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔

"پروفیسر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو چلو اپنے سٹڈی روم میں ابھی۔۔۔میرے اور میری ماں کے ساتھ۔۔۔" شایان نے پروفیسر یعقوب کی طرف سے ڈرامے بازی کو دیکھا تو ان کو بازو سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے کر کھینچتے ہوئے کمرے کی جانب چلا۔۔۔بیگم عصمت نے ارمش کی طرف دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ بھی سٹڈی روم کی

طرف بڑھنے لگیں۔۔۔ارمش اور مسز جانسن جو یہ سب حیرت میں ڈوبی ہوئی دیکھ رہی تھیں ایک ساتھ اسی جانب بڑھنے لگیں۔۔۔

....

کمرے کا دروازہ کھلتے ہی ایسی بدبو دار سڑن ناک میں داخل ہوئی تھی کے سب نے حقارت سے اپنے ناک پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔پروفیسر یعقوب نے نہ ناگواری ظاہر کی اور نہ ہی ناک پے ہاتھ رکھا باقی سب کے جیسے۔

شایان کے دروازہ کھولنے اور بدبو سے بچنے کے لیے اپنے ہاتھوں کا استعمال کرتے دیکھ کر پروفیسر یعقوب نے عصمت بیگم کو دھکا دے کر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔ارمش اگر اپنی ساس کے پیچھے کھڑی نہ ہوتی تو بیگم عصمت بری طرح سے گرتی۔۔۔

کہتے ہیں زندگی بہت تیزی سے گزرتی ہے۔۔۔یہ چند ہی لمحوں میں جنت سے جہنم میں لا پٹختی ہے۔۔۔پروفیسر یعقوب نے کب سوچا تھا ان کے خوابوں کی فردوس یوں لٹ جائے گی اچانک سے۔

پروفیسر یعقوب ٹھوکر لگنے سے جو گرے تو اپنے سامنے دیوار میں نصب لالٹین کے ساتھ جا لگے۔۔۔سر دیوار سے لگا تو آنکھ میں سلاخ جا لگی۔۔۔

ایک دل خراش چیخ نے سب کے دل دہلا کر رکھ دیے تھے۔۔۔ پروفیسر یعقوب پہ نگاہیں مرکوز کیے ہوئے تمام ہی لوگ اندر داخل ہو چکے انسپکٹر فردوس کو دیکھ نہ پائے تھے۔ یہ تمام حادثہ ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوا تھا۔ پروفیسر یعقوب نے اپنے سر کو تھامے ہوئے چیخنا چلانا شروع کیا تھا۔ ان کی آواز بھیانک ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بلند آواز میں چیخ رہے تھے۔۔۔۔

ان کے چیخنے کی وجہ سے کمرے کے اندر موجود پنجروں میں موجود پرندے بھی چیخنے چنگھاڑنے لگے تھے۔۔۔۔ الو کی کرخت آواز سنتے ہی بیگم عصمت کانپ کر رہ گئی تھیں۔۔۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا کے وہ اپنا ردعمل ظاہر کر ہی نہ سکی تھیں۔۔۔۔ ارمش تو شایان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔۔۔

--

--

--

--

--

۔۔

"ماں سو گئی ہیں؟ دوائی لی انہوں نے؟" شایان جو تھانے سے ہو کر واپس آیا تھا آتے ہی ارمش سے ماں کے بارے میں پوچھنے لگا تھا۔۔۔

"جی ان کو دوا دی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے سو گئی ہیں"

ارمش اب تک ڈری ہوئی تھی جو سب اس نے دیکھا تھا وہ اس کے ذہن پر بری طرح اثر کر رہا تھا۔

"تم پریشان ہو؟" شایان ارمش کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ کتنے وقت کے بعد اسے اپنے پاؤں پر کھڑے دیکھ کر ارمش خوش بھی تھی، اور حیران بھی۔۔۔ یہ سب کیا ہوا تھا ایک ہی دن میں۔۔۔۔

"مجھ سے نہیں پوچھو گی کچھ بھی" ارمش کے جواب سے پہلے شایان نے ایک اور سوال داغ دیا۔۔

"آپ نے پہلے مجھے کچھ بتانا ضروری سمجھا؟"

"شاید بتاتا تو وہ سب نہ کر پاتا جو کیا۔۔۔اور شاید تمہیں حاصل بھی نہ کر سکتا۔"ارمش کی بے رخی نے شایان کو بھی آرام سے آگے بڑھنے پے مجبور کیا۔۔۔وہ ارمش کے تمام گلے شکوے مٹانا چاہتا تھا پہلے۔۔۔۔معافی۔۔۔۔کیا معافی مانگنی چاہیے۔۔۔۔۔شایان بستر پر بیٹھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔۔۔

"جی تو جب سب خود کرنا ہے تو پھر میں کیسے پوچھوں؟"

ارمش نے بے رخی سے جواب دیا تھا

"خوش نہیں ہو؟میرے ویل چیئر سے اٹھنے سے۔۔۔یہ معجزہ نہیں لگا؟"شایان نرمی سے بولا۔وہ جوتے اتارتے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ جس کے لیے اس نے چھپ کر یہ سب کیا تھا وہی بد دل تھی۔۔۔۔وہی دور ہو چکی تھی۔۔۔ایک غلط فہمی نے اس رشتے کو ایسی ضرب لگائی تھی جس کے نشان مٹنا ممکن نہیں تھا شاید۔۔۔۔!!!!

"خوش ہوں۔۔۔مگر زیادہ ہوتی اگر آپ بتاتے تو۔۔۔

یوں دوسروں کی طرح سب کے سامنے نہ پتا چلتا"

وہ اپنے آنسو جو بنا اجازت ہی نکل آئے تھے بے دردی سے صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ارمش۔۔۔" شایان تڑپ کر رہ گیا تھا۔ وہ کتنا بے بس تھا۔۔ اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ ارمش کو بتا دیتا۔۔

"ہمارے تعلقات ہی کچھ ایسے تھے۔۔۔ میں چاہتے ہوئے بھی معافی نہیں مانگ سکا تم سے "شایان پہلے والا شایان لگ رہا تھا۔۔۔ نہایت حساس اور کم گو۔۔۔ آج صبح والا شایان جس نے پروفیسر یعقوب کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اب وہ بہت کمزور پڑ گیا تھا۔۔۔

"مسز جانسن نے بھی کہا تھا تمہیں بتا دوں۔۔۔۔ مگر میں۔۔۔ "شایان جھجکتے ہوئے بولا۔۔۔

"مسز جانسن کو بھی بتا دیا اور میں اتنی پرائی تھی کہ مجھے نہ بتایا جا سکا"

اب کی بار آنسوؤں کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔۔۔ ارمش بلکل پرانی ارمش لگ رہی تھی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو پڑتی تھی۔ وہ ارمش جو شایان کی سخت سزاؤں کو بھی ہمت سے جھیلتی تھی وہ کہیں غائب سی ہو گئی تھی

شایان نے آگے بڑھ کر ارمش کو گلے لگا لیا تھا۔ تمام الفاظ مل کر بھی شایان کی شرمندگی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اپنے الفاظ کی مدد سے معافی نہیں مانگ سکتا تھا۔۔۔ ارمش کو گلے لگا کر وہ اپنی بے بسی چھپا لینا چاہتا تھا۔۔۔ ارمش کے آنسوں کو شایان نے صاف کرتے ہوئے اپنی بیوی کے چہرے کو پہلی بار دونوں ہاتھوں میں لے کر آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟ تھپڑ کا نشان؟ وُہ جو آپ کے کپڑے سہی سے نہیں دھلے تھے تب مارا تھا آپ نے؟

میں ڈھونڈ دوں؟"

ارمش نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔۔تب بھی تو شایان نے ایسے ہی اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

"نہیں۔۔۔وہ ارمش ڈھونڈ رہا جس پے مرتا تھا۔۔جس کے ہونٹوں کی ہنسی دیکھنے کے لیے اسکے بابا کے ملنے

کے بھانے آتا تھا۔۔"

آنسو صاف کرتے ہوئے وہ اب ارمش سے دل کی باتیں کر رہا تھا جو باتیں آج تک بس اپنے آپ تک رکھتا رہا

تھا۔۔

"وہ تھپڑ میری عمر بھر کی سزا نہ بنیں تو اچھا ہوگا ارمش۔۔۔میں عمر بھر پچھتاوے کا شکار ہو کے نہیں رہ سکوں

گا" شایان نے ارمش کے سر میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔۔۔

ارمش نے چہرا دوسری طرف موڑ لیا تھا۔ کیا اتنی ناراضگی رکھنے کا حق بھی نہیں تھا اس کے پاس؟

"چلو نہیں بات کرو۔۔میں بھی نہیں کرتا۔۔۔میں جب تک دل نہ جیت لوں۔۔۔تب تک مت آنا میرے پاس بھی۔۔۔"شایان ایسے ایک دم سے ارمش سے الگ ہوا تھا جیسے کوئی ٹین ایجر شرط لگا کے ڈٹ جائے۔۔۔

اسے یہ کرنا ہی ہو گا۔۔۔وہ جانتا تھا۔۔۔اپنا پیار اظہار یہ سب کم تھا۔۔۔بات اس پیار کو ثابت کرنے پے آگئی تھی۔۔۔

خود سے الگ کرنے پر ارمش کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔

میں کل جا رہی ہوں ابو کی طرف"

ارمش بھی شایان سے الگ ہو کر اب الماری سے اپنے کپڑے نکالنے میں مصروف ہو گئ تھی۔

"آہ میری ٹانگ۔۔۔"شایان یوں لڑکھڑا کے گرا بیڈ پر کے ارمش کا دل حلق میں آگیا۔۔۔شایان درد بھری آوازیں میں تڑپتے ہوئے چیخ رہا تھا۔۔۔چیخیں ایسی کے کمرے سے باہر سنائی نہ دیں۔۔۔

تکیے میں منہ دبائے وہ اپنی آواز اونچی ہونے سے روک رہا تھا۔

"شایان۔۔۔

کیا ہوا؟ ٹھیک ہیں آپ؟"

ہاتھ میں پکڑے کپڑے زمین بوس ہو چکے تھے۔ وہ ایک ہی سیکنڈ میں الماری سے بیڈ تک پہنچی تھی۔

"آہ میری ٹانگ ٹوٹ گئی ارمش آہ۔۔۔ڈاکٹر نے منع بھی کیا تھا۔۔" ٹانگ سچ مچ بے جان لگ رہی تھی۔۔۔شایان منہ کو تکیے میں چھپائے رو رہا تھا۔۔۔وہ اچھا خاصہ مضبوط مرد کمزور سی ارمش کے سامنے تڑپ رہا تھا۔۔۔

"مجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔۔۔مجھے آہ۔۔۔۔کاٹ ڈالیں گے ڈاکٹر اب کی بار ٹانگ" شایان رونے لگا تھا۔۔۔بے بسی کے مارے وہ منہ بھی اب تک چھپا رہا تھا۔۔

"شایان۔۔۔

رکیں میں۔۔۔میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں"

ارمش کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔۔۔ابھی تو ٹھیک تھے ایک دم کیسے ؟

"نہ میں ایسی بات کرتی نہ ایسے ہوتا" وہ دل ہی دل میں خود کو ملامت کرتے جلدی جلدی فون پر کوئی نمبر ملا رہی تھی

"مر جانے دو نا۔۔۔کیوں کال کرتی ہو۔۔۔ختم ہو جانے دو اس درد کی وجہ سے۔۔۔"شایان کے جو دل میں آرہا تھا بولے جا رہا تھا۔۔۔

"ویسے بھی تو عادی ہو نا میری معذوری کی۔۔۔میں کب کسی کے دل میں ہوں۔۔۔آہ۔۔۔"شایان درد میں جانے کیا کچھ کہتا جا رہا تھا۔۔۔کیا سچ میں ارمش ناراض تھی۔۔۔کیا وہ اپنے اس شوہر کے ساتھ خفا تھی جس نے اسکی زندگی برباد ہونے سے بچا لی تھی۔۔۔شاید وہ حقیقت سے اب تک لاعلم تھی۔۔۔

"شایان۔۔۔بس کریں فضول بولنا"

ارمش شایان کے پاس بیٹھی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔۔ارمش کے بار بار کال ملانے پر بھی کال مل نہیں رہی تھی۔۔۔

"پیار کرتی تو میری ٹانگ تو اچھے سے باندھ دیتی۔۔۔ آہ۔۔۔ مر جاوں گا خوش ہو جانا۔۔"شایان نے چڑتے ہوئے کہا۔۔۔

"میں کیسے خوش ہو سکتی ہوں؟؟؟ پلیز بس کریں ایسے بولنا۔۔۔ جو روز آپ کی صحت کی دعا کرتی ہو وہ کیسے خوش ہو سکتی ہے؟

ایک تو یہ فون پتا نہیں کال کیوں نہیں مل رہی"

"کیسے ملے گی۔۔۔"شایان ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔۔۔ وہ بلکل بچوں کے جیسے لگ رہا تھا۔۔۔ اسکی مسکراتی ہوئی آنکھیں اسکی خوشی کو بیان کر رہی تھی۔۔۔

"آہ تو روز دعائیں کی جاتی ہیں۔۔۔ جب میں اظہار کرتا تب تو جیسے اجنبی ہو جاتی۔۔۔"شایان ہنس رہا تھا۔۔۔ وہ شاید پہلی بار ایسے ہنسا تھا ارمش کے ساتھ۔۔۔

"کیا۔۔۔

ابھی۔۔۔

ابھی تو درد تھا؟

یہ کیسے ؟"

ارمش ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی

"ڈرامہ تھا میڈم۔۔ آپ کے دل کا حال جاننے کے لیے۔۔۔"شایان ہنستے ہوئے بولا۔۔ارمش کے گال کھینچتے ہوئے وہ ارمش کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔ وہ اسے جی بھر کے دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔

"شایان میری جان نکال دی تھی آپ نے۔۔۔ میں مزاق ہوں کیا آپ کے لیے ؟"

ارمش وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی۔۔۔ آنسوؤں ارمش کے حلق میں اٹکے ہوئے تھے۔

"سوری نا۔۔۔ سچی اب نہیں کرتا۔۔۔ شوہر نہ سہی دوست تو بنالو۔۔۔"شایان ارمش کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ ارمش کو ستانا چاہتا تھا اب بھی۔۔۔ مگر یہ نادان لڑکی دکھوں سے اتنا الجھی تھی کے ہنسنا بھول گئی تھی۔۔۔

"میں دوستی نہیں کرتی۔۔۔ آپ کا کیا پتا پل بھر میں تو بدل جاتے ہیں"

ارمش بچوں کی سی معصومیت سے بول رہی تھی۔

"اب نکاح بعد کہاں جاؤں گا بدل کے۔۔۔۔"شایان اداس ہوا تھا جیسے۔۔۔ جیسے اسے افسوس تھا۔

"جانتی ہو؟ میں نے نکاح کی بات کیوں کی تھی؟؟؟"شایان کا سوال اس قدر اچانک تھا ارمش بوکھلا گئی۔۔۔

"کیوں؟"

ارمش نے اب کی بار پوری توجہ سے پوچھا تھا۔۔۔ جیسے وہ اسے سننا چاہتی ہو۔

"میرا رشتہ پروفیسر یعقوب نے نہیں مانگا تھا ارمش۔۔۔"پروفیسر یعقوب کے نام پر چہرے سے نفرت واضح تھی۔۔

"سنو۔۔۔!!!وہ خبیث شخص خود تم سے شادی کرنا چاہتا تھا۔۔۔" شایان نے اتنی بات کہہ کر اپنا منہ پھیر لیا تھا۔۔۔

ارمش آنکھیں تک جھپکنا بھول گئ تھی۔ اگر اس کی شادی پروفیسر صاحب سے ہو جاتی تو کیا ہوتا۔۔۔ یہ سوچ کر ہی وہ کانپ کر رہ گئ تھی۔

"یہ مزاق نہیں ہے۔۔۔ فراز گواہ ہے۔۔۔ میری معذوری کے بارے میں وہ جانتا تھا۔۔۔ میں ٹھیک ہوا تب بھی ملنے آیا تھا۔۔۔ تب ہی اس نے یہ بات بتائی تھی۔۔۔ تب تم شاید فاریہ سے ملی تھی فراز کی دوست۔۔۔" شایان اپنے کپڑے الماری میں سیٹ کر رہا تھا۔۔۔ وہ اپنی ویل چیئر کو دھکیلتا ہوا کمرے کے کونے میں رکھ کر پلٹا تھا۔۔۔

ارمش شایان کی باتیں سن کر الجھ گئی تھی۔ وہ شایان سے نفرت کرے کے اس نے شادی کے بعد تکلیفیں دی تھی۔ یا اس کے دل میں موجود محبت کو سمجھے جس نے نہ جانے کیسے پروفیسر یعقوب کے چنگل سے نکالا تھا۔ ایک غلط فہمی کی خلش نے شایان کو وہ سب کرنے پر مجبور کیا تھا جو وہ چاہتے ہوئے بھی نہ کر کرتا۔

....

حیات۔۔۔ قتل کیوں کیا؟.... ی ہ سوال فرداً فرداً سب نے ہی پوچھ ڈالا تھا۔ حیات کے پاس وضاحت تھی بھی تو وہ دینا نہیں چاہتی تھی۔ کیا کہتی کے اپنے شوہر کو مارنا اپنی عزت کی نیلامی سے حد درجہ بہتر تھا۔۔۔

اس کی زندگی جہنم کا جو گڑھا بن چکی تھی اب اس سے نکلنے کے لیے ایسی غلاظت کو دنیا سے مٹا دینا واحد راستہ تھا۔۔۔

یا شاید خود کو تسلی دینا یوں ہی ممکن تھا۔۔۔ وہ جو کچھ کر چکی تھی اس کے بعد معافی ملے گی یا نہیں معلوم کسے تھا۔۔۔

زریان کی موت کی خبر تایا قادر نے نہایت تحمل سے سنی تھی۔ انہوں نے حیات کے سامنے آنے پر بھی کسی قسم کا شکوہ نہیں کیا تھا۔۔۔۔

جیسے وہ جانتے تھے کے یہ ہونے والا ہے۔۔۔ الگ تھلگ رہنے والا زریان اپنے باپ سے کیسے چھپ سکتا تھا۔ اس میں آنے والی تبدیلیوں نے بتا دیا تھا جو کچھ ہونے والا ہے وہ بہت برا ہے۔۔۔

حیات ایک بار پھر سے ماضی میں کھو گئی تھی۔ یہ پچھتاوا اسے سکون سے جینے نہیں دے گا، وہ سکون کی حقدار تھی بھی نہیں۔۔۔

مکافات عمل کی چکی چلتی بہت آہستہ ہے۔۔۔

مگر پیستی بہت باریک ہے۔۔۔ حیات بھی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پیسی جا رہی تھی۔ ایک پاٹ اسکے گناہ اور ماضی تھا تو دوسرا حال۔۔۔

جس میں سب کے معاف کر دینے کے بعد بھی قانون نے معاف نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اسکے خاندان میں ارمش کے علاوہ کوئی ساتھ تھا۔۔۔ اپنے نام کی طرح ارمش سچ مچ خدا کی طرف سے دیا گیا تحفہ تھی۔۔۔

جیل میں ملاقاتی آنے والے تھے۔۔ حیات کو اس کے بارے میں خبر کر دی گئی تھی۔۔۔ ملاقات؟؟؟؟ ملن ملاپ۔۔۔ کیسا۔۔۔ وہ اپنے سامنے ارمش کو دیکھتی تو خود سے نظریں نہ ملا پاتی تھی۔۔۔

زریان کی وہ فائل۔۔۔ آہ۔۔۔وہ ایک ہی رات اتنی طویل ہوئی تھی کہ اب تک اندھیرا تھا اور قبر کے اندھیروں میں اترنے تک اسے یہیں رہنا تھا۔۔۔ تاریکیوں کے مسافروں کو روشنیاں دیکھائی بھی دیں تو وہ ان دیکھی بیریوں میں جکڑے ہوتے ہیں۔۔۔

حیات بھی ایسی ہی مسافر تھی۔۔۔جو سب کچھ کر کے بے سکون تھی۔۔۔

* اپنے آپ سے نفرت سے بڑھ کر کون سی حالت قابل رحم ہوا کرتی ہے *۔۔۔

شاید کوئی نہیں۔۔۔

ملاقات کے کمرے کی جانب چلتے ہوئے حیات یہی سب سوچتی آئی تھی۔۔۔

ملاقات کے کمرے میں داخل ہوتے ہی حیات دروازے کو تھام کر کھڑی ہو گئی۔۔۔ ارمش۔۔۔ارمش اکیلی نہیں تھی۔۔۔۔ فراز!!!! سچ مچ؟ نہیں۔۔۔ حیات کو اپنی بصارت پہ شک گزرا۔۔۔

"ارمش۔۔۔" حیات نے کھوئے کھوئے سوال کیا۔ وہ فراز جس نے نہ جانے کتنی بار ملنے سے انکار کیا تھا، آج سامنے کھڑا تھا۔۔۔ اسکے چہرے سے نہیں لگتا تھا وہ بہن کے لیے اب بھی کسی قسم کی ہمدردی رکھتا ہے۔۔۔

"جی جی بولو۔۔۔"

ارمش نے لہجے کو نرم رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔ ارمش کو حیات پر ترس آیا تھا۔ کہیں اسی کی بدعا تو نہیں لگی تھی اسے۔۔۔ وہ درگزر کرنے پر یقین رکھتی تھی۔ نہ جانے کس لمحے کی کمزوری نے حیات کے لیے برا سوچنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔ وہ فرشتہ نہیں تھی۔۔۔ وہ تھک بھی تو سکتی تھی۔۔۔ اپنی بہن کے لیے تو اس نے کبھی برا نہیں چاہا تھا۔۔۔

رخصتی کے وقت کہے گئے جملے۔۔۔۔۔ ارمش کا دل حلق میں آگیا تھا۔۔۔ وہ سب سننے جاننے والا سمیع اور بصیر۔۔۔۔ ارمش کانپ اٹھی تھی۔۔۔

"فف فراز۔۔۔" حیات نے ہاتھ کے اشارے سے بہن سے پوچھا تھا۔۔ کیا وہ سچ مچ فراز ہے۔۔۔ وہ اس کی خواہش تو نہیں جو دھوکا دینے کے لیے یہ سب منظر دکھا رہی تھی۔۔۔۔ وہ فراز جس نے قتل کے بعد سے حیات کو دیکھا تک نہیں تھا آج سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔ فراز کو حیات کے حال پر رحم نہیں آرہا تھا۔

اسے افسوس ہوا تھا۔۔کاش ماں نے اپنی بیٹی کے ساتھ دشمنی نہ کی ہوتی۔۔۔وہ ارمش پے کی جانے والی سختیوں میں سے آدھی بھی حیات پے کرتی تو یہ سب ہوتا ہی نہیں۔۔۔

"ہاں حیات وہ فراز ہی ہے۔۔۔تم اندر تو آؤ"

ارمش خود چل کر اس کے پاس آگئ تھی۔۔۔

ارمش کا ہاتھ تھامتے ہوئے حیات جانے کتنے دن بعد مسکرائی تھی۔۔۔

"فراز۔۔۔تم نے مجھے معاف کر دیانا"وہ فراز کی جانب بڑھتے ہوئے رک گئی تھی۔۔۔فراز کے جواب کی منتظر حیات نے ارمش کی طرف دیکھا۔۔۔وہ فراز میں بابا کی جھلک دیکھ سکتی تھی۔۔۔

"ارمش فراز کو کہونا بولے کچھ "حیات نے بہن سے سفارش کروائی تھی۔۔۔فراز بہن کی جانب بڑھا اور نہایت شفقت سے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس سے ملا۔۔۔سینے سے لگانے کے لیے کوئی چیز اسے اندر سے روک رہی تھی۔۔جیسے حیات سینے لگے گی تو فراز بھی جھلس جائے گا۔۔۔

....

ایکسیڈینٹ کے بعد شایان نے ضد کر کے مسز جانسن کے پاس جانے کو کہا تھا تو ماں نے اسے بھیجوانے کے لیے رضامندی ظاہر کی تھی۔۔۔شایان نے وہاں جا کر اپنے علاج کے لیے مختلف اسپتالوں میں رابطے کیے تھے۔۔۔

جب یہاں ارمش اپنی زندگی کے سب سے مشکل دور سے گزر رہی تھی۔۔۔تب شایان خود کی زندگی داؤ پر لگا بیٹھا تھا۔۔۔ایک ایسا آپریشن جس کی ناکامی کی صورت میں وہ تمام عمر کے لیے چلنے پھرنے سے لاچار ہو کر رہ جاتا۔۔۔

خدا نے ہر فرعون کو مارنے کے لیے موسیٰ کو بھیجنے کا سلسلہ اب تک جاری رکھا ہے۔۔۔وہ سیدھے راستے پر چلنے والوں کا ہاتھ تھام کر انہیں منزل پر لے جاتا ہے۔

شایان کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد گھر میں رہتے رہتے وہ تنگ آ چکا تھا۔۔۔انہی دنوں میں شایان نے ایک ایسا راز جان لیا تھا جس کو بے نقاب کرنے کے لیے پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے اسے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانا تھا۔۔۔

پروفیسر یعقوب کے اس سٹڈی روم کو شایان نے انہی دنوں میں کھوج نکالا تھا۔۔اس راز کو دل میں لیے لیے وہ دنیا کے لیے ایک ناکارہ پرزہ بن کر ہی رہ جاتا اگر وہ آپریشن کامیاب نہ ہوتا۔۔

شایان کے بارے میں یہ راز مسز جانسن کو ہی معلوم تھا کے وہ چلنے پھرنے لگا ہے۔۔شایان نے انہیں مناسب وقت تک خاموش رہنے کا کہا تھا اور اس کے لیے وعدہ بھی لیا تھا۔۔

آپریشن کامیاب رہا تھا مگر ڈاکٹر نے مہینہ مکمل بیڈ ریسٹ بولا تھا جبکہ شایان کو جلد از جلد واپس آنا تھا۔شایان اس سب کے درمیان فراز سے کانٹیکٹ میں رہا تھا اور وہاں کے حالات وقتاً فوقتاً معلوم کرتا رہتا سوائے ارمش کے بارے میں۔

شایان آپریشن کے چوتھے دن ہی ایمرجنسی فلائٹ سے واپس پاکستان آگیا تھا۔۔مسز جانسن نے اسے اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اس لیے خود بھی ساتھ چلی آئی تھیں۔

فلائٹ کے دوران شایان کی طبیعت بگڑ گئی تھی جس کی وجہ سے مسز جانسن اسے گھر لے کے جانے کے بجائے سیدھا ہاسپٹل لے آئی تھی۔ڈاکٹر کو چند ضروری باتیں سمجھانے کے بعد انہوں نے عصمت بیگم کو کال کر کے بتایا تھا۔وہ خود تو نہ آسکی تھیں مگر پروفیسر صاحب کو ہاسپٹل بھیج دیا تھا۔

پروفیسر یعقوب کی آواز سن کر شایان کا دل چاہا تھا وہ انہیں وہیں دبوچ لے،اور انکا گلا دبا کر انکی گردن کا منکا تک توڑ ڈالے۔۔۔

لیکن جلد ہی اسے اپنے فیصلے پر عملدرآمد کو روکنا پڑا۔۔۔جب پروفیسر یعقوب فون پر بات کرتے ہوئے ارمش کے رشتے کی بات کر رہے تھے۔۔۔وہ لمحا تھا جب شایان کو احساس ہوا کے وہ ارمش کو بچانے کی کوشش نہ کر کے اسے تو جہنم میں دھکیلے گا ہی وہیں اپنے آپ کو بھی عمر بھر ارمش کا مجرم قرار دے گا۔۔۔

ارمش اسکی ماں کی سوتن بن کر اس گھر میں آئے گی؟؟؟ناممکن۔۔۔کبھی نہیں۔۔۔اگر ماں کو یہ بات بتا دی گئی تب بھی ارمش کو بچائے جانا ممکن نہیں۔۔۔یہ شایان ہی تھا جس نے اس رات خدا سے ارمش کو مانگا تھا۔۔۔

باوجود اسکے کے وہ اپاہج ارمش کے نمبر سے منلے والے پیغامات کی وجہ سے ہوا تھا۔۔۔ پھر بھی وہ اسے پروفیسر یعقوب کے چنگل میں پھنس جانے کی سزا نہیں دے سکتا تھا۔۔۔

اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ ایک خواب کی طرح تھا۔۔۔ انسان جتنی بھی اچھی چال چلے تدبیر کر لے۔ وہ اس ذات کے آگے ہمیشہ ہار جاتا ہے۔۔۔ پروفیسر یعقوب نے بھی رشتہ کی بات شایان کے سامنے کر کے اپنے آپ کو کھائی میں گرا لیا تھا۔۔۔

شایان نے یہ سب کچھ کبھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔۔۔ لیکن ارمش کے اپنی پرانی یادوں میں کھو جانے سے اور شایان کے رویے کو یاد کر کے دور ہونے کی وجہ سے اب یہ سب بہت لازمی ہوتا جا رہا تھا بتانا۔۔۔

شایان کا جو تعلق ارمش سے جڑا تھا وہ مثالی کبھی نہیں رہا تھا۔ شادی کی پہلی ہی رات جو کچھ شایان نے ارمش کے ساتھ کیا تھا وہ کسی بھی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ ارمش کا دل دکھانے میں شریک جرم تھا۔۔۔

ایسا ہوا کرتا ہے۔۔۔ انسان انا اور خود غرضیوں کے آگے جھک ہی جاتا ہے۔۔۔ شایان بھی جھکا تھا۔۔۔ جھکا ہی نہیں بلکہ گر گیا تھا۔۔۔

ارمش سے صاف بات کر لینے کے بجائے اسے تعنے دے کر چھلنی کرنے والا شایان نہیں جانتا تھا کہ وہ جو کر رہا ہے وہ اس کے دل میں پھانس بن کر چبھتا رہے گا۔۔۔

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

پروفیسر یعقوب کی بساط لپیٹ دی گئی تھی۔ وہ جس کھیل کے ماہر تھے اسی کھیل میں مات کھا گئے تھے۔ عورتوں کو فریب دے کر اپنے دام میں پھسانے والے پروفیسر یعقوب کا انجام بھی پھنس کر ہوا تھا۔۔۔ آنکھ میں لگنے والی سلاخ نے جہاں ایک آنکھ ضائع کر دی تھی وہیں دوسری آنکھ کی بینائی بھی متاثر ہو گئی تھی۔۔

"فردوس صاحب آپ میرے گھر میں؟". شایان اسپتال پہنچنے کے بعد انسپکٹر فردوس سے سوال کر رہا تھا۔ وہ حیران تھا کے اچانک پولیس وہاں کیسے آئی تھی۔

"شایان صاحب آپکے فادر۔۔۔" انسپکٹر فردوس رک گئے تھے۔۔۔ شایان نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کو کہا تھا۔۔۔

"میری ماں کا شوہر ہے پروفیسر یعقوب۔۔۔ میرا باپ نہیں ہے انسپکٹر!!!" شایان نے خشک لہجے میں کہا۔۔۔ بات اور انداز میں مطابقت تھی۔۔۔ رشتہ اس شخص سے جوڑنے سے بہتر موت کو قبول کر لینا تھا۔۔۔

"جی پروفیسر۔۔۔ان کے خلاف قتل کی ""ایف آئی آر"" کٹوائی گئی ہے۔۔۔کالج کی ایک طالبہ کو قتل اور ایک کے ساتھ جنسی تعلقات پر انہیں گرفتار کرنے کے وارنٹ جاری کیے گئے ہیں۔۔۔ جنسی تعلقات کی ایک شکایت کے بعد کالج کی دوسری بہت طالبات نے ہم سے رابطہ کیا ہے شایان صاحب۔۔۔"

انسپکٹر فردوس کی باتوں سے شایان کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہ ابھرا تھا۔۔۔وہ جیسے پروفیسر یعقوب سے اسی سب کی امید رکھتا تھا۔۔۔

شایان نے انسپکٹر فردوس کو اپنی بھرپور مدد کا یقین دلایا تھا۔

قتل کے الزام کے بعد شایان نے وہ سب کچھ جو وہ جانتا تھا اپنی ماں کو بتایا تھا۔جو اپنے گھر میں موجود اس افسونگر کے کمرے کو دیکھ کر جیسے دنیا کی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھی تھیں،ایسی باتیں سن کر مسکرادی تھیں۔۔۔

اپنی زندگی کی تلخیوں کو مٹانے کے لیے جو راستہ انہوں نے چنا تھا،جس شخص کا انتخاب کیا تھا وہ انہیں یہاں تک لے آیا تھا۔۔۔پروفیسر یعقوب کے طلسم کے ٹوٹنے سے بیگم عصمت کو معلوم ہوا تھا وہ کتنا کچھ دیکھتے سنتے ہوئے بھی انجان بنی رہی تھیں۔۔۔

یہ کیا تھا؟؟؟ موت سے پہلے کا آخری ریمائنڈر؟؟؟ کیا خدا بھولے بھٹکے لوگوں کو یوں موقع دیتا ہے اپنے آپ کو سیدھی راہ پے لانے کا۔۔۔ وہ اپنے کیے پہ شرمندہ تھیں۔۔۔ بیٹے کے سامنے وہ مجرم محسوس کر رہی تھیں خود کو۔۔۔۔

خلاء کے کاغذات ایک ہی دن میں پروفیسر یعقوب کے سامنے رکھ دیے گئے تھے۔۔۔ اس موذی بیماری کے جیسے چپک جانے والے انسانی شکل کے درندے سے جتنا جلد ممکن ہو سکے چھٹکارا پانا تھا سب نے۔۔۔

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

بارہ سال۔۔۔ بارہ سال پہلے اس قبر میں زریان کو خاموشی سے دفن کر دیا گیا تھا۔۔۔ آج اس قبر پر اگی ہوئی گھاس نے قبر کا اصل نشان مٹا دیا تھا۔۔۔ قادر تایا جو اب بے حد کمزور ہو چکے تھے فراز کے سہارے وہاں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے۔۔۔

یہ بات وہی جانتے تھے کے ان کے دل سے اپنے بیٹے کے لیے کوئی دعا نہیں نکل رہی تھی۔۔۔ انکی زبان سے زریان کا نام پچھلے بارہ برس سے کسی نے نہیں سنا تھا۔۔۔

ایک باپ کے لیے بیٹے سے بڑھ کر کون سا سہارا ہو سکتا ہے۔ ایسا بیٹا جو اکلوتا بھی ہو۔۔۔ لیکن کچھ لوگ اب بھی ہیں جو مال دولت کا خدا کی آزمائش ہی سمجھتے ہیں۔۔۔ ایسی آزمائش جس نے قادر جیسے چٹان شخص کو مٹی کر دیا تھا۔۔۔

شرم کے مارے وہ شہر جا کر اپنے بھائی سے بھی نہ مل سکے تھے۔۔۔ انہوں نے زریان کی جس قدر ممکن تھا اچھی تربیت کی تھی۔۔۔ زریان کی رگوں میں موجود نفرت کا زہر جانے کس کس نے گھولا تھا۔۔۔

جو بھی تھا جیت گیا تھا اس رات جب زریان زندگی ہارا تھا۔۔۔ یا شاید جب اسنے بنا نکاح کیے حیات سے تعلق بنایا تھا۔۔۔

شاید اس رات جب وہ پہلی مرتبہ مدہوش لوٹ کر آیا تھا۔ یا پھر وہ رات جب زریان نے اپنی بیوی اپنے مفاد کے لیے غیر مرد کے پاس چھوڑ دی تھی۔۔۔ نفرت کی چنگاری نے جلا ڈالا تھا قادر صاحب کو اندر سے۔۔۔ جب ان کے بیٹے نے باپ کی شرافت اور فرمانبرداری والی نیک نامی پے دھبہ لگایا تھا۔۔۔

"فراز۔۔۔لے چل یار گھر لے جا۔۔" بھائی بیٹے اور ماں کی قبروں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے تایا جی نے گھر جانے کی خواہش کی تھی۔۔۔

"تایا جی۔۔۔وہ گھر پر" فراز نے کچھ کہنا چاہا تو تایا جی کے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ دیکھ کر خاموش ہو گیا۔۔

"وہ گھر آئی ہے نا۔۔اسے لگتا تایا جی غصہ ہیں۔۔۔فراز میں غصہ نہیں ہوں۔۔۔بس افسوس ہے۔۔۔جو ہوا اس بات کا افسوس۔۔۔مجھے میرے بیٹے کی موت قبول تھی۔۔۔جو وہ حیات کے ساتھ کر کے مرا تھا وہ تیرے تایا کے اندر ناسور بن گیا ہے پتر۔۔۔"

تایا جی فراز کے سہارے گھر کی جانب بڑھنے لگے۔۔۔انہیں جس حیات سے ہمدردی ہو رہی تھی، اگر اس کی وہ حرکتیں ان کے سامنے آتی جو وہ ارمش کو دکھ دینے کے لیے کرتی تھی۔۔۔تو شاید یہ ہمدردی انہیں کبھی نہ ہوتی۔۔۔

حیات کے گناہوں پر نہ جانے کیوں اب تک پردہ برقرار تھا۔شاید اس کے اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں نے خدا کے رحمان و رحیم والی صفات کو اپنے جبار و قہار پر سبقت دلا دی تھی۔۔۔

--

--

--

--

--

--

اس حویلی میں شام اتر رہی تھی جو کبھی گاوں بھر میں سب سے رونق والی ہوا کرتی تھی۔۔۔ جہاں لوگوں کی آمد ورفت جاری رہتی تھی۔ مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا سلسہ سورج طلوع ہونے سے شروع ہوتا تو رات دیر تک جاری رہتا تھا۔۔۔

آج وہی حویلی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حیات دادی کے کمرے بیٹھی گزرے وقت کو یاد کر رہی تھی۔ کیسے وہ اس گھر میں ایک دن چند روز کے لیے مہمان بن کر آئی تھی۔۔۔ اور اب شاید باقی کی تمام عمر اسے یہیں رہنا تھا۔۔۔ ارمش اور فراز واپس جا چکے تھے۔۔۔ ان کے جانے سے حویلی اور زیادہ سنسان ہو گئی تھی۔۔۔

حیات کو اماں کی فون بھی آئی تھی۔۔۔انہوں نے طلحہٰ کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا۔وہ حیات کی شادی وہاں کسی امیر لڑکے سے کرنا چاہتی تھیں۔۔۔اس بار حیات نے انکار کر دیا تھا۔وہ اپنی ماں کے بتائے ہوئے راستے پر مزید نہیں چلنا چاہتی تھی۔۔۔اسے اس حویلی اس کے ساتھ جڑے داغوں کو مٹانا تھا۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

"مجھے لگا تھا کل شاید تم گاؤں ہی رکو گی۔۔۔واپس نہ آو۔۔۔"شایان نے آج دفتر سے چھٹی کی تھی۔ارمش اور شایان کو خدا نے اولاد سے محروم رکھا تھا۔وہ آج ایک یتیم خانے میں جانے والے تھے۔۔جہاں انہوں نے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا تھا۔۔۔

"اور ایسا کیوں لگا؟"

ارمش نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

"اتنے دنوں بعد جو گئی تھی گاؤں۔۔اور تایا جی کے ساتھ شاید تم رک ہی جاتی۔"شایان اپنی بیوی کے ساڑھی کے رنگ دیکھ رہا تھا۔۔۔آج ارمش بہت الگ الگ دیکھائی دے رہی تھی۔۔۔

"نہیں میں نے وہاں بہت مشکل دن گزارے ہیں میرے لیے وہاں رہنا مشکل ہو جاتا ہے"

ارمش نے اداسی سے جواب دیا تھا۔

"اور یہاں بیگم صاحبہ ؟؟؟ آپ تو ڈرتی نا مجھ سے۔۔۔ آپ کے اتنے پیارے چہرے کو یہ ماتھے کا زخم جو دیا تھا۔"شایان ماضی میں نہ جانے کیوں لے آیا تھا ارمش کو اپنے ساتھ ساتھ۔۔۔

"نہیں جی میں اب نہیں ڈرتی۔۔۔ اور ایسے بیگم صاحبہ نہیں کہا کریں مجھے"

ارمش بیگم صاحبہ کے لفظ پر ناک منہ چڑا رہی تھی۔

"لو جی۔۔۔ اچھا نہیں کہتا۔۔۔ ویسے مجھے کچھ کہنا ہے تم سے۔"شایان کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔۔ وہ سچ مچ کوئی بہت اہم بات کرنے والا تھا۔۔۔ ایسا اس کے انداز سے لگا تھا۔۔۔

"جی جی بولیں"

ارمش کا سارا دیہان اب شایان کی جانب تھا۔۔۔

"ارمش۔۔۔ زندگی میں ایسا وقت بھی آیا تھا جب مجھے لگا تھا محبت بس اپنی مرضی سے قید ہونے کا نام ہے۔۔۔"شایان نے ارمش کے سامنے اپنے دل کی تمام باتیں رکھ دی تھیں۔ وہ اب ایک آخری بات کہنا چاہتا تھا۔ جسے ارمش بغور سن رہی تھی۔ ایسے جیسے ایک ایک لفظ اسکی روح میں اتر رہا تھا۔

"اور اب شایان؟ کہیں نا؟" ساڑھی کا پلو درست کرتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے شایان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے ارمش نے پوچھا۔

"اب۔۔۔ ارمش اب مجھے محسوس ہوا ہے۔۔۔۔ جو شخص کسی سے پیار میں ہوتا ہے اصل میں وہی آزاد شخص ہے۔۔۔ جو کسی کو اپنا سب کچھ دے دیتا ہے وہ ٹوٹ کر پیار کرتا ہے۔۔۔ پر سکون"!!!

شایان نے چپ ہو کر ارمش کو دیکھا۔ جو نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ اسکی آنکھیں شایان کو بے تاب لگی تھیں۔۔۔۔

"ارمش وہ محبت مٹی کے اس مادھو سے ہو یا اس مورت کو صورت دینے والے مصور کی۔ کسی کے آگے دل کھول دینا ہمیں آزادی دیتا ہے۔۔۔"شایان کی بات مکمل ہوتے ہی ارمش نے اپنے ہاتھ میں شایان کا ہاتھ تھام کر اسے ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔۔۔

وہ دنیا بھر کے جادوگروں سے مقابلہ کر سکتی تھی۔۔۔جب تک اپنی ذات کا سحر طاری کرنے والا شایان اس کے ساتھ تھا۔۔۔ایسا افسونگر جو اپنی باتوں کے طلسم سے اسے اس ذات سے عشق کروا سکتا تھا جس کے آگے وہ جھکتی تھی۔وہ خدا جس نے ارمش کی دعاؤں کو سنا تھا۔جو مشکلوں میں پھنسی ہوئی ارمش کی واحد امید تھا۔۔۔

نیک مرد کے لیے اگر نیک عورت کا وعدہ کیا گیا تھا تو ارمش سے بڑھ کر شایان کس کی امید لگا سکتا تھا؟اور کون تھا جو ارمش کے صبر کے بعد اسے شایان سے بہتر دیا جاتا۔۔۔

ThE_EnD